رقابت
از قلم ارمش ہادیہ قمر
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

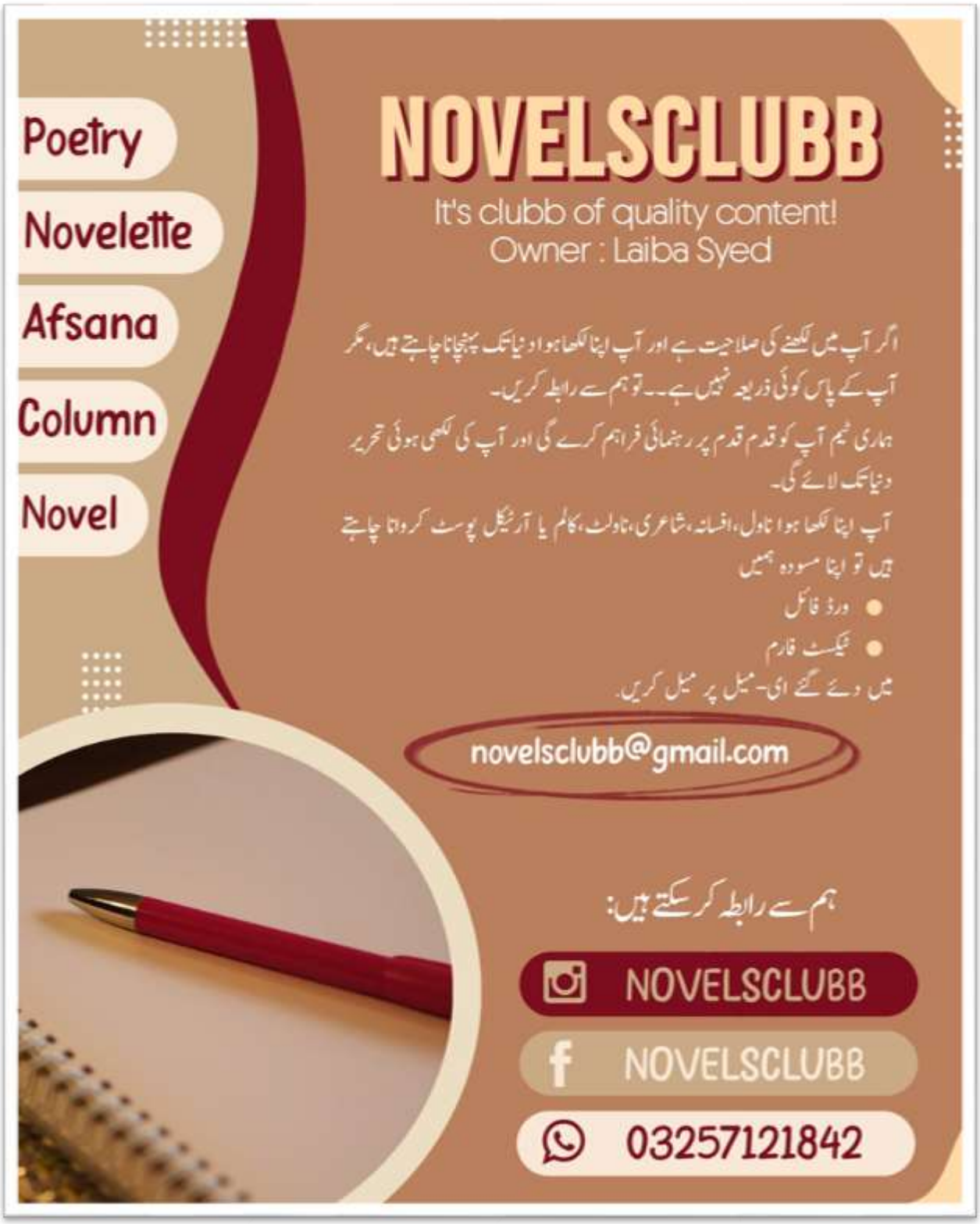
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای۔میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

رقابت

از قلم

ارمش هادیه قمر

www.novelsclubb.com

رقابت

Episode: 01.

انتساب

میری یہ پہلی تحریر میری اللہ کے نام جس نے مجھے

لکھنے کی ہمت دی اور میرے قلم میں روانی، اور

میری یہ تحریر میری ماں، اور باپ کے نام۔

ارمش ہادیہ قمر۔

www.novelsclubb.com

پیش لفظ

اسلام علیکم"!میری یہ پہلی تحریر ہے امید ہے آپ لوگوں کو پسند

آئے نے....تو۔میری یہ کہانی

Germany کے شہر Berlin اور اسلام آباد میں واقع ہے۔

میری یہ کہانی ہے امید نہ چھوٹنے والوں کی۔

ڈٹ کر کھڑے رہنے والوں کی۔اور مکافات عمل کی۔ایک ایسی لڑکی اور ایسے لڑکے کی

جن میں غلط کو غلط کہنے کی ہمت۔طاقت۔موجود ہے۔چاہیے۔اس میں اپنی سب سے قیمتی

رشتے چھوڑنے پڑیں کیونکہ غلاط،غلط ہوتا۔

اور گناہ،گناہ ہوتا ہے۔

واسلام۔

www.novelsclubb.com

دعاؤں میں یاد۔

ارمش ہادیہ قمر۔

باب اول:۔

اسلام آباد۔

وہ "چار سالہ معصوم بچی تھی!"۔"

جو "ماما"!۔،ماما"! مجھے ڈھنڈے چلا رہی تھی۔ مگر اس کی آواز اس کی ماں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ مڑی اور ایک راہداری میں قدم رکھا لیکن.....وہ اگلے پل سانس نہیں لے سکی

۔ساکت۔جامد۔

راہداری کے زینوں کے سامنے خون تھا بے تحاشا خون۔بے شمار۔جو بڑھتا جا رہا تھا۔روکنا کا نام

نہیں لے رہا تھا وہ خون کسی اور کا نہیں اس کی جان سے عزیز ماں کا تھا۔اس کی ماں زینوں کے اختتام گری پڑی تھی آنکھیں ایک نقطہ پر ساکت تھیں اور کنپٹی سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ان کا خوبصورت چہرہ سفید پر گیا تھا۔اس معصوم بچی کے جسم میں لرزش طاری ہونے

لگی وہ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں پائی، آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن ٹانگیں آگے نہیں بڑھ رہی۔ تھیں۔ایک دم اسے احساس ہوا اس کے پیچھے

کوئی ہے اس نے گردن موڑی اور پوری قوت سے چلائی "ماما""!۔

وہ ایک چیخ سے اٹھ بیٹھی۔اے سی کی ٹھنڈک کے باوجود جسم پسینے سے شرابور تھا۔وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

پس منظر میں فجر کی آذان کی آواز آرہی تھی۔وہ چند لمحھیں گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔پھر نظر ادھر اُدھر گھمائی۔

وہ اپنے بڑھے سے خوبصوت، پر تعش، اور لیوش کمرے میں موجود تھی۔اس نے سئیڈ لیمپ ان کیا پانی کا پڑا گلاس

لبوں سے لگالیا۔اور ایک سانس میں سارا پانی پی گئی۔ جیسے صدیوں سے پیاسی ہو۔اس کا چہرہ نائیٹ بلب کی روشنی میں واضح نہ تھا۔

وہ چند لمحے بیڈ پر بیٹھتے سوچتی رہی۔یہ خواب اس کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے تھے؟ یا ان خوابوں کا مقصد کیا تھا؟ کیوں آتے تھے؟۔

اب وہ آپنے اپر سے لحاف ہٹا کر واش روم کی اوٗر جا رہی تھی۔سشاید وزضو کرنے۔واش میں آکر۔اس نے بڑے سے قد آور آئینے میں اپنا سرپاد یکھا۔اب اس کا سراپا واضح تھا۔

وہ سیاہ نائیٹ سوٹ میں ملبوس۔لمبا قد۔دھدھیائی رنگت۔نرم ملائم مکھملی جیسی جلد۔

خوبصورت لمبے، گھنے سیاہ بال جو گھٹنوں سے نیچے آرہے تھے۔بلکل رپنزل کی طرح مگر رپنزل کے بال سنہرے تھے اور اس کے سیاہ۔

پتلا جسم بلکل اکٹرس کی طرح۔خوبصورت، پرکشش نقش اور پتلے نقش۔اور آنکھیں وہ گویا گہرا سمندر تھیں لیکن۔۔۔اس سمندر کا رنگ سبز تھا۔،

کیونکہ اس کی آنکھوں کا رنگ ہیزل گرین تھا۔وہ حسین تھی۔بلا کی حسین۔سادگی میں بھی قیامت ڈھاتی تھی۔اور اس کی آواز وہ گویا کویل کی جیسی تھی خوبصورت اور سریلی،بولتی تو سب سنتے بنارو کے بنا تھکے۔

وہ مرینا عبدل ستار تھی۔عبدل ستار عالمگیر کی اکلوتی بیٹی۔عالمگیر فاروقی راجپوت کی اکلوتی پوتی۔

پورے راجپوت خاندان کی اکلوتی لڑکی۔

فجر کو باسی ہوئے کئی ساعتیں ہو چکی تھیں۔یہ منظر راجپوت محل کے گارڈن کا ہے اگر تم اندر جھانک کر دیکھو تو

مرینا عبدل ستار اور عالمگیر فاروقی گارڈ کا وچ پر براجمان تھے بیچ میں میز رکھی تھی۔

لیکن۔۔۔ایسا کہانی کا مزہ نہیں آئے گا کیوں نہ پہلے راجپوت محل کی سیر کی جائے؟۔

یہ محل اسلام آباد کے پوش علاقے میں واقع ہے جیسے راجپوت محل کہا جاتا ہے۔یہ محل سفید، اور سنہیری، رنگ کا بنا ہوا۔چاوروں طرف موٹے ستون۔اگر آگے آکر دیکھو گے تو پہلے چار موٹے ستون۔اس کے پیچھے بڑا دروازا اندر جانے کے لیے۔دروازے کی چھت کے اپر بڑا گول فانوس جس میں موٹے سنہری بالز لٹک رہے تھے لٹک رہا تھا۔دائیں، بائیں طرف دو موٹے ستون بنے تھے اور ان میں خوبصورت کھڑکیاں نظر آتی تھیں۔اور آگے آؤ تو ایک بیریئر بنا تھا دونوں طرف سڑیاں لگی تھیں۔

اپر محل کی جانب جانے کے لیے۔اس سے اور آگے آؤ تو گارڈن بنا تھا۔بیچوں بیچ پانی کا خوبصورت اور بڑا فوارہ بنا تھا۔اور

www.novelsclubb.com

اس سے آگے ایک بہت بڑا گیٹ اندر جانے کے لیے۔

چاوروں اطراف میں گارڈن اور بیچ میں موجود یہ محل۔یہ محل ہر کسی کا خواب ہو سکتا تھا۔ایک دفاع دیکھو تو کئی لمحے دیکھتے جاؤ یہ محل آنکھوں کو خیرہ کر دیتا تھا۔

کیسا لگا راجپوت محل؟۔

مرینااور عالمگیر فاروقی دونوں پچھلے طرف والے گارڈن میں موجود تھے مرینانے گلابی رنگ کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس ساتھ اس ہی جوڑے کا دوپٹہ سر پے لیے بیٹھی تھی۔البتہ عالمگیر فاروقی صاحب شلوار قمیض میں ملبوس آنکھوں پے چشمالگائے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ وہ بارعب شخصیت کے مالک لگتے تھے۔لیکن خیر تھے نہیں۔وہ بہت صاف دل اور پر خلوص شخصیت کے مالک تھے۔اتنی امیری کے باوجود ان کی شخصیت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔آج بھی نرم طبیعت اور ذہین اور سمجھدار قسم کے مالک تھے۔جو فیصلہ کرتے صحیح ثابت ہوتا تھا۔

مرینا کی ہیزل گرین آنکھیں اپنے سامنے کھڑے تیس یا بتیس برس کے نوجوان پر جمی تھیں جس کی آنکھوں کا رنگ سیاہ تھااور رنگت گہری سانولی۔لیکن پھر بھی ہینڈسم،اور ڈیشنگ نظر آرہا تھا۔سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھااور سر پر سیاہ سندھی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔وہ مسکرا بھی رہا تھا۔

نام کیا بتایا؟مرینانے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

بی بی جی صیفی احمد جی۔وہ ہنز وہور مسکرا رہا تھا۔

اب کے عالمگیر فاروقی نے چشما اتارا اور مکمل اس کا جائزہ لیا اخبار اور چشما ساتھ پڑی میز پر رکھا۔

احمد فراز (ڈرائیور) کے بیٹے ہو۔انہوں نے اسے سنجیدگی سے دیکھ کر پوچھا۔

جی۔

یہاں نوکری کیوں کرنا چاہتے ہو اچھے خاصے پڑھے لکھے اور خوش شکل اور جوان ہو کوئی سرکاری نوکری مل جائے گی۔انہوں سے اس کی شخصیت دیکھ کر تبصرہ کیا۔

صیفی گویا پھٹ پڑا۔

صاحب جی سرکاری نوکری کے لیے پیسے دینے پڑھتے ہیں۔نہ ہی مجھے رشوت دے کر جہنمی بنانا ہے۔اور نہ ہی میرے پاس اتنے پیسے ہیں۔اس نے جھنجھلا کر کہا۔دوسری بات ابا نے کہا تھا آپ لوگوں کو گھر کے لیے نوکر نہی ہیڈ بٹلر چاہیے جو سارے اسٹاف کے کام پر نظر رکھے اور انہیں ٹھیک سے کام کرنے کی تلقین کرے۔اور اس میں ماشاءاللہ اب کے صیفی کی آنکھیں چمکیں ۔۔۔بہت اچھا پیسا ملتا ہے۔

وہ اس لیے کے کام کرنے سے زیادہ کسی کو صحیح طرح کام کروانا مشکل ہے۔اتنے میں مرینا اب بولی۔

خیر ہمارے گھر میں مالی، کک، گارڈز اور بٹلرز کو ملا کر ٹوٹل تیئیس اسٹاف موجود ہے۔اور تم ان میں ہیڈ ہو گے اس مہینے کے لیے تمہیں ٹرائیل دینا ہے اگلے مہینے سے سلڑی شروع۔ مرینا فیصلہ لے چکی تھی۔

شکریہ بی بی جی۔وہ اسے مرینا سے بولا لیکن سر جھکا کر۔

شادی شدہ ہو"!۔یہ عالمگیر فاروقی صاحب تھے۔"

نہیں نکاح ہوا ہے۔اس نے مسکرا کر بتایا گویا یہ مضموع اسے پسند آیا ہو۔

نکاح کے نام پر مرینا عبدل ستار کے آگے سایہ لہرایہ۔ گردن میں گلٹی سی ابھری۔آنکھوں کے سامنے وہ فوٹو فریم لہرایا۔

وہ ایک فوٹو فریم تھا۔جس میں چار سالہ معصوم بچی جس نے سر پر سرخ رنگ کا دوپٹہ لے رکھا تھا۔اور ساتھ بیٹھا دس سالہ شہزادہ۔دودھیا رنگت۔پر کشش نقش۔آنکھیں ہیزل گرے۔

لمبا قد۔وہ شہزادوں جیسا حسن رکھتا تھا۔اب کیسا لگتا ہو گا۔اسے کیا؟وہ کیوں سوچ رہی ہے؟وہ تصویر بیس سال پرانی تھی۔خیر اس نے سر جھٹکا۔لیکن کیا محبت ایسے جھٹک جاتی ہے؟۔نہیں ناں؟۔

وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی مگر حاضر دماغ نہیں۔

صیفی اپنی فیملی کے بارے میں بتا رہا تھا اور وہ سن رہے تھے۔عالمگیر فاروقی کے وفادار ڈرائیور کا بیٹا تھا کیوں نہ سنتے اسے۔درخوت اور اپرا اٹھے سورج اسے بولتے ہوئے اور ان دونوں کو سنتے دیکھتے رہے۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

یہ منظر راجپوت محل کے لگجریئس ڈائینگ حال کا ہے۔سفید اور سنہری رنگ کا بنا پر تعش ڈائینگ حال چھت سے لٹکتے سنہری فانوس۔برتن بھی سفید اور سنہری رنگ کے شیشے کے۔یہاں پر ہر چیز کی قیمت مثال آپ تھی۔جیسے یہ محل باہر سے خوبصوت دیکھتا تھا ویسے ہی اندر بھی تھا۔آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا۔

ڈائیونگ حال میں خاموشی تھی۔سب رغبت سے ناشتہ کر رہے تھے۔بس کانٹے اور چھریوں کی آوازیں آتی تھیں۔

سربراہی کرسی پر عالمگیر فاروقی براجمان تھے۔دائیں طرف عبدل ستار عالمگیر۔بائیں طرف صدام عالمگیر۔ان کے ساتھ ان کی بیوی نازیہ بیگم۔ان کے سامنے مرینا۔مرینا کے ساتھ زارون صدام۔اور اس کے ساتھ اس کا بڑا

بھائی حارث صدام۔صیفی سائیڈ میں مؤدب سا کھڑا تھا۔کسی کو ضرورت پڑی تو بلائیں گیں۔

دفعتاً عبدل ستار کنکھارے۔سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

باباجان میں نے.... توقف کیا تھوک نگلا۔مرینا کے لیے خلا کا نوٹس کورٹ میں دے دیا ہے۔

انہوں نے سرسری سا بتایا البتہ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔پتا نہیں کیا کہیں گیں۔

یک دم ڈائیٹنگ حال میں سناٹا چھا گیا۔گہرا سکونت۔کانٹے اور شہریوں کی آوازیں بند ہو گئیں ۔سب یک ٹک عبدل ستار کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔مرینا وہ سانس نہیں لے سکی۔وہ تھم گئی ایک دم چہرہ موڑ کر اپنے باپ کو دیکھا۔اس سے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔ہے ناں؟

کیا کہا؟ عالمگیر فاروقی نے اس وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ شاید غلط سنا ہو۔

میں مرینا کا خلہ کا نوٹس کورٹ میں دے آیا ہوں۔ انہوں نے پھر اپنی بات دہرائی۔

مرینا کے لیے یہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ سفید پڑھنے لگا تھا۔

بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو پتا ہے یہ کتنا بڑا فیصلہ ہے۔ اس سب میں اب صدام عالمگیر بولے تھے۔

مرینا بیٹا تم جا کر چائے بنا کر لے آؤ۔ نازیہ بیگم نے مرینا کو منظر سے ہٹانا چاہا۔

وہ جی کہہ کر تیزی سے نکل گئی۔

یہ کیا بد تمیزی ہے عبدل ستار۔ عالمگیر فاروقی دھاڑے۔

بابا جان ریلکس۔ صدام نے انہیں کنٹرول کرنا چاہا۔

بد تمیزی نہیں ہے اپنی بیٹی کا فیوچر صحیح کر رہا ہوں۔ جو شخص بیس سال میں نہیں آیا وہ اب کیا آئے گا۔

اور آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر بھائی واپس آجائیں گے۔؟ان کی آواز تیز نہیں تھی مگر دھمی بھی نہیں۔

عالمگیر فاروقی صاحب کا غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔وہ عبدل ستار کو بس دیکھ رہے تھے۔ان کا بس چلتا گھر سے نکال لیتے لیکن۔اپنی اولاد کو کون نکالتا ہے؟ بے بسی۔

حارث اتوار کو تمہاری ڈھولکی ہے اس کی تیاری ہو گئی؟ عالمگیر فاروقی نے انہیں نظر انداز کیا۔

اگر عبدل ستار نے کورٹ میں نوٹس دے دیا ہو گا تو وہ بھی عالمگیر فاروقی تھے ان کی اجازت کے بغیر وہ نوٹس کورٹ کے جج تک کیا۔وکیل تک نہیں پہنچے گا۔انہیں یقین تھا۔

جی دادا جان۔حارث نے نرمی اور احترام سے جواب دیا۔

نازیہ بیٹی آپ مرینا کے ساتھ شاپنگ پر جانا اسے کچھ سامان لینا ہے۔وہ یہ کہہ کر اپنی کرسی دخیل کرا اٹھ کر ڈائیونگ حال سے نکل گئے۔

بھائی آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ بابا جان سے اتنی آسانی سے اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ صدام کو ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا۔

میں اپنی بیٹی کا مستقبل سوچ رہا ہوں۔انہوں نے ترک جواب دیا۔

آپ گڑیا کی طلاق کروا کر اس کا مستقبل بنا رہے ہیں۔یہ حارث تھا۔

زارون تو مرینا کے ساتھ ہی اٹھ کر چلا گیا تھا۔زارون مرینا سے دو سال چھوٹا تھا۔

ہاں یہ میرا فیصلہ ہے اور اب میری بیٹی اس عناق اورنگزیب کے لیے ساری زندگی بیٹھی نہیں رہے گی۔وہ بھی کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔

صیفی البتہ خاموش تماشائی بنا رہا۔یا پھر؟

وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔یہ کیا ہو رہا تھا ایک کا گھر بس رہا تھا دوسرے کا ٹوٹ رہا تھا۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

یہ اسلام آباد کا سب سے بڑا اور پاکستان میں تیسرے نمبر پر آنے والا

Centaurus mall

تھا۔یہ مال اپنے یونیک ڈیزائن کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔یہ مال بھڑی جہاز کی شکل کا بنا ہوا ہتھا۔اور چھت کے اپر تین اونچی عمارتیں جن میں رہائش موجود تھی یہ مال اور ہوٹل دونوں کا کام کرتا ہے۔مطلب اگر کوئی اسلام آباد گھومنے آیا ہے اور وہ ہوٹل کے روم میں نہیں رہنا چاہتا تو یہ اس عمارت کے بنے اپارٹمنٹ لے سکتا ہے یہاں تین سے پانچ کمروں والے اپارٹمنٹ موجود ہیں۔ان اپارٹمنٹ میں کچن واش روم ہر طرح کے کچن کا سامان واشنگ مشین۔غرض گھر والی ہر چیز موجود تھی۔بس سامان لاو بوکنگ کرواؤ اور ایک اور گھر تیار۔یہ اپارٹمنٹ سیل کے لیے نہیں بلکہ ہوٹل کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔یعنی گھومتے فرتے اس اپارٹمنٹ میں آؤ تو اپنا گھر لگے۔

یہ اپارٹمنٹ اپنے گھر جیسی لوگوں کو پرائیویسی اور سکون دیتے ہیں۔

اپر اپارٹمنٹ اور نیچے پورا مال بنا ہو تھا۔

لیکن.....آج مرینا عبدل ستار اور نازیہ بیگم اس مال میں خریداری کرنے میں مصروف تھیں ۔مرینا کو ڈھولکی کا ڈریس لینا تھا اور نازیہ بیگم کو تھوڑا بہت سامان۔اس وقت وہ دونوں ایک

بوتیک کے اندر موجود تھیں۔ مختلف۔ پیارے اور مہنگے کام دار جوڑے۔ اسی میں سے ایک سبز رنگ کا جوڑا لیے مرینا قد آدم آئینے کے سامنے کھڑی اپنے اپر لگا کر چیک کر رہی تھی۔ اس نے خود سیاہ رنگ کے ٹوپیس پر اس کا ہی دوپٹہ سر پر لیے کھڑی تھی۔ ساتھ لوئی وتون کا نیو کلیکشن بیگ۔ ایم کے کی سفید ہیلز۔ کارٹر کی نیو کلیکشن واچ۔ وہ چلتا پھرتا برینڈ تھی۔ اس کی ہر چیز مثال آپ تھی۔ خود بلا کی حسین اور چیزیں۔ خوبصورت اور پر تعیش۔

وہ اس ڈریس کو خود سے لگا کر دیکھ رہی تھی کہ اسے ائینے میں پیچھے کھڑے صیفی کا عکس نظر آیا۔ وہ پیچھے کھڑا سفید شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ پشت پر باندھے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔ عالمگیر فاروقی نے صیفی کو ان کے ساتھ بھیجا تھا۔

www.novelsclubb.com

تم یہاں کھڑے ہو، چاچی ماں کے پاس جاؤ انہیں ضرورت ہو گی تمہاری؟ مرینا اب دوسرا جوڑا لگا کر دیکھ رہی تھی تب بولی۔ نازیہ بیگم ابھی باہر گئی تھیں دوسرا سامان وغیرہ لینے۔

صیفی جواد ھر اُدھر دیکھ رہا اس کی بات پر چونکہ۔ پھر اسے دیکھا۔ چھوٹی بیگم صاحبہ جی بڑے صاحب جی نے مجھے آپ کی حفاظت کے لیے کہا تھا۔اس لیے میں یہاں کھڑا ہوں۔اس نے بڑی نرمی اور مؤدب لہجے میں جواب دیا۔

مگر پتا نہیں کیوں مرینا کو اس سے عجیب سی چڑ ہو رہی تھی۔اسے کام پے رکھے دو ہفتے ہو گئے تھے اور یہ عالمگیر فاروقی کا پسندیدہ بن گیا تھا۔شاید اسی لیے کیونکہ مرینا عبدل ستار اپنے دادا جان کے معاملے میں پوزیسو تھی اسے اپنے دادا کی کسے دوسرے کو زیادہ اٹینشن دینا پسند نہیں تھا۔

میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔وہ غصے سے بولی۔اب اتنے دونوں کا ضبط کیا غصہ کہیں تو نکالنا تھا ناں؟۔یہ لو جا کے کاؤنٹر پر پیمنٹ کرو۔ساتھ اسے ڈریس اور کریڈٹ کارڈ پکڑایا اور خود بوتیک سے نکل گئی۔

صیفی اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔اس نے کچھ غلط کہا تھا کیا کہ اس کی چھوٹی بیگم صاحبہ کو غصہ آگیا۔

اس نے سر جھٹکا اور کاؤنٹر کی اوٗر بڑ گیا۔

مرینا اوٹلیٹ سے باہر نکلی تو وہ فوڈ کورڈ کی جانب بڑ گئی۔

ون ڈبل شارٹ اسپریسو۔کافی شاپ پر بارستا کو آرڈر دیا۔ابھی پلٹی ہی تھی کہ اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔ صیفی اس کے پیچھے مناسب فاصلے پر کھڑا تھا۔

تم یہاں کیسے پہنچے۔کیا بھوتوں کی طرح میرا پیچھا کر رہے ہو۔وہ اسے گھور کر بولی۔اس کی خوبصورت ہیزل گرین آنکھیں تھوڑی اور بڑی ہوئیں۔اور زیادہ خوبصورت لگنے لگیں۔

نہیں بیگم صاحبہ جی میں بس صاحب جی کا حکم مان رہا ہوں۔وہ پھر سے مؤدب سا بولا۔

اس کے پاس اتنا احترام کہاں سے آتا تھا؟

اس حکم میں پیچھا کرنا لکھا تھا؟۔ہاں؟۔اس کا غصہ پتا نہیں کیوں بڑھ رہا تھا۔اسے غصہ نہیں آتا تھا۔مگر پتا نہیں کیوں اس صیفی پر اسے بہت غصہ آتا تھا۔

وہ بہت معصوم اور حسین تھی۔اس کا دل بھی اتنا ہی معصوم اور شفاف تھا۔وہ کسی کی چالاکی یا یا جلن وغیرہ نہیں سمجھ پاتی تھی۔مگر جواب دینے میں طوبہ۔ میٹھی چھڑی تھی۔دوسروں کو باتوں باتوں میں قتل کر ڈالے کسی کو پتا بھی نہ چلے۔

مرینا عبدل ستار خود آرکیٹیکچر کی اسٹوڈنٹ تھی۔لاسٹ سیمسٹر اس کے بعد کے اسے اپنی فرم کھولنے کا شوق تھا۔ مگر پہلے اسے کہیں جاب کرنی تھی تاکہ پریکٹس ہو۔اس نے کئی جگہ انٹرویو دے رکھا تھا۔اور ان لائین اچھی اور بڑی فرم میں اپنی سی وی بھی دے رکھی تھی۔اب جواب آنے کی دیر تھی۔

میم آپ کی کافی۔بارستا اس کی طرف کافی کا گلاس برائے ہوئے تھا۔

وہ ابھی اسے لینے ہی والی تھی کہ۔۔۔۔۔

اتنی جلدی صیفی آگے بڑھا اور وہ گلاس بیرے سے لے کر اس کے آگے کیا۔

مرینا حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی یہ کاروائی دیکھ کر رہ گئی۔یہ اتنی جلدی ہوا تھا کہ اسے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔وہ کبھی صیفی یا کبھی اس کے ہاتھ میں پکڑے کافی کا گلاس دیکھ رہی تھی۔اب صیفی بارستا کو کریڈٹ کرد دے رہا تھا۔

بیگم صاحبہ جی پن انٹر کیجیئے۔اب وہ اس کی طرف سوئیپ مشین برائے ہوئے تھا۔اس نے جلدی سے پن کو ڈڈالا۔اور صیفی کے ہاتھ سے چھپٹنے کے انداز میں گلاس لیا۔اور آگے نکل گئی۔ صیفی اس کاؤنٹر والے سے کارڈ لے کر اس کے پیچھے لپکا۔

اب وہ سب پارکنگ لاٹ میں کھڑے تھے صیفی مرینا کے لیے گاڑی کا دروازا کھول رہا تھا۔وہ اندر بیٹھ گئی۔دوسری طرف سے نازیہ بیگم کے لیے گارڈ دروازا کھول رہا تھا وہ دونوں جب بیٹھیں تو صیفی نے ڈرائیور والی جگہ سنبھالی کیونکہ آج اس کے ابا جی نہیں آئے تھے۔سو وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔گارڈ کی گاڑی پیچھے تھی۔اور وہ دونوں پیچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔

بابا نے بتایا تھا۔ تمہیں نیار کھا ہے۔احمد بھائی کے بیٹے ہو؟۔وہ آج کیوں نہیں آئے۔گاڑی آگے بڑھی تو نازیہ بیگم کے سوالات شروع ہو گئے۔

جی میں احمد کا بیٹا ہوں۔آج ان کی طبیعت خراب تھی۔ صیفی موڑ کاٹتے ہوئے۔انہیں احتراماً سارے سوالات کے جوابات دے رہا تھا۔

دیکھو صیفی تمہیں سارے گھر کے کام کرنے ہیں۔اسٹاف کو سنبھالنا ہے اور.....وہ آگے کچھ اور بھی کہہ رہیں تھیں۔ صیفی چپ کر کے سن رہا تھا مرینا موبائل استعمال کر رہی تھی۔

اب ان کی گاڑی آگے جاری تھی آوازیں کم ہوتی گئیں یہاں تک کے ختم۔ پیچھے مال کی لمبی عمارتیں اور سورج ان کو جاتے دیکھے گئے۔

XXXXXXXXXXXXXX

فاروقی شاہنواز راجپوت کو اللہ تعالیٰ نے بس اکلوتی اولاد دی تھی۔ایک بیٹا جس کا نام انہوں نے عالمگیر فاروقی راجپوت رکھا تھا۔وہ خود اکلوتے تھے اور امیر خاندان میں پیدا ہوئے۔ تو زمینیں اور ساری جائیداد ان کی تھی۔انہوں نے عالمگیر فاروقی کو اچھا پڑھایا لکھایا اچھا انسان بنایا۔ پھر اپنے دوست کی بیٹی سفینہ سے ان کی شادی کروائی۔

عالمگیر فاروقی صاحب بہت ہوشیاری اور نرم اور شفاف دل آدمی تھے۔انہوں نے باپ کے جانے کے بعد۔زمینوں اور باکی ساری چیزوں کا خود دھیان رکھا۔ پھر دوست کے ساتھ مل کر ایک امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس شروع کیا۔چونکہ ان کی زمینیں اور کھیتیں تھیں تو وہ پھل اور

سبزیاں امپورٹ ایکسپورٹ کرتے تھے۔یہ ہی نہیں انہوں نے اولڈ ایج ہوم مس اور کئی اور فانج اور اہسپتالیں کولیں۔

پھر ان کی شادی ہو گئی۔سفینہ بہت اچھی اور نرم دل خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹے آتا کیے۔

پہلا اورنگزیب عالمگیر فاروقی۔

دوسرا عبدل ستار عالمگیر فاروقی۔

تیسرا صدام عالمگیر فاروقی۔

انہوں نے اپنے بیٹوں کی اپنی بیگم کے ساتھ مل کر اچھی طربیعت کی اور انہیں اچھی اور بہترین تعلیم دلوائی۔

مگر انہیں بیرونی ممالک جانے یا وہاں پڑھنے سے نفرت تھی۔کیونکہ ان کے دادا

شاہنواز راجپوت پاکستان اور انڈیا کی آزادی کی لڑائی میں شہید ہو گئے وہ فوجی تھے۔ان کا مانا تھا اگر انگریز نہ آتے تو یہ سب نہ ہوتا۔ خیر۔انہیں انگریزوں سے چڑ تھی خاص طور اب جو قلسطن کا حال ہے۔یا جو پہلے بھی تھا۔اس لیے وہ ان کے خلاف تھے۔

انہیں نفرت تھی سخت نفرت بیرونی ممالک جانے سے۔

خیر ان کے بچے بڑے ہوئے۔ان کی شادیاں ہوئیں۔

اورنگزیب عالمگیر کی ان کی دوست کی بیٹی فاریہ سے۔

عبدل ستار عالمگیر کی بھی ان کی دوسرے دوست نمیز خان کی بیٹی ھدیہ نمیز سے۔

صدام عالمگیر کی اپنی یونیورسٹی فیلو نازیہ سے۔

پھر وہ دادا کے رتبہ پر فائز ہو گئے۔

زندگی نے سفینہ عالمگیر کو مہلت نہ دی سو وہ اپنا ہوتا یا، پوتی دیکھنے سے قبل ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ان کی موت راجپوت خاندان کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ مگر وقت رہتے سب سنبھال

گئے۔ مگر عالمگیر فاروقی کو اپنی بیوی سے بہت محبت، عقیدت اور احترام تھا۔ وہ ان کی ساتھی تھیں ہمسفر۔ ان کے بعد وہ اکیلے ہو گئے تھے۔ جو کھولا ان کے پوتوں اور پوتی نے پر کیا تھا۔ مگر بیوی انہیں آج بھی یاد آتی تھیں۔ وہ انہیں نہیں بھول سکتے تھے۔ وہ آج بھی ان کے دل میں وہی مقام رکھتی تھیں جو پہلے تھا۔

عالمگیر فاروقی نرم دل تھے مگر ان کی شخصیت میں ایک رعب سا تھا جو سب ان کی بات مانتے تھے۔ وہ ہوشیاری تھے۔ سو انہوں نے جیسے دیکھا بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے اپنی جائیداد اپنے بچوں میں مکمل اور برابر حصے میں تقسیم کر دی۔

اورنگزیب عالمگیر بزنس سنبھالنے لگے۔ عبدل ستار نے اورفانج، اولڈ ایج ہومس اور اسپتال کی زمیداری لے لی۔ صدام عالمگیر وہ ڈی جی تھے انہیں بچپن سے پولیس میں جانے کا شوق تھا سو وہ انہوں نے پورا کیا۔ اور عالمگیر فاروقی کو اپنے تینوں بیٹوں پر فخر تھا۔

مگر ایک دن زندگی ایسی پلٹی کے ہر چیز تہس نہس ہو گئی۔ ان کا اپنے بچوں پر فخر، یقین، مان سب ٹوٹ گیا۔

سب کچھ۔

بربادی یہاں سے شروع ہوئی تھی راجپوت خاندان کی۔

جیسے سمٹتے سمیٹتے عالمگیر فاروقی راجپوت تھک گئے تھے۔

جن کا زوال ہی اپنے ہوں۔تو دوسروں سے کیا شکوہ۔

شام ڈھلتی جارہی تھی رات کی چاندنی اپنے ساتھ اسلام آباد کے لیے ہلکی ہلکی رم جھنم لائی تھی۔ اور ایسے میں راجپوت محل کے اندر جھانکو تو باہر کی ساری بتایاں کھول دی گئی تھیں۔اور اگر اس وقت اس محل کو دیکھ گے تو آنکھیں کھیرا ہو جائیں گی۔

مرینا عبدل ستار اس وقت کچن میں اپنے پیارے دادا جان کے لیے چائے بنانے میں مصروف تھی۔وہ ایک یہی کام کرتی تھی۔وہ چائے بہت اچھی بناتی تھی۔اس کی ہاتھ کی چائے کے سب دیوانے تھے۔اس وقت بھی وہ یہی کر رہی تھی۔

کچن سے باہر نکل کر زر الاؤنج میں آؤ تو یہ لاؤنج سنہری اور سفید رنگ کے صوفوں اور دیواریں سے آراستہ تھا۔ کونوں میں کیلے کے پتوں کے بڑے بڑے گملے صوفوں کے بیچ میں بڑی سی کافی ٹیبل۔اور ایک خوبصورت دیوار میں نسب سنہری رنگ کا بنا۔آتش دان۔کونے میں رکھے ریک پر شوپیسس۔

اس وقت انہیں صوفوں پر۔عالمگیر فاروقی۔عبدل ستار اور صدام براجمان تھے۔موضوع گفتگو حارث کی شادی کی تیاریاں تھیں۔حارث میجر تھا اسے فوج میں جانے کا شوق تھا سو وہ فوجی بنا اب میجر کے عہدے پر تھا۔اس وقت وہ ڈیوٹی پر موجود تھا۔

زارون اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔نازیہ بیگم اپنے رشتے دار کے یہاں عیادت پر گئی تھیں ۔غالباً ان کے رشتے دار کی طبیعت ناساز تھی۔

کل ڈھولکی کے لیے باہر کا لان سجائیں گے۔عالمگیر فاروقی نے صدام کو دیکھ کر کہا۔

جی۔صدام فورا مان گئے۔

عبدل ستار چپ تھے۔عالمگیر فاروقی ان سے ناراض تھے۔

حارث کو کہو اب چھوٹی کی درخواست دے دے۔شادی کو صرف ایک مہینہ رہتا ہے۔عالمگیر فاروقی نے خفگی سے کہا۔

میں نے کہا تھا۔مگر آپ کو پتا ہے فوجیوں کو چھوٹی کہاں جلدی ملتی ہے۔انہوں نے بیٹا کا مسلئہ پیش کیا۔

تبھی صیفی اندر داخل ہوا ساتھ بٹلر تھا جس کے ہاتھ میں ٹرالی تھی اس پر چائے کے مگ، کٹلی اور چائے کے لوازمات، بسکٹ، نمکو وغیرہ۔

وہ اندر داخل ہوا تو صیفی نے بٹلر کو بیج دیا۔اب وہ ان کے لیے کپس میں چائے انڈیل رہا تھا۔عالمگیر فاروقی نے ادھر اُدھر دیکھا۔مرینا تو نہیں ہے اور ابھی جو بسکٹ کی پلیٹ صیفی نے ٹیبل پر رکھی تھی انہوں نے اس پلیٹ سے بسکٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے ان کے ہاتھ کے اپر ایک دھدھیا سفید رنگت اور مخروطی انگلیوں والا ہاتھ رکھ دیا گیا تھا۔انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا وہاں مرینا کھڑی تھی۔دھوپھر والے لباس میں۔

وہ روک کر اسے دیکھن سے باہر نکل کر زرا لاؤنج میں آؤ تو یہ لاؤنج سنہری اور سفید رنگ کے صوفوں اور دیواریں سے آراستہ تھا۔ کونوں میں کیلے کے پتوں کے بڑے بڑے گملے صوفوں کے بیچ میں بڑی سی کافی ٹیبل۔ اور ایک خوبصورت دیوار میں نسب سنہری رنگ کا بنا۔ آتش دان ۔ کونے میں رکھے ریک پر شوپیسس۔

اس وقت انہیں صوفوں پر۔ عالمگیر فاروقی۔ عبدل ستار اور صدام براجمان تھے۔ موضوع گفتگو حارث کی شادی کی تیاریاں تھیں۔ حارث میجر تھا اسے فوج میں جانے کا شوق تھا سو وہ فوجی بنا اب میجر کے عہدے پر تھا۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر موجود تھا۔

زارون اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔ نازیہ بیگم اپنے رشتے دار کے یہاں عیادت پر گئی تھیں ۔ غالباً ان کے رشتے دار کی طبیعت ناساز تھی۔

کل ڈھولکی کے لیے باہر کا لان سجائیں گے۔ عالمگیر فاروقی نے صدام کو دیکھ کر کہا۔

جی۔ صدام فورا مان گئے۔

عبدل ستار چپ تھے۔ عالمگیر فاروقی ان سے ناراض تھے۔

حارث کو کہو اب چھوٹی کی درخواست دے دے۔شادی کو صرف ایک مہینہ رہتا ہے۔عالمگیر فاروقی نے خفگی سے کہا۔

میں نے کہا تھا۔مگر آپ کو پتا ہے فوجیوں کو چھوٹی کہاں جلدی ملتی ہے۔انہوں نے بیٹا کا مسلئہ پیش کیا۔

تبھی صیفی اندر داخل ہوا ساتھ بٹلر تھا جس کے ہاتھ میں ٹرالی تھی اس پر چائے کے مگ، کٹلی اور چائے کے لوازمات، بسکٹ، نمکو وغیرہ۔

وہ اندر داخل ہوا تو صیفی نے بٹلر کو بیج دیا۔اب وہ ان کے لیے کپس میں چائے انڈیل رہا تھا۔عالمگیر فاروقی نے ادھر اُدھر دیکھا۔مرینا تو نہیں ہے اور ابھی جو بسکٹ کی پلیٹ صیفی نے ٹیبل پر رکھی تھی انہوں نے اس پلیٹ سے بسکٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے ان کے ہاتھ کے اپر ایک دھدھیا سفید رنگت اور مخروطی انگلیوں والا ہاتھ رکھ دیا گیا تھا۔انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا وہاں مرینا کھڑی تھی۔دھوپھر والے لباس میں۔

وہ روک کر اسے دیکھنے لگے جو خفگی اور فکر مندی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

پیچھے سب کی دبی دبی ہنسی نکل رہی تھی۔جسے وہ روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

داداجان کتنی مرتبہ کہا ہے۔صحت پر نو کمپرومائز۔وہ خفگی سے بولی۔آپ نے صبح ہی دو گلاب جامن کھائے تھے اور ابھی۔میں کیسے روکوں آپ کو۔وہ روہانسی ہو رہی تھی۔آپ کو اپنی صحت کا خیال نہیں ہے بلڈ شوگر آپ کی ہمیشہ ہائے ہوتی ہے پھر بھی آپ میری بات نہیں مانتے ۔اب میں آپ سے ناراض ہوں۔وہ گویہ فیصلہ کر چکی تھی۔

اور عالمگیر فاروقی اپنی جان سے عزیز پوتی کو کیسے ناراض دیکھ سکتے تھے۔وہ بھی اپنے آپ سے۔ یہ ناممکن تھا۔

وہ اب سامنے عبدل ستار کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔اور ناراضی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

میر لپچہ مجھے سے ناراض ہو گیا۔ابھی سوری آئیندہ نہیں کھاؤں گا پکا۔وہ پیار سے دیکھ کر اسے بھلا رہے تھے۔جو ناراضی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

نہیں آپ نہیں مانے گے۔وہ اٹل تھی۔

نہیں۔مانوں گا پکا۔وہ بھی بضد تھے۔

میں آپ کو پنشمنٹ دوں گی۔ بچپن میں جب میں آپ کی بات نہیں مانتی تھی آپ پنشمنٹ دیتے تھے بلکل اسی طرح۔

عالمگیر فاروقی کا حیرت سے منہ کھل گیا۔ بھئی انہوں نے کب اسے پنشمنٹ دی تھی۔وہ تو اسے کبھی ڈانٹتے بھی نہیں تھے۔مرینا کہی رہی تھی۔

سو آپکی پنشمنٹ یہ ہے کہ آج سے آپ کو میرے ہاتھ کی چائے نہیں ملے گی۔اب اس۔ صیفی کی طرف اشارہ کیا جو کونے میں کھڑا ان کی باتیں ملاحظہ فرما رہا تھا۔ صیفی کی ہاتھ کی ملے گی۔وہ گویا اٹل تھی۔

یہ مت کرنا۔ تمہیں پتا ہے نہ ج جان دادا کی چائے مجھے پسند ہے۔انہوں نے معصوم شکل بنا کر کہا تو۔سب لوگ ہنس دیے۔

لیکن دادا تو جان دادا کی بات نہیں مانتے نہ۔وہ بھی انہیں کی پوتی تھی۔اٹل۔

مرینا ایک بات تو بتاؤ۔صدام نے مرینا کو مخاطب کیا۔

www.novelsclubb.com

جی پاپا پوچھیے۔وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

وہ عبدل ستار کو بابا اور صدام کو پاپا کہتی تھی۔کیونکہ حارث اس کا دھدھ شریک بھائی تھا سو اس لیے۔اور نازیہ کو چاچی ماں۔وہ اپنی ماں کا عہدہ کسی کو نہیں دیتی تھی۔اس کے لیے اس کی ماں ایک تھی جو اب اس دنیا میں نہیں تھی۔

تم نے کہا بابا جان تمہیں پنشمنٹ دیتے تھے۔وہ محبت سے اسے دیکھ کر نرمی سے کہہ رہے تھے۔مگر سچ تو یہ ہے کہ اول تو تمہیں پنشمنٹ ملتی نہیں تھی۔دوئم تمہاری حصے کی بھی پنشمنٹ بھی عناق لے لیتا تھا۔وہ روانی میں بول گئے۔مگر جب احساس ہوا تو۔دیر ہو چکی تھی۔

سب کے چہرے سپاٹ ہو گئے تھے بس عالمگیر فاروقی ہی تھے جو نارمل تھے۔مرینا وہ بس یک ٹک اپنے باپ جیسے چاچا کو دیکھ رہی تھی جو اب اسے معذرتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ایک دم ماحول میں بوجھل پن در آیا تھا۔سب خاموش ہو گئے تھے۔کئی لمحے ایسے سرک گئے۔جیسے صیفی نے محسوس کر کے ٹوڑا تھا۔

صاحب جی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ چھوٹی بیگم صاحبہ جی نے بڑی محنت سے بنائی ہے۔ صیفی چائے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ جو اس نے کپس میں بھر کر ہر ایک کے آگے رکھی تھے۔

ہوں!"۔ عبدل ستار نے ہنکارہ بھر کر کہا۔ اور چائے کا مگ اٹھیا۔"

سوری!"۔ صدام کے لب بنا آواز ہلے جو سب نے باخوبی دیکھے تھے۔"

ویسے دادا جان پاپا کی بات سہی ہے۔ مجھے کبھی پنشمنٹ نہیں ملی۔ سو پنشمنٹ پر مٹی پاؤ۔ (مٹی پاؤ اس کا تکیہ کلام تھا۔) اس لیے آپ کی بھی کینسل۔ اس نے مسکرا کر ماحول کو ہلکہ پھلکہ کرنا چاہا۔

اس کی بات پر سب مسکرا دیے۔ مگر اس کی مسکراہٹ میں اداسی سب نے محسوس کی تھی۔ جس کی وجہ سے سب کے دل کٹ کر رہ گئے تھے۔

ڈھولکی کب رکھی ہے دادا جان۔ اب وہ ان سے نارملی پوچھ رہی تھی۔

اس اتوار کو سوچا ہے تب تک حارث کو بھی چھوٹی مل جائے گی۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا۔

کیوں حارث بھائی کو چھوٹی نہیں ملی۔اسے جیسے حیرت ہوئی۔ تبھی میں سوچوں وہ یہاں کیوں نہیں موجود ہیں انہوں نے مجھے کہا تھا وہ فنکشن سے پہلے چھوٹی لیں گے۔میں ابھی انہیں فون کر کے آتی ہوں۔وہ خفگی سے بولتی صوفے سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔سچ بات تو یہ تھی اسے فرار چاہیے تھی۔اسے رونا تھا۔اور یہاں سب کے سامنے وہ رو نہیں سکتی تھی۔یہاں اس کے ایک آنسوں پر سب نے پریشان ہو جانا تھا۔وہ سب اسے رونے نہیں دیتے تھے۔اس کے رونے سے ان سب کے دل دکھ جاتے تھے۔انہیں مرینا کے آنسوں برداشت نہیں ہوتے تھے۔ان سب کو تکلیف ہوتی تھی۔وہ سب اسے خوش دیکھنا چاہتے تھے۔جو مشکل تھا۔

صدام تم سوچ سمجھ کر نہیں بول سکتے۔جب مرینا باہر نکل گئی تو عالمگیر فاروقی بھرم ہوتے ہوئے بولے۔

صدام نظریں جھکا گئے وہ خود پیشمام تھے وہ اپنی پیاری بیٹی کو دکھ نہیں پہنچا سکتے تھے۔وہ ان سے انجانے میں ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

آئیندہ خیال رکھنا۔اب چائے پیو میری بچی نے محنت سے بنائی ہے۔انہوں نے تنبیہ کر کے سب کو چائے کی طرف متوجہ کیا۔اور خود بھی چائے پینے لگے۔

مگر اب سب کے دل اداس تھے۔یہ اداسی راجپوت محل میں جیسے گھر کر گئی تھی۔ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔چاہے کوئی خوشی ہو یا شادی۔

✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕

دو دن قبل؛۔

Germany, Berlin;

جرمنی،بیرلین؛۔

کہا جاتا ہے کہ جرمنی کے شہر بیرلین میں نوکریاں بہت جلدی ملتی ہیں۔یہ شہر راہ فرار، یا پھر روزگار کے لیے اچھا ہے۔جرمنی اپنے انھی خوبیاں اور قیمتی گنز کے لیے پہچانا جاتا ہے۔

ہماری کہانی بھی آپ کو اسی ملک کے اس شہر میں لے چلتی ہے۔

www.novelsclubb.com

یہ منظر ایک گن میکنگ فیکٹری کا تھا۔اندر جاؤ تو مختلف بڑی بڑی مشینیں۔اور لوہے کے پگھلنے اور تیل کی بوء نتھنوں سے ٹکرائے گی۔وہاں گنز بن رہیں تھیں اور کونے میں ماسک پہنے ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑے تھے۔لمبا قد۔درمیانہ جسم۔رنگت صاف۔اور پر کشش نقش۔

اب وہ فیکٹری کے لمبے بڑے گیٹ سے باہر آرہے تھے۔کالے تھری پیس میں ملبوس۔کالے چمکدار جوتے۔وہ وجیہہ لگ رہے تھے اور اپنی عمر سے بھی کم نظر آرہے تھے۔

یہ علاقہ پوش علائیقہ سے دور اور قدر سنسان تھا۔اور یہاں پر بہت سی فیکٹریاں تھیں۔جو دور دور تک نظر آرہی تھیں۔

اب وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہے تھے سیاہ چمکتی بی ایم ڈبلیو ڈرائیور سوٹ میں ملبوس باہر نکلا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا وہ اندر بیٹھے اب ان کی گاڑی۔بیر لین شہر کے خوبصورت اور صاف ستھرے شہر پر رواں تھی۔

اب وہ ایک رہائش علائیقے میں داخل ہو رہے تھے۔ان کی گاڑی ایک بڑے سے بنا چھت والے گھر کے آگے روکی تھی۔یہاں کے گھر اس تراہوتے تھے جیسے ایک بڑا چکور ڈبا ہو اس کے اپر

تھوڑا سائیڈ پر دائیں طرف اس سے تھوڑا چھوٹا ڈبہ رکھا ہو۔اور اس کے اپر اس سے بائیں جانب اس سے چھوٹا ڈبہ۔وہاں کے گھروں کی گیراج کے گیٹ نہیں ہوتے تھے۔وہ گھر باہر سے سیاہ اور نیلے رنگ کا تھا۔ان کی بھی گاڑی ایسے گھر کے آگے روکی تھی اب وہ گاڑی بنا گیٹ کے گیراج میں داخل ہو رہی تھی۔

سوٹ میں ملبوس آن ڈیوٹی ڈرائیور باہر نکلا ان کا دروازا کھولا۔

وہ باہر نکلے اور گھر کا دروازا کھلا وہ اندر داخل ہوئے۔

Guten Abend, mein Herr

(Good evening sir)

اندر داخل ہوتے ہی ملازم نے مودبانہ انداز میں سلام کیا۔پھر ان کے ہاتھ میں دھڑا کوٹ لیا۔

اندر بھی سارا گھر سیاہ اور نیلے رنگ کا بنا ہوا تھا۔

اب وہ لکڑی کے زینے چھڑتے دیکھائی دے رہے تھے۔وہ اپر اپنے بڑے اور پر تعیش کمرے میں داخل ہوئے۔اندر داخل ہوتے ہی انہیں اپنی پیاری بیوی بیڈ پر بیٹھی دیکھائی دی۔

خوبصورت نقش۔ گوری رنگت۔ درمیانہ جسم اور قد۔ وہ بہت خوبصورت تھیں۔ وہ شلوار قمیض میں ملبوس سر پر دوپٹہ اوڑھے بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھیں۔ آنکھوں پر ریڈنگ گلاسس لگے ہوئے تھے۔

اسلام علیکم کیسی ہو فاریہ۔ کیا کر رہی ہو؟۔ اورنگزیب عالمگیر اب سنگھار میز کے سامنے کھڑے اپنی گھڑی اتار رہے تھے تب پوچھا۔

وعلیکم السلام میں ٹھیک۔ انہیوں نے کتاب الٹی کر کے بیڈ پر رکھ دی۔ اب ان کی طرف متوجہ تھیں۔ کیسی رہی فیکٹری کی سیر۔ سب ٹھیک تھا۔ اب وہ گلاسس اتار رہی تھیں۔

ہاں ٹھیک تھا۔ ان کی آواز میں تھکان تھی۔ بس اب نئ گنز کو امپورٹ کرنا ہے۔ اس لیے سوچ رہا ہوں عناق کو سنگاپور بیج دوں وہ کر دے گا۔ اب وہ واش روم کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے سے یہ کام نہیں ہوتے اب بوڑھا ہو رہا ہوں۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔ جیسے اپنی بات سے متفق ہوں ۔اور اندر چلے گئے۔

ان کے واش روم جانے کے بعد فاریہ نے مبائل اٹھایا۔ اور فون ملایا۔

ہیلو۔شاید رابطہ مل گیا تھا۔

عناق بیٹا! کہاں ہو۔شاید دوسری طرف کچھ استفسار کیا گیا تھا۔

تمہارے بابا۔کو تم سے کام ہے ڈنر تک پہنچو۔۔ٹھیک اللہ حافظ۔انہوں نے کہہ کر فون رکھ دیا

۔

کس سے بات کر رہی تھی۔وہ واش روم سے نکل کر بال ٹاول سے رگڑتے آرہے تھے۔تب پو

چھا۔

عناق سے۔کہہ رہا تھا دوستوں کے ساتھ ہے۔ڈنر تک آجائے گا۔فاریہ کہتی ہوئی اٹھیں۔میں

ذرہ باہر ڈنر کا دیکھ لوں۔اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

پیچھے اورنگزیب عالمگیر بیڈ پر نیم دراز ہو گئے۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

دو دن قبل؛۔

Germany, Berlin;

جرمنی، بیرلین:۔

رات ہر اور جرمنی میں پھیل گئی تھی۔اور بیرلین شہر کے اس گھر کی اوٗر آوٗ تو باہر کی ساری سڑک اور گھروں کی بتیاں جلائی گئیں تھیں۔اس گھر کی اندر کھڑکی سے جھانکو تو تمہیں تین نفوس ڈنر کرتے دیکھائی دیں گیں۔یہ ڈائینگ حال کا منظر تھا۔ان کے سامنے مختلف پکوان رکھے ہوئے تھے۔مگر تھے پاکستانی پکوان۔

عناق تم کل سنگاپور جارہے ہو۔گنز کی امپورٹ کے لیے۔اور نگزیب عالمگیر نے چاولوں کا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے حکم سنایا۔

عناق جو اپنی پیلٹ پر جھکا ہوا تھا ان کی بات پر سر اٹھایا۔اور انہیں دیکھا۔اب وہ واضح دیکھائی دے رہا تھا۔

لمبا چھ فٹ سے نکلتا قد۔ گوری صاف چٹی رنگت۔ مناسب داڑھی اور مونچھیں جیسے پرفیکٹلی تراشا گیا تھا۔ انکھیں ہیزل گرے رنگ کی۔ پرکشش نقش۔ وہ شہزادوں جیسا حسن رکھتا تھا۔ باڈی بلڈر والی چوڑی اور خوبصورت جسامت۔ وہ حسن اور وجیہات کا شہکار مکمل مرد تھا۔ اس وقت رات کے ٹاوزر اور شرٹ میں بھی۔ ہینڈسم اور ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

جی۔ چلا جاؤں گا۔ اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ گھمبیر اور اس میں ہلکہ سا شیریں ٹچ اور دیھما لہجہ مگر مضبوط۔ اگر وہ بولتا تو لوگ اس کی آواز سننے کے لیے ترستے۔ اس کی آواز کانوں کو راحت اور سکون پہنچاتی تھی۔ سہراؤں کی کانوں کی پیاس بجھاتی تھی۔

میں نے تمہاری فلائیٹ اور ہوٹل بکنگ کروادی ہے۔ صبح کی فلائٹ ہے۔ اورنگزیب عالمگیر اب پانی کا گلاس منہ سے لگا رہے تھے۔ دو گھونٹ بھرے پھر گلاس ٹیبل پر رکھا۔ دیر مت کرنا۔ آخر میں تنبیہہ کر لے نیپکن سے منہ تھپتھپایا اور آٹھ کر باہر نکل گئے۔

عناق سر جھٹکاتا واپس کھانے کی اور متوجہ ہوا۔

عناق۔ویسے اج تم کہاں تھے۔اور نگزیب عالمگیر نکلے تو فاریہ نے محبت اور مسکرا کر دیکھ کر اپنے بیٹے سے پوچھا۔

عناق جو کھانا کھا رہا تھا۔چونکہ۔"مطلب!"۔پھر اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

مطلب یہ کے میرے پیارے بیٹے اپنی ماں سے جھوٹ نہیں بولتے۔انہوں سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔مجھے پتا ہے تم عشفہ کے ساتھ تھے تو باز آجاؤ۔آخر میں غصے سے اس کا کندھا تپھک کے آٹھ گئیں۔

عناق شاک سے انہیں دیکھے گیا۔انہیں کیسے پتا چلا۔اوہ حماد میں تجھے دیکھ لوں گا۔آخر میں غصے سے سوچا حماد کی خیر نہیں تھی۔

ابھی وہ دروازے کی اوٹ گئی ہی تھیں تو واپس مڑی اور وہیں سے پھر بولیں۔عناق انہیں دیکھ رہا تھا۔کھانے سے ہاتھ روکے۔

صرف لڑکیاں ہی کسی کی امانت نہیں ہوتیں لڑکے بھی ہوتے ہیں۔تو۔وہ آنکھوں میں تپش لیے کہہ رہی تھیں۔اپنی نظریں اور عقلیں سنبھال کر رکھو۔مجھے اپنی بہو بہت پیاری ہے میں

اس کے ساتھ ناانصافی برداشت نہیں کروں گی۔ سمجھے۔ بھلے تمہارا باپ مانے یا نہ مانے میری وہ ہی بہو ہے۔ غصے سے بلند آواز میں تنبیہہ کر کے وہ ڈائیونگ حال سے نکل ہی رہی تھیں جب عناق بول پڑھا۔

میں دوستوں کے ساتھ ہی تھا۔ اور عشفہ میری دوست ہی ہے۔ عناق سچ کہہ رہا تھا۔ عشفہ اس کی اچھی دوست تھی۔ مگر ماؤں کا وہ بیٹوں کا کسی لڑکی سے دوستی مطلب ان کی ڈکشنری میں افیئر۔ عناق کہہ رہا تھا۔ حماد نے بتایا نہ ابکو تو اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی ساتھ تھا۔ اس نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ اسے اپنی ماں کا اس طرح اپنی بہو کے لیے لڑنا پسند آرہا تھا۔

مجھے کس نے بتایا اس سے تمہارا لینا دینا نہیں ہونا چاہیے۔ میں بات تم عشفہ سے دور رہو گے۔ مائینڈاٹ۔ ورنہ مجھے سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ وہ غصے سے ڈپٹ کر بولتی دروازے سے نکل گئیں

۔

پیچھے عناق کا دلکش قہقہہ نکلا۔ وہ مسکراتے ہوئے بھی قیامت ڈھاتا تھا۔

ماما کافی پوزیسو ہیں اپنی بہو کے لیے۔ وہ خود سے کہہ کر مسکرا کے سر جھٹکتے رہ گیا۔

صبح طلوع ہو چکی تھی۔آسمان ہلکہ ہلکہ نیلا تھا باکی بادل تھے۔آج موسم ٹھنڈا تھا۔اج گویا موسم سکون اور دلوں کو راحت پہنچا رہا تھا۔

ایسے میں اورنگزیب ہاؤس میں صبح ہو چکی تھی ساتھ ناشتہ کیا جا چکا تھا۔وہ سب گھر کے اندر دروازے کے پاس کھڑے تھے۔عناق سیاہ تھری پیس میں ملبوس ہمیشہ کی طرح شاندار لگ رہا تھا۔ہینڈسم اور ڈیشنگ بھی۔ساتھ قدموں میں سوٹ کیس رکھا تھا۔وہ سنگاپور جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

خیریت سے جاؤ اور خیریت سے آؤ۔اورنگزیب عالمگیر کہہ کہ اس کا کندھا تھپکا اور اپر اپنی اسٹڈی کی اور چلے گئے۔

اب وہاں عناق اور فاریہ تھے۔

پلیز! بیٹے پاکستان جاؤ۔وہ روتے ہوئے بولیں۔

www.novelsclubb.com

عناق نے ان کی آنکھوں سے نظریں چرائیں۔وہ اپنی ماں کی آنکھوں میں آنسوں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

تمہیں پتا ہے۔عبدل ستار بھائی مرینا کی شادی دوسری جگہ کرنے کا سوچ رہے ہیں۔اب انہوں نے عنان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔بیٹا میں عبدل ستار بھائی کو جانتی ہوں انہیں اپنی بیٹی بہت پیاری ہے۔اور ہو گی بھی کیوں نہ اکلوتی ہے۔وہ سانس لینے کو روکی۔مگر ان کی بات بھی صحیح ہے جب داماد یا بیٹی کا سسرال پلٹ کر نہ دیکھے تو ایسا ہو گا نہ۔اب وہ بڑی طرح ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔

عناق آگے بڑھا انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔اچھا بس رونا بند کریں۔اور ایسے کیسے شادی کر دیں گے ۔وہ جیسے بھرم ہوا تھا۔اسے یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔

کیوں نہیں کر سکتے۔بچپن کے نکاح ایک پیشی پہ ختم ہو جایا کرتے ہیں۔وہ بھی اس کی ماں تھی۔

اوکے ! میں سنگاپور سے واپس آ کے کچھ سوچتا ہوں۔ٹھیک۔انہیں الگ کر کے اپنے ہاتھوں سے آنسوں پہنچ کے مسکرا کر پوچھا۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔البتہ راضی نہیں ہوئیں۔

www.novelsclubb.com

وہ پلٹ رہا تھا پھر روکا۔

آپ کو کیسے پتا چلا؟ کہ چچا یہ سب کر رہے ہیں۔ وہ مشکوک انداز میں آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھ رہا تھا۔

بس مجھے پتا چل گیا۔ مجھے جانا ہے کام ہے۔ وہ اب بھاگ رہی تھیں۔

نہ نہ!۔ عناق نے انہیں روکا۔ آپکی کس سے بات ہوتی ہے۔ ہے ناں؟!... تفتیشی انداز۔

کسی سے نہیں اب نکلو دیر نہیں ہو رہی۔ انہوں نے اب اسے ڈپٹہ۔

آہاں!۔ اوکے۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ آپ مجھے بتانا نہیں چاہتی۔ خیر۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

وہ ایک مرتبہ پھر انہیں اپنے آپ سے لگائے ان کا سر چوما۔ پھر سوٹ کیس اٹھایا اور دروازا کھول کر باہر نکل گیا۔

پیچھے وہ بھی اسے دعائیں دیتی۔ یا کبھی پڑھتی اس پر پھونکتی رہیں تھیں۔

ساتھ ساتھ آنسوں بھی بھ رہے تھے۔ وہ کیا کریں؟۔ کیسے کریں؟۔ بے بسی سی بے بسی تھی۔

کبھی کبھی انسان کے لیے زندگی ایسے فیصلے کرتی ہے کہ انسان تھک جاتا ہے زندگی کے ان فیصلوں پر رضامندی ظاہر کرتے کرتے۔

زندگی اور وقت کے فیصلے مشکل ہوا کرتے ہیں۔بے حد مشکل۔

موجودہ دن:۔

اسلام آباد میں واقع یہ محل اپنی پوری آبوتاب سے جگمگا رہا تھا۔اسلام آباد اکتوبر اور نومبر میں بارش اور بادلوں کا گھر ہوا کرتا ہے۔آج بھی بادل تھے۔مگر سد شکر بارش نہیں۔لوگ سکون سے اپنے کام کر رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

محل کے اندر جاؤ تو آج لاؤنج میں منڈلی بیٹھی تھی۔نازیہ بیگم صوفے پر پیر اپر کیے بیٹھی تھیں۔ مرینا صوفے سے پشت لگائے نیچے رگ پر بیٹھی تھی۔نازیہ اس کے بڑے،لمبے گھنے بالوں میں تیل لگا رہی تھی۔وہ کھولے ٹاورز شرٹ میں ملبوس تھی۔گلے میں اسکارف ڈالا ہوا تھا۔بال

خوبصورت چھرے کے ایک گرد کھولے تھے تھوڑے پیچھے تھے جن میں نازیہ بیگم تیل لگا رہی تھیں۔

مرو میری بچی!۔ کہا تھا نہ ہر ہفتہ تیل لگاواؤ۔ دیکھا اب بال جھڑنے شروع ہو گئے ہیں نہ۔ وہ اس کی سر کی مالش کرتے ہوئے فکر مندی سے بولیں۔

اس کے سامنے والے صوفے پہ حارث اور زارون بیٹھے۔ ڈھولکی کے انویٹیشن کارڈ سلیکٹ کر رہے تھے۔ ویسے کارڑ تو صرف شادی کے ہوتے ہیں مگر۔ کیا کریں امیروں کے چونچلے یونو۔

گڑیا یہ دیکھو کیسا ہے۔ حارث نے ایک پیلے اور نیلے کلر کا کارڈ اس کی طرف بھڑایا۔

اوں ہوں۔ مرینا نے نفی میں سر ہلایا۔ یہ بہت لائیٹ کلر ہے۔ ڈھولکی ہے بھائی تھوڑے تیز کلر والا پسند کریں۔ ساتھ مشورہ دیا۔ اس کا سر بھی ساتھ ہل رہا تھا۔ کیونکہ نازیہ بیگم ساتھ مالش کر رہی تھیں۔

حارث کو چھوٹی مل گئی تھی۔ اور اگر نہ ملتی تو وہ نوکری چھوڑ دیتا۔ مگر اپنی پیاری بہن کی بات نہ ٹالتہ۔ سو وہ چھوٹی پر تھا۔ وہ اور زارون دونوں گھر کے ٹاوزر شرٹ میں ملبوس تھے۔

دفعتاً سکینہ (گھر کی ملازمہ مرینا کی پسندیدہ) داخل ہوئی۔ ہاتھ میں ڈسٹنگ والا کپڑا تھا۔

نیلے رنگ کا۔

سکینہ تمہارے بیٹے کی شادی کیسی رہی؟۔ ہو گئی خیریت سے۔ نازیہ بیگم کٹوتی سے تیل لیتی مرینا کے بالوں میں لگا کر بولیں۔ جو مرینا ہی نے ہاتھ میں پکڑ کر رکھی تھی۔

سکینہ کے بیٹے کی شادی تھی تو وہ چھوٹی پر تھی آج ائی تھی۔

جی الحمدللہ بہت اچھے سے۔ وہ خوش ہوتی بولی۔ مرو باجی وہ آپ کے پرانے کپڑے ہوں تو میری بیٹی کے لیے دے دیجیے گا۔ اب وہ مرینا کے ساتھ فرش پر بچھے رگ پر بیٹھ گئی تھی۔

ہاں پڑے ہیں۔ میرے کمرے کے وارڈروب کے آخری خانے سے نکال لینا جو پسند آئیں۔ وہ اب موبائل اٹھائے کچھ دیکھ رہی تھی۔ تب بولی۔

باجی وہاں تو آپ نئے کپڑے رکھتی ہیں۔ ناں؟۔ اسے لگا اس نے غلط سنا تو پوچھ لیا۔

ہاں تو میں تمہاری بیٹی کو اپنے پہنے ہوئے پرانے کپڑے کیوں دوں۔وہ گھوڑ کر بولی۔اسے جیسے غصہ آیا۔جب میں نئے دے سکتی ہوں تو۔کیوں پرانے دوں۔ہاں بتاؤ۔وہ اسے دیکھ غصے سے بولی۔

جی بی بی جی۔ٹھیک۔اس نے چپ رہنے میں غنیمت جانی ورنہ مرینا کا غصہ۔توبہہ۔وہ اٹھ کر اب ڈسٹنگ کرنے لگی تھی۔کونے میں پڑے گملے کی۔

یہ دیکھو گرین کلر کا۔زارون نے اسے دوسرا والا پکڑایا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔اسے یہ پسند آیا۔

زارون کے چہرے پر فتح یاب والی مسکراہٹ آئی۔بنا کالر کی شرٹ کے کاکڑ جا رہے۔

دیکھا بھائی۔رپنزل کو میرا پسند کیا کارڈ پسند آیا۔ساتھ حارث کو چڑایا۔

اچھا بس بس۔حارث چڑ ہی تو گیا تھا۔بھئی اس کی گڑیا کو اس کا پسند کیا کارڈ پسند نہیں آیا تھا۔

مرینا مسکرائی۔بھائی آپ ناراض نہ ہوں۔آپ کا پسند کیا کارڈ میں اپنے دوستوں میں بانٹوں گی۔ وہ اب اس کی ناراضگی دور کر رہی تھی۔

حارث جو مصنوئی منہ پھولائے بیٹھا تھا۔اس کی بات پر مسکرایا۔

میری پیاری گڑیا۔ساتھ پیار سے اسے دیکھا۔مرینا بھی مسکرادی۔

وہ کسی کو ناراض نہیں دیکھ سکتی تھی۔یہاں تو اپنا بھائی تھا۔

ابھی وہ کچھ کہتے صیفی اندر داخل ہوا ساتھ ہاتھ میں خاکی رنگ کا لفافہ تھا۔

وہ چھوٹی بیگم صاحبہ۔یہ باہر کورئیر والا دے گیا ہے۔کہا مرینا عبدل ستار کے لیے ہے۔صیفی نے لفافہ اس کی طرف بھڑایا۔ابھی مرینا ہاتھ بڑھانے ہی والی تھی کہ حارث بول پڑا۔

مجھے دیکھاؤ کیا ہے۔ادھر دو۔حارث بولا۔تو مرینا نے کندھے اچکا دیے۔صیفی نے اس کی طرف لفافہ بھڑایا۔اس نے لیا۔

اس نے جیسے ہی لفافہ اندر سے کھولا۔اندر ایک پیپر تھا۔کوئی لیٹر ٹائپ سفید رنگ کا۔پرنٹ کیا ہوا۔

حارث نے اسے پڑھا۔اپر والی سطر۔

گڑیا تم نے کہیں۔اپلائے کیا تھا کیا۔وہ لیٹر پڑھ کر بولا۔ابھی اس نے نیچے نہیں پڑھا تھا۔

مرینا جو موبائل دیکھ رہی تھی۔چونکی۔پھر اسے خوشگواری حیرت ہوئی۔ہاں وہ میں پریکٹس کے لیے ایک آرکیٹیکچر فرم میں اپلائے کیا تھا۔کیا آگیا؟،اپروول اتنی جلدی۔پہلے وہ حیرت سے بولی پھر آخر میں خوشی اور جوش سے۔

حارث اب نیچے تک آرہا تھا۔

سب اسے دیکھ رہے تھے۔مرینا خوشی سے،نازیہ بیگم مالش سے ہاتھ روکے۔زارون آگے ہو کر پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔مگر ناکام رہا۔وہ بہت چھوٹے لفظوں میں لکھا تھا ایسے غور سے پڑھنے پر پتا چلتا تھا۔وہ وہ قدرے فاصلے پر بیٹھا تھا۔اور حارث نے بھی اسے احتیاط سے پکڑا ہوا تھا۔وہ بس ایک اتفاق تھا کہ حارث کے الاوہ وہ کوئی نہیں پڑھ سگا تھا۔

حارث جیسے ہی لاسٹ لائین پر آیا۔وہ سانس نہیں لے سگا۔وہ ساکت رہ گیا۔اس نے وہ سطر بہت مرتبہ پڑھیں اور ہر مرتبہ وہ سانس نہیں لے سگا۔وہ ساکت اور جامد ہو گیا تھا۔

وہ سطر کچھ اس طرح تھی۔انگریزی میں۔

From;

Arhaan Malik.

Signature.

نیچے اس کے سائین ہوئے ہوئے تھے۔وہ اصلی تھا۔

مگر حارث صدام عالمگیر تو ارحان ملک پر اٹک کر رہ گیا تھا۔اس نے اپنے سامنے بیٹھی مرینا عبدل ستار کو دیکھا، پھر اس لیٹر کی آخری لائین کو وہ سانس نہیں لے سگا۔اس کے گلے یں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

اس کے دماغ میں بس دو الفظ گردش کر رہے تھے۔

ارحان ملک۔ارحان ملک۔ارحان ملک۔

وہ لفظ اس کے دماغ میں چابک کی طرح چبھ رہے تھے۔ہتھوڑے کی طرح لگ رہے تھے۔

کیا ارحان ملک واپس آ گیا تھا؟۔

وہ اپنی قیمتی شے لینے آ گیا تھا؟۔

کیا وہ سالوں پرانی وہ قیمتی چیز لے جائے گا؟۔

اس نے باری باری سب کو دیکھا۔نازیہ بیگم کو،،مرینا کو،زارون کو، صیفی کو،سکینہ کو،اور پھر اس سطرح کو۔اس کا دماغ ماؤف ہوا۔بھر اسے اپنا جسم مفلوج ہونا محسوس ہوا۔فوجی ہو کر اسے اپنا دل خوف اور بے بسی سے ڈوبتا محسوس ہوا۔کوئی بھی انسان جتنا مضبوط ہو۔جب بات اپنے گھر والوں پر اتی ہے تو کوئی بھی شخص برداشت نہیں کر سکتا۔اور یہ تو ایک بلا تھی جو ان کے گھر میں ایک کاغذ کے ذریعے داخل ہو گئی تھی۔

وہ ساکت۔جامد۔شل تھا۔

اچانک اس کہانی میں سب لوگ ہر کردار اور ہر ایک چیز بلیک اینڈ وائیٹ ہو گئی تھی۔

۔یعنی پہلی اپی سوڈ ختم۔

جاری ہے۔

رقابت

Episode (02)

www.novelsclubb.com

باب دوم:۔

دو دن پہلے کی رات؛۔

کا ذکر ہے کہ.....۔

یہ رات اپنے ساتھ تیز بارش اور گرجدار موسم لائی تھی۔ ساتھ ساتھ آسمان میں بجلی کی صورت تحفہ بھی موجود تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اوپر آسمان میں کوئی فلش لائیٹ مار رہا ہے۔ بچپن میں بچے آسمان میں بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھ کر کہا کرتے تھے۔ اپر سے اللہ تعالیٰ ہماری فوٹو کھینچ رہے ہیں۔ خیر۔ یہ تھیں بچپن کی باتیں۔ اب کہانی کی اور آتے ہیں۔

اس وقت راجپوت محل رات میں ڈوبہ ہوا تھا۔ باہر بس چند سرچ لائٹ چل رہی تھیں۔ باہر سے کھڑکیوں پر پڑے اور لائیٹ آف دیکھائی دے رہیں تھیں۔ تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب اپنے اپنے کام نپٹا کر سونے کا مشغلہ فرما رہے ہیں۔ گھر اسکونت تھا بس کتے کی بھونکنے اور چڑیا کی چیں چیں کرنے اور بارش کے برسنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

ایسے میں راجپوت محل کے دروازے سے اندر دبے پاؤں داخل ہوتے ہوئے اپری زینے چھڑتے ہوئے۔اسٹڈی کے اندر جا کے کونے میں چھپ جاؤاور پھر کہانی دیکھو تومزہ آئے گا۔ ہم بھی یہی کر رہے ہیں۔کونے میں چھوپے ہوئے کہانی ملہائزہ فرما رہے ہیں۔

اسٹڈی کا ماحول اور ہوا سرد ی ہونے کے باوجود بوجھل تھی۔اسٹڈی میں دھیمی بتیاں جل رہیں تھیں۔کھڑکیوں پر بلائینڈز برابر کیئے گئے تھے۔باہر بارش کی آواز اندر نہیں آتی تھی۔

عالمگیر فاروقی صاحب پاور چیئر پر براجمان تھے۔عبدل ستار اور صدام عالمگیر وہ دونوں ٹیبل کے آگے رکھے دونوں کاؤچز پر۔عالمگیر فاروقی کے ہاتھ میں فون تھا۔اور ٹیبل پر ان کے سامنے تین گلاس پانی کے بھی موجود تھے۔اور ترتیب سے اان تینوں کے سامنے رکھے تھے۔اور وہ دونوں مضطرب سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

باباجان یہ صحیح ہوگا؟. بنا بچوں کو بتائے انہیں فون کر کے دعوت دینا۔ صدام نے کسی خدشے کے تحت پوچھا تھا۔ وہ سب نارمل آواز میں بات کر رہے تھے کیونکہ اسٹڈی ساؤنڈ پروف تھی۔

ہاں! صدام ٹھیک کہہ رہا ہے۔ عبدل ستار نے بھی تائید کی تھی۔

تم دونوں پاگل ہو گئے ہو۔ انہوں نے غصے سے ڈپٹہ۔ اور تم۔ صدام کی طرف اشارہ کیا۔ حارث کو بتاؤ گے؟۔ اور پتا ہے نہ اپنے بیٹا کہ پورا گھر سر پر اٹھا دینا ہے۔ وہ بھرم ہوتے ہوئے بولے۔

www.novelsclubb.com

اور تم۔ اب عبدل ستار کی طرف اشارہ کیا۔ تم کیسے مرینا کو بتاتے؟۔ اور مرینا چپ چاپ مان جاتی۔ ہاں؟۔ یا یہ کہتی کہ باباجان آپ نے جو فیصلہ کیا وہ مجھے قبول ہے۔ بھلے صبح آپ میرا خلہ کا نوٹس کورٹ میں دینے کی بات کر رہے تھے۔ انہوں نے پتلی سی آواز نکالنے کی کوشش کرتے

ہوئے مرینا کی ممیکری کرنی چاہی تو۔تو وہ دونوں ان کے ایکسپریشنز دیکھ کر بے ساختہ قہقہہ مار کر ہنس دیے۔

تو عالمگیر فاروقی صاحب بھی مسکرا دیے تھے۔

وہ دونوں اتنا ہنسے کہ ان دونوں کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔دونوں نے آنکھیں رگڑیں۔ مگر یہ آنسوں ہنسی کے نہیں بلکہ اتنے سالوں بعد اپنے بھائی کو فون کرنے اور ان کی آواز سننے کے تھے۔یہ عالمگیر فاروقی جانتے تھے سو چپ رہے۔

www.novelsclubb.com

اب تم دونوں کی نوٹنکی ختم ہو گئی ہو تو فون کر لوں؟۔وہ انہیں گھورتے ہوئے بولے۔

ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے کھول گئی۔ بھئی وہ دونوں نوٹنکی کر رہے تھے۔اچھا؟۔ ممیکری کی بھی ناکام کوشش ان دونوں نے کی تھی۔اوکے۔

ان دونوں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تو۔عالمگیر فاروقی صاحب نے دھڑکتے دل کے ساتھ فون کال ملایا۔انہیں نمبر کہاں سے ملا؟ کیسے ملا؟۔یا کس ایپ پر کال کر رہے تھے؟

.....وہ تم لوگ جانے دو۔بس کہانی کو انجوائے کرو۔تو آگے کہانی کچھ یوں تھی کہ

www.novelsclubb.com

یہاں انہوں نے پہلی رنگ دی وہیں باہر بجلی زور سے چمکی تھی۔اور وہاں کئی سو کلو میٹر دور اور بہت سے ممالک اور شہر چھوڑ کر ان کے وہاں۔اورنگزیب عالمگیر کا فون جو کہ ان کی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا تھرتھرایا۔یہاں اسلام آباد میں رات کا ایک بج رہا تھا۔اور وہاں جرمنی کے شہر بیرلین میں رات کے دس بج رہے تھے۔

وہ اور فاریہ دونوں بیڈ پر بیٹھے تھے۔اور نگزیب عالمگیر سامنے دیوار میں لگے ٹی وی پر جرمن نیوز دیکھنے میں مصروف تھے۔اور فاریہ اپنے کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھیں۔ابھی انہیوں نے ڈنر نہیں کیا تھا۔سو ڈنر لگنے کا بھی ویٹ تھا۔

دفعتاً ان کا موبائل تھر تھرایا تو انہوں نے دیکھے بغیر نظریں سامنے ٹی وی پر مرکوز کیے۔فون پس کر کے کان سے لگالیا۔اور جرمن میں بولے۔

Hallo, Ich spreche Auranzeb !

(Hello, I am speaking Auranzeb!)

جب وہ جرمن میں بولے تو عالمگیر فاروقی کے سر سے سب اپر سے غظر گیا تھا۔مگر انہیں اور نگزیب سمجھ آگیا تھا۔اور وہ لفظ۔سن کر ان کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ان کا بیٹا بول رہا تھا؟۔یہ ان کے بیٹے کی آواز تھی؟.ہاں۔وہ خود سے دل میں سوال کر کے جواب بھی دے رہے تھے۔

اسلام علیکم میں عالمگیر فاروقی بات کر رہا ہوں۔ وہ اپنے لہجے کو بارعب اور مضبوط بنا کر بولے۔ مگر دل تو دھاڑے مار کر رونے کا کر رہا تھا۔

ادھر کئی سو کلو میٹر دور اپنے کمرے میں اورنگزیب عالمگیر کے اوپر گویا چھت گر گئی تھی۔ وہ سانس نہیں لے سکے۔ وہ ساکت اور جامد رہ گئے تھے۔ انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ شاک اور حیرت کے مارے وہ کئی لمحے کچھ بول نہیں سکے۔ فاریہ جواب ان کی طرف متوجہ ہوئیں تھیں۔ ان کے چہرے کا رنگ اڑتا دیکھ انہیں فکر مندی ہوئی۔ سو انہوں نے انہیں کندھے سے ہلایا تھا۔ اور اشارہ سے پوچھا۔ کیا ہوا؟۔ تو وہ ہوش میں آئے۔ سلام کا جواب کیا دیتے وہ۔

کک..... کون۔نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی آواز لڑکھڑائی۔ بھئی اتنے سالوں بعد باپ کی آواز وہ بھی بنا کسی ٹگر وارنگ کے سن رہے تھے تو شاک تو بنتا تھا ناں؟۔

تمہارا باپ۔اب کے وہ اپنی جون میں واپس آ چکے تھے تو انہوں نے سنجیدگی کی سے کہا۔سلام کا جواب دینا بھی بھول گئے ہو۔ابھی صاف ڈپٹنے والا انداز تھا۔

اورنگزیب عالمگیر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیے۔ان کے پاس وہ لمحات آ کر گزر گیئے تھے۔ انہیں ابھی یقین ہو چلا تھا کہ وہ ان کا باپ ہی تھا۔سو وہ لمحے کے ہزاروں حصے میں اپنے آپ کو کمپوز کر چکے تھے۔

وعلیکم السلام۔کیسے ہیں آپ؟۔وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے گویا ہوئے۔البتہ بابا بولنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

فاریہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔کہ ان کا شوہر کس سے اردو میں بات کر رہا ہے۔کہیں دور انہیں یہ خدشہ ظاہر ہوا تھا۔مگر دل کو ڈپٹ دیا تھا۔

ہوں! میں ٹھیک ہوں۔تمہارے بھانجے کی شادی ہے۔بھانجا تو یاد ہو گا نہ تمہیں۔اب کے انہوں نے صاف طنز کیا تھا۔

وہ جو ابن خاموش رہے۔

www.novelsclubb.com

تو حارث کی شادی ہے۔تمہیں کلیئر کر دیتا ہوں۔بات صحیح طرح سمجھائی گئی تھی۔اتوار کو ڈھولکی ہے تم سب اس دعوت میں مدعو ہو اور شادی میں بھی شادی ڈھولکی کے ایک مہینے بعد

ہے۔انہوں نے اپنے مدعا بیان کیا۔ہو سکے تو آیئے گا ضرور!۔آخر میں ایسے بولے جیسے ہمارا کوئی اجنبی جو نیا نیا دوست بنا ہو اُسے دعوت دیتے ہیں۔

جی ضرور۔وہ مؤدب لہجے میں بولے۔جیسے ہر حکم مانیں گے۔البتہ ان کی ٹون سن کر دل قہقہہ مار کر ہنسنے کا کر رہا تھا۔ان کا دل باغ باغ ہو گیا تھا۔اتنے سالوں بعد باپ نے خود فون کیا تھا۔اور خود ہی پاکستان بولا رہے تھے۔انہیں پتا نہیں کیوں اچانک ہر چیز اچھی اور دل کو بھلی لگنی شروع ہو گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

اور پاکستان میں اسٹڈی میں بیٹھے وہ تینوں نفوس کا حال بھی کچھ اسی طرح کا ہی تھا۔کچھ مختلف نہ تھا۔دل کا حال اور دلی سکون۔آنکھوں میں خوشی اور اداسی دونوں کے آنسوں کی نمی بھی۔وہ دونوں بھی ان کی باتیں سن رہے تھے کیونکہ عالمگیر فاروقی نے موبائل کی فون کال کا اسپیکر آن کر کے ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔تاکہ وہ دونوں بھی بات سن سکھیں۔

اب صرف خاموشی تھی۔گھری خاموشی مگر وہ خاموشی بھی بولتی تھی۔ان سب کے دل کا حال بیان کرتی تھی۔

اچھا اب دیر ہو گئی ہے۔میرے پوتے اور فاریہ بیٹی کو سلام دے دینا۔اللہ حافظ۔جب کچھ بات نہیں ہوئی تو انہوں نے خود کہہ کر فون بند کیا۔جیسے ہی فون بند ہوا ان تینوں نے گہرا سانس لیا ساتھ ٹیبل پر رکھے پانی کے گلاس۔تینوں نے ایک ساتھ اٹھائے۔اور ایک ہی سانس میں پی گئے تھے۔جیسے کوئی معرکہ سر انجام دیا ہو۔

www.novelsclubb.com

ان تینوں کو وہیں چھوڑ کر اب واپس اس ڈبہ نما بنے سیاہ اور نیلے گھر کے اس بیڈ روم کی طرف آؤ تو اورنگزیب عالمگیر نے بھی سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔اور ان لوگوں کی طرح ساتھ ایک ہی سانس میں گٹک گئے تھے۔

تھی بھئی۔ Telepathy کیا مطلب؟۔

کیا ہوا؟ کون تھا؟ سب ٹھیک ہے؟۔ جب وہ پانی پی کر ریلیکس ہوئے تو فاریہ نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔

ہاں الحمدللہ۔ آج ہی تو ٹھیک ہوا ہے سب! وہ مسکرا کر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے بولے۔

کیا مطلب۔ فاریہ نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

www.novelsclubb.com

فاریہ۔وہ پورے ان کی طرف مڑے۔

بابا کی کال تھی۔وہ ہمیں حارث کی شادی کے لیے انوائیٹ دے رہے تھے۔یعنی پاکستان بولا رہے تھے۔وہ جوش سے فاریہ کے دونوں ہاتھ تھام کر بولے۔ Indirectly خوشی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔خوشی سے ان کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ایسا خوش وہ اتنے سالوں میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔

فاریہ چونکی۔پھر اپنے خدشہ کی تصدیک پر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی اور شاک بھی لگا۔اچھا یہ تو اچھی بات ہے۔آپ نے مرینا کا نہیں پوچھا۔وہ اپنے مودے پر آگئی تھیں۔

اورنگزیب عالمگیر کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔لب بھینچ لیے۔ان کے ہاتھ جو تھام رکھے تھے وہ چھوڑ دیے۔فاریہ کے ہاتھ خالی رہ گئے۔

میں نے بابا سے بات کی تھی نہ کہ ان کے بیٹوں سے نہیں۔ سنجیدگی سے کہتے وہ بیڈ سے اٹھ کر دروازا کھول کر باہر نکل گئے۔

فاریہ کو پتا تھا وہ اسٹڈی میں جا رہے ہیں۔اور وہ سچ تھا وہ اسٹڈی میں جا رہے تھے ان کا جو موڈ اچھا اور خوشگوار ہوا تھا وہ فاریہ کی بات پر پھر سے تھوڑا خراب ہو گیا تھا۔اور جو تھوڑا صحیح بچا تھا۔وہ انہیں خراب نہیں کرنا چاہتے تھے۔سو فرار اختیار کر لی۔وہ اب کچھ دیر اس خوشی کے حصار میں رہنا چاہتے تھے کہ ان کے بابا نے ان سے بات کی انہیں بالایا تھا۔

پیچھے فاریہ بیڈ پر بیٹھی۔ کبھی اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتی۔تو کبھی اس بند دروازے کو جہاں سے وہ گئے تھے۔

وہ ان بھائیوں کے بیچ کیسے صلاح کروائیں ؟۔

وہ بس سوچ کر رہ گئیں تھیں۔ عجیب بے بسی سی بے بسی تھی۔

آپ ناراض ہوں، روٹھیں کہ خفا ہو جائیں۔

بات اتنی بھی نہ بگڑے، کہ جدا ہو جائیں۔

(وسیم بریلوی)۔

www.novelsclubb.com

یہ اس رات کے بعد صبح کا ذکر ہ تھا کہ.....۔

آج کی صبح رات سے مختلف تھی۔ جہاں رات موسم طوفانی بارش تھا۔ وہیں صبح نیلا صاف اور شفاف آسمان۔ البتہ سڑکیں گیلیں تھیں۔ جو کہ رات کی طوفانی بارش کا پتا دیتی تھیں۔

اس وقت سب ڈائینگ حال میں ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ان تینوں کے چہروں سے رات والے منظر یا کہانی کا کوئی شباح تک نہ تھا۔سب رغبت سے ناشتہ کر رہے تھے۔ صیفی چھوٹی پر تھا۔غالباً اس کے رشتے دار کی طبیعت خراب تھی۔وہ پچھلے تین دن سے چھوٹی پر تھا۔ یہ تب کی بات ہے جب حارث نے چھوٹی ابھی نہیں لی تھی سو وہ بھی ڈیوٹی پر تھا۔

صدام اپنے پولیس یونیفارم اور عبدل ستار اپنے سرمئی تھری پیس میں ملبوس تھے۔ گویا وہ دونوں اپنے اپنے کام پر جانے کے لیے تیار تھے بس ناشتہ کرنے کے لیے روکے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

نازیہ بیگم صدام کے لیے کپ میں چائے ڈال رہی تھیں۔

عبدل ستار توس پر مکھن لگانے میں مصروف تھے۔

زارون رات کو دیر سے گھر آیا تھا۔تو وہ سو رہا تھا۔

عالمگیر فاروقی ناشتہ کر چکے تھے۔ابھی ایک ہاتھ میں کپ لیے ساتھ چائے کے گھونٹ بھرتے اور دوسرے میں آئی پیڈ پر خبریں پڑھنے میں مصروف تھے۔

اب اخباروں کا دور گیا۔ابھی آئی پیڈ کا دور ہے کل کوان کا بھی ختم ہو گا۔خیر۔

ایک مرینا تھی جو بس اورنج جوس کا گلاس لبوں سے لگائے گھونٹ لیتی کسی غیر نقطے کو گھورنے کے ساتھ پتا نہیں کن سوچوں میں مصروف تھی۔

مرینا بچے!"ناشتہ کرو"۔عبدل ستار نے اسے ناشتہ نہ کر کے دیکھ ٹوکا۔

وہ چونکی پھر گلاس کھالی کر کے میز پر رکھا۔اوران کی طرف متوجہ ہوئی۔نازیہ بیگم اب صدام کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں اوراب ناشتہ کر رہی تھیں۔

بابا! ناشتہ میں جان بوجھ کر نہیں کر رہی کیونکہ میں اور نشی دونوں ساتھ لنچ کرنے جا رہے ہیں۔ اس نے اپنا مدعا بیان کیا۔

اچھا!۔انہیں حیرت ہوئی۔تم نے پہلے نہیں بتایا؟۔سوال کیا گیا۔

رات کو ہی ہمارا پلین بنا تھا۔بس اس لیے۔مرینا نے رسان سے جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

ہوں! انہوں نے محض ہنکارہ بھرا۔

بابا آپ رات کو کہاں تھے ؟۔میں آپکے کمرے میں رات آئی تھی آپ وہاں نہیں تھے اور نہ ہی واش روم میں۔اب کے مرینا نے ان کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔

عالمگیر فاروقی جو خبریں پڑھنے میں مصروف تھے۔ان کا ایک لمحے کے لیے سانس روک گیا تھا۔صدام جو چائے پی رہے تھے ان کے منہ سے چائے فوارے کے مانند نکلی تھی۔

عبدل ستار کا دماغ ماؤف ہوا تھا۔

دھیان سے کیا ہو گیا؟.ان کے منہ سے اس طرح چائے نکلنے پہ نازیہ بیگم فکر مندی سے بولیں۔

کچھ نہیں !۔وہ ان سے جان چھڑوا کر اب مرینا کی طرف مڑے۔کہیں مرینا نے ان کی باتیں سن تو نہیں لی؟.یا اللہ۔

ان تینوں کے چہرے ایسے تھے۔ جیسے چور چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے۔

عبدل ستار نے گہری سانس لی خود کو پر سکون کیا۔ کچھ نہیں ہوا ہو گا۔ وہ اسٹڈی تک نہیں پہنچی ہو گی۔ خود کو یقین دلوایا تھا۔

عالمگیر فاروقی اور صدام بھی ان کو دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

تم رات کو میرے کمرے میں۔ کچھ کام تھا تمہیں؟۔ انہوں نے شفقت اور نرمی سے پوچھا۔ دل البتہ تیزی سے دھڑکا تھا۔

جی! مگر آپ نے بتایا نہیں آپ کہاں تھے؟۔ وہ ابھی تک اسی سوال پر اٹکی ہوئی تھی۔

مجھے رات کو گھبراہٹ ہو رہی تھی تو اس وقت بالکنی میں تھا۔

انہوں نے اسی لیے بالکنی کا دروازا ہلکہ کھولا چھوڑا تھا۔انہیں اسی بات کا ڈر تھا کہ کوئی آءنا جائے۔ کام وہ بھی پکا کر کے گئے تھے۔اور مرینا نے صحیح میں بالکنی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔اگر دیکھتی تو یہ سمجھتی وہ وہیں ہیں۔اور وہاں جاتی۔لیکن یہ ہوا نہیں تھا تو ہم سوچیں کیوں ؟۔

کیوں بابا۔آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔آپ اپنی بلڈ پریشر کی ٹیبلیٹ تو ٹائیم سے لیے رہے ہیں ناں؟؟۔وہ فکر مندی سے بولی۔مرینا سب کچھ بھول گئی تھی اب اسے اپنے باپ کی طبیعت کی فکر لگ گئی تھی۔

اور عبدل ستار اسے مدعے سے بھٹکا چکے تھے۔

ہاں۔ بابا کی جان میں سب دوائیں ساں لے رہا ہوں۔ بس کبھی کبھار ہو جاتی ہے گھبراہٹ پریشان مت ہو۔ اسے مسکرا کر یقین دہانی کروائی۔ ساتھ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

پکا؟ آپ کی طبیعت نہیں خراب ہے۔ اسے گویا ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔

نہیں پرنسس۔ وہ مسکرا کر بولے۔ اب بتاؤ رات کوئی کام تھا۔ ساتھ اسے اس کا موضوع یاد دلوایا۔

ہاں بابا آپ کو یاد ہے اس دن میں بھائی کی ڈھولکی کے لیے اپنا جوڑا لینے گئی تھی۔ چچی بھی تھیں۔ ساتھ نازیہ کو دیکھا انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

www.novelsclubb.com

ہاں۔تو؟۔انہیں بات سمجھ نہیں آئی تھی۔انہوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

تو بابارات کو بارہ بجے۔سکینہ مجھے ایک لفافہ پکڑا گئی تھی۔وہ سب کو ایک ایک کر کے دیکھ کر بولی۔

کیا۔۔بارہ بجے اس میں کیا تھا۔صدام حیرت سے بولے بھئی ڈی جی کے گھر رات کو کوئی چیز آئی اور انہیں پتا بھی نہیں چل سکا۔اس میں اسلاح بھی ہو سکتا تھا۔کتنے دشمن تھے ان کے۔

فلیش بیک رات کے بارہ بجے؛

مرینا اپنے لیوش بیڈ روم میں۔گلابی رنگ کے نائیٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔اس کے خوبصورت لمبے، گھنے بال کھولے ہوئے تھے جو چھرے کی دونوں طرف گر رہے تھے۔کمرے کی لائٹ بند تھی۔بس سائیڈ لیمپ چل رہا تھا۔وہ بیڈ پر پیٹ کے بل لیٹی لیپ ٹاپ میں۔

Malik Enterprises

کو اپنی سی وی بھیج رہی تھی۔

ساتھ یونیورسٹی کی طرف سے ملالیٹر بھی کے ان کے اسٹوڈنٹس کو ٹرائیل کرنا ہے تو اس لیے۔

ملک انٹرپرائزسس پاکستان کی بہت بڑی اور بہترین

Architectural firm ۔تھی

جس کا سی ای او ارحان ملک تھا۔ان کے خاندان کے لیے بلا۔مگر وہ آنے والے وقت سے انجان میل بھیج رہی تھی۔

اس کے چہرے پر لیپ ٹاپ کی روشنی پڑ رہی تھی۔اور اس کا چہرہ بہت حسین لگ رہا تھا۔ مدھم بتی میں۔

وہ پوری دل جمی سے میل بھیج رہی تھی۔ابھی اس نے سینڈ والے بٹن پر دبا کر میل سینڈ کی ہی تھی۔کہ باہر بجلی بہت زور سے چمکی تھی۔اس کی کھڑکی کے پردے نہیں لگے تھے تو اس کی روشنی کمرے تک آئی تھی۔اور آواز بہت تیز تھی۔دھماکے کی طرح۔

اس کا دھیان نہیں تھا۔تو وہ ڈر کر بیڈ سے اچھلی۔ساتھ ادھر اُدھر دیکھا۔تب اس کے کمرے کا دروازا کھٹکا تھا۔وہ اور زیادہ ڈری۔اتنی رات کو اس کے کمرے کا دروازا کو کھٹکھٹا رہا تھا۔

وہ تھوک نگلتی۔ساتھ پڑی شال اپنے گرد لپیٹتی۔آیت الکرسی کا ورد دل ہی دل میں کرتی۔بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی اور کپکپاتے ہاتھ کے ساتھ دروازا کھولا۔وہ لاک نہیں تھا۔وہ دروازا لوک نہیں کیا کرتی تھی۔

اس نے جیسے ہی دروازا کھولا اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔سامنے سکینہ کھڑی تھی شال سر سے لیکر جسم تک لپیٹے ہوئے وہ ایک ہاتھ میں چھوٹی سی ٹارچ لیے دوسرے میں ایک سفید رنگ کا لفافہ پکڑے کھڑی تھی۔اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔اور آنکھیں نیند کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔اس کا چہرہ چھوٹا نظر آرہا تھا کیوں کہ اس نے چہرہ کے گرد بھی شال لپیٹی ہوئی تھی۔سکینہ دو دن بعد اپنے بیٹے کی شادی کے لیے گاؤں گئی تھی۔ہماری کہانی میں اس کی ضرورت تھی تو وہ وہاں تب موجود تھی۔وہ درمیانہ عمر کی خاتون تھی۔

www.novelsclubb.com

سکینہ بی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔وہ گہری سانس لیتے انہیں حیرت سے دیکھ کر بولی۔عموماً سب سرونٹ اس وقت اپنے کوارٹرز میں ہوتے تھے۔اور وہ لگ بھی ڈراونی رہی تھی اس ہلکی ٹارچ کی روشنی میں۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہورر مووی میں ایک آدمی۔ایک ہاتھ میں لینٹین لے کر کھڑا ہوتا تھا۔اور پھر بتاتا ہے کہ وہاں بھوت رہتے ہیں۔

بی بی جی۔یہ مجھے گارڈ دے کر گیا ہے پتا نہیں کس نے اسے دیا تھا۔وہ اسے کہہ گیا ہے کہ مرینا ہدیہ کو دو۔تو اس نے کہا کہ یہاں مرینا ہدیہ نہیں مرینا عبدل ستار رہتی ہے۔تو اس نے پھر بھی اسے پکڑا دیا۔اور مجھے دیا کے بی بی جی کو دیکر آؤ۔اور میں امانت میں خیانت نہیں کرتی۔تو ابھی لے آئی۔تفصیلی جواب دیکر اپنی خوبی بھی گنوائی۔یہ ضروری تھا۔پتا چلنا چاہیے نہ کے وہ کتنی وفادار ہے۔

اور گارڈ نے لفافہ کھول کر نہیں دیکھا ہو گا۔ کیونکہ انہیں مالک کی چیزیں کھول کر دیکھنا منا تھیں۔اور اس نے سوچا ہو گا اس چھوٹے لفافے میں کیا ہی ہو گا۔ تو خیر ہے۔

کیا۔ مرینا ہدیہ۔اسے حیرت ہوئی سب لوگ اسے مرینا عبدل ستار کے نام سے جانتے تھے یہ پہلا نام تھا۔ کس نے دیا۔ کون تھا؟. گارڈ نے تمہیں بتایا۔ وہ اس سے تفتیشی انداز میں پوچھ رہی تھی۔

بی بی جی گارڈ کہہ رہا تھا کہ وہ کوئی چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔اور آپ کے نام لفافہ دے کر یے جاوہ جا ہو گیا۔نہ اسے نام پوچھنے کی محلت دی۔اور نہ ہی اس کا پتا۔ سکینہ کی آواز ابھی تک نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔اسے نیند آرہی تھی تبھی وہ جلدی جلدی بول رہی تھی اسے سونے جانا تھا۔ صبح پھر جلدی اٹھ کر کام بھی کرنا تھا۔

اچھا!اس نے کہتے ہوئے وہ لفافہ اس کے ہاتھ سے لیے۔اور اس آبرو سے جانے کا اشارہ کیا۔تو وہ شکریہ کہتی یے جاوہ جا ہو گئی۔

مرینا دروازا بند کرتی اندر داخل ہوئی وہ بیڈ کے اوپر پیر نیچے کر کے بیٹھی اور وہ لفافہ کھولا۔لفافہ سفید رنگ کا تھا۔باہر سے اس کے اوپر کچھ نہیں لکھا تھا اس نے الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔وہ باہر سے صاف اور کورا تھا۔

بیگ آیا۔ Zip lock اس نے لفافہ کھول کر اندر جیسے ہی ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ میں ایک اس نے وہ بیگ کھولا تو اس کے اندر الٹی رکھی گئی چند فوٹوز تھیں۔اس نے پہلی فوٹو پلٹی تو وہ سانس نہیں لے سکھی۔وہ کئی لمحے شل رہ گئی۔

ششدہ۔شل۔

اس نے جلدی سے باکی کی بھی تصویریں پلٹ کر دیکھیں۔یک دم اسے خوف آنے لگا تھا۔! وہ اس دن شام کی تصویریں تھیں۔جب وہ مال گئی تھی چچی کے ساتھ شاپنگ کرنے۔

وہ تصویریں کچھ اس طرح کی تھی۔

جب وہ بوتیک میں قد آدم آئینے کے سامنے ڈریس لگا کر دیکھ رہی تھی۔اس کی تصویر۔

جب وہ کافی شاپ پر کافی آرڈر کر رہی تھی۔

وہ صیفی کو غصے سے گھور رہی تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔

وہ تصویریں کچھ اس اینگل سے لی گئی تھیں کہ اس میں صرف وہ ہی واضح آئی تھی۔

وہ تھوک نگلتی کئی لمحے ماؤف دماغ کے ساتھ بیٹھی رہی تھی۔پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس اٹھا کر پیا۔

اسے کیا کرنا چاہیے ؟۔اس لفافے یہ تصویروں پر کچھ لکھا بھی نہیں ہوا تھا۔اس بابا کو بتانا چاہیے ؟.ہاں!.۔۔

یک دم اس کے دماغ میں خیال آیا تھا۔وہ جلدی سے اپنے بال جھوڑے میں لپٹتی ہوئی اٹھی اور باہر کی طرف بڑھی تھی۔

آگے کیا ہوا تھا تم لوگوں کو پتا ہے۔

www.novelsclubb.com

حال؛

وہ بتا رہی تھی اور سب دھم سادھا اسے سن رہے تھے۔ناشتے سے ہاتھ روکے۔یہاں تک کے سانس روکے۔

وہ لفافہ کہاں ہے۔؟ یہ صدام نے کہا تھا۔وہ حیرت سے نکل آیئے تھے۔وہ ڈی جی تھے انہیں پتا تھا اب کیا کرنا ہے۔ تبھی لفافہ کا پوچھا۔

سکینہ بی۔ مرینا نے سکینہ کو بلایا۔

وہ جی کہتی اندر آئی۔

میرے کمرے کے سائیڈ ٹیبل والے دراز میں وہ رات ولا لفافہ پڑا ہو گا وہ لے آئیں۔ مرینا نے کہا تو وہ جلدی سے نکلی تھی۔

www.novelsclubb.com

اب پانچ منٹ بعد منظر کچھ یوں تھا۔ کہ.....۔۔۔۔

وہ سب اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر میز کے گرد کھڑے تھے اور میز کے بیچوں بیچ جہاں پہلے ناشتے کے لوازمات پڑے تھے۔اب وہاں مرینا کی تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔

اور صدام ایک ایک تصویر اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ بلکل پولیس والوں کی طرح تفتیش کرتے ہوئے۔

یہ تصویریں تم تک کب پہنچی سکینہ۔ان کی تفتیش شروع ہو چکی پہلا سسپیکٹ فورانکوئیری سکینہ تھی۔

پولیس والے صاحب جی وہ گیارہ بج کر پچپن منٹ پر۔ سکینہ نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

ہوں!۔انہوں نے مہیض ہنکارہ بھرا۔

اب مرینا کی باری تھی۔

تم میرے پاس کیوں نہیں آئی تھی؟۔انہوں نے ابرو آچکا کر پوچھا۔تو عالمگیر فاروقی اور عبدل ستار ان دونوں نے آبرو آچکا کر اسے گھورا۔مطلب کہ رات کو ہم سب کہاں تھے؟۔تمہیں یاد ہے؟۔

صدام نے ان کی گھوریوں کو نظر انداز کیا۔

مجھے لگا رات کو آپ کو تنگ کرنا مناسب نہیں ہو گا۔مرینا اعتماد سے بولی اسے ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔اور انہوں نے مرینا سے سکینہ کی نسبت نرمی اور شفقت سے سوال کیا تھا۔

ہوں!۔انہوں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔اب وہ تصویریں واپس اس بیگ میں ڈال رہے تھے۔

میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔وہیں سے پتا لگواتا ہوں۔دیر ہو رہی ہے۔وہ کہتے ہوئے تصویروں کا بیگ لیتے ہوئے ڈائیننگ حال کے دروازے سے نکل گئے۔

پیچھے اب وہ چاروں بچے تھے۔

عبدل ستار نے مرینا کو آپنے کندھے سے لگایا۔میری پرنسس کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔میں اور پاپا ہیں ناسب ٹھیک کر دیں گے۔تم انجوائے کرو۔اور اپنی جیب سے والٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں کریڈ ڈکارڈ رکھا۔اور اپنی بات کہہ کر آخر میں مسکرا کر کہا۔تو مرینا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کریڈ ڈکارڈ پکڑا۔تو وہ بھی اپنے کام کرنے کے لیے نکل گئے۔

وہ گئے تو عالمگیر فاروقی نے اپنی باہیں وا کیں تو وہ جلدی سے جا کر ان کے سینے سے لگی۔تو انہوں نے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔

کچھ نہیں ہوا۔جان دادا۔کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

نرمی اور شفقت سے اپنے ساتھ لگائے وہ اس سے بولے۔

تو وہ جواباً سر ہلا گئی۔

جی بابا صحیح کہہ رہے ہیں۔ مرو تم پریشان نہ ہوں تمہارے پاپا دیکھ لینگے جو کوئی بھی ہو گا اسے۔
نازیہ بھی عالمگیر فاروقی کی بات کی تائید کرتے آخر میں اسے سمجھاتے ہوئے محبت سے بولیں۔
تو وہ مسکرا دی۔ تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔

البتہ ابھی تک نازیہ اس پر اٹکی تھی کہ رات کو صدام بھی غائب تھے اور عبدل ستار بھائی بھی۔
ان کی نیند کھولی تھی تو انہوں نے بیڈ کی سائیڈ خالی دیکھ کر سوچا تھا کہ وہ واش روم گئے ہونگیں
اور پھر وہ سو گئیں تھیں۔ مگر مرینا کی بات پر انہیں اب شک ہو چلا تھا۔

کہ ہوا کیا تھا؟ یا

.یہ کیا ماجراء تھا؟

وہ بس سوچ ہی سکھیں تھیں۔

دھوپھر کا وقت تھا اور.....۔

،یہ اسلام آباد کے پوش علاقے میں موجود۔کیفے تھا۔جیسے

Em, En

.....کہا جاتا تھا۔وہ لکھا انگریزی میں اس طرح تھا، مگر

www.novelsclubb.com

اسے پڑھتے ایم،این تھے۔

وہ کیفے دو منزلہ تھا۔پینک اور فلورل تھیم کا بنا ہوا امریکہ طرز کا۔اس کی ہر چیز در،دیواروں سے لیے کر میز،اور صوفوں تک پینک تھا۔

دروازا دکھیل کر اندر داخل ہو تو۔بائیں طرف کاؤنٹر تھا۔وہ کاؤنٹر بیکری کی طرح تھا،نیچے فریج موجود تھے۔کیکس،چیز کیکس،پیسٹری،براؤنیز desert اس کے اندر مختلف اقسام کے وغیرہ۔بائیں جانب۔پینک کاونچز اور میزیں بیچھیں تھیں۔در دیواروں میں بھی پینک کلر کی ڈزائین بنی ہوئیں تھیں۔

چھت پوری۔رنگ بہ رنگی پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔جس میں سے کچھ پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔اور ان میں بلب بھی لٹک رہے تھے۔

وہ سارا ہ کیفے زرد روشنیوں میں ناہیا ہوا تھا۔

وہ دونوں اوپر کونے میں پینک کاونچز پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہیں مشکل سے یہ جگہ بوکنگ کے بعد ملی تھی۔کیونکہ وہ ہمیشہ بھرا ہوا ہوتا تھا۔

جس کونے میں وہ دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔وہاں ایک بڑا سا پینک کلر کا پنجرہ رکھا ہوا تھا۔وہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں ایک آدمی کھڑا ہو جائے تو اسے کوئی مسلئہ نہ ہو۔

وہ کچھ اس طرح بیٹھی تھیں کہ مرینا کہ پشت پر وہ پنجرہ رکھا تھا اور اس کے سامنے والے صوفے پر نشات ارف نشی بیٹھی تھی۔وہ درمیانہ قد،پتلا جسم،مناسب رنگ،اور عام شکل،مگر آنکھیں اس کی گھڑی اور بڑی سیاہ رنگ کی تھیں جو اسے پُرکشش بناتی تھیں۔وہ اس وقت گلابی سوٹ میں ملبوس اس کا ہی دوپٹہ سر پر لیے بیٹھی تھی اور ہلکہ میک آپ کیا ہوا تھا۔وہ پیاری لگ رہی تھی ۔اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں بہت خوبصورت اور نفیس قسم کی ڈائیمنڈ کی رنگ موجود تھی۔وہ انگیجڈ تھی۔اور آنے والے وقت میں مسز حارث صدام بننے والی تھی۔تو جی ہاں وہ حارث صدام کی ہونے والی بیوی تھی۔

جو کہ مرینا کے پسند سے نہیں نازیہ کی پسند سے بنی تھی۔اس کی ماں نازیہ بیگم کے دور کے رشتے دار تھے۔تو اس طرح انہیں نشی پسند آئی اور ہو گئی منگنی اور اب شادی کی تیاری تھی۔

وہ دونوں ایک یونیورسٹی اور ایک سیمسٹر می پڑھتی تھیں تو وہ پہلے سے ہی دونوں بیسٹ فرینڈز تھی۔رشتے داری بعد میں جڑی تھی۔

اس کے برعکس مرینا نے سیاہ رنگ کا کورڈ سیٹ پہنا ہوا تھا۔اور سفید اسکارف کا حجاب بنایا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اس سادگی میں بھی قیامت ڈھا رہی تھی۔اس نے میک اپ کے نام پر گلوس لگایا ہوا تھا۔جو کہ تھا۔مگر اس کے گلابی لبوں پر لگ کر ایسا معلوم ہوتا تھا اس نے پنک کلر کا transparent گلوس لگایا ہوا ہو۔اس نے دائیں ہاتھ میں وہ کارٹر کی گھڑی جو کہ حارث اس کے لیے لایا تھا۔وہ ہی مال والی پہنی ہوئی تھی۔اور بائیں ہاتھ کی دوسری انگلی میں ایک بہت پیاری نفیس مگر موٹی۔

جس کے بیچ میں چکور بنا ہوا تھا۔وہ ڈائیمنڈ کی رنگ پہنی ہوئی تھی۔وہ اسے اس کی برتھ ڈے پر اچانک ایک گفٹ کے طور پر آئی تھی۔اور وہ اصلی ڈائیمنڈ کی بہت خوبصورت رنگ تھی سو اس نے رکھ لی۔اور اس کوریئر والے نے بھی اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔اب وہ اس کی انگلی میں ہمیشہ موجود ہوتی تھی۔

کھانا سرو ہو چکا تھا۔اسٹیک، میکسیکن رائیز، منچورین وغیرہ موجود تھے۔مرینا اسٹیک کا ٹکڑا پکڑے اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔اور وہ میکسیکن رائیز کھا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

نشی تم نے شادی کی شاپنگ شروع کر دی۔؟مرینا نے اسٹیک کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

نہیں ابھی نہیں۔نشات نے نفی میں سر ہلایا۔اور تم نے؟۔

اوں ہوں! ابھی میں نے صرف ڈھولکی کا ڈریس لیا ہے۔وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ساتھ میں ایک اور ٹکڑا کاٹ کر منہ میں رکھا۔

ہاں! تم لوگوں کے یہاں جب تک نکاح نہیں ہوتا تو دلہن کسی بھی فنکشن میں نہیں آتی نہ۔ نشی نے قدرے منہ بنا کر کہا۔

ہاں! کوئی بھی فنکشن میں دلہن نہیں آتی۔بس اس کے گھر والے دلہے کی رسم کرنے آتے ہیں ۔مرینا نے اسے اپنے خاندان کی روایات کے بارے میں آگاہ کیا۔

ہوں۔اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔تم بتاؤ ڈھولکی کی تیاری ہو گئی؟۔ساتھ سوال کیا۔اور چاول کا چمچہ بھر کے منہ میں رکھا۔

ہاں!ابھی جاری ہیں اگلے اتوار کو ہے ناں۔ابھی ٹائم پڑا ہے آرام سے کرتے رہیں گے۔مرینا نے رسان سے جواب دیا۔پھر تھوڑا آگے ہو کر قدرے جوش سے بولی۔اور ڈھولکی کی تھیم میں نے اور زارون نے ملکر بنائی ہے اور ڈیکور والوں کو بنا کر دے دی ہے وہ کر دیں گے۔سب کو بہت پسند آئی ہے۔

www.novelsclubb.com

اچھا!.....اچھی بات ہے۔اس نے کھاس نوٹس نہیں لیا تھا۔

ہوں!مرینا نے اس کے روکھے انداز کو محسوس نہیں کیا تھا۔

یہ انداز اس کا انگیجمنٹ کے بعد ہوا تھا۔ مگر مرینا اپنی دوست کے لیے کچھ برا نہیں سوچ سکتی تھی۔ سو اس نے محسوس کر کے بھی نظر انداز کیا تھا۔ وہ لوگوں کو جج نہیں کرتی تھی۔ ان کے بارے بورا نہیں سوچتی تھی۔

یہ واچ کتنے کی ہے؟ وہ گڑبڑائی۔ آئی میں کس نے دی؟۔ پہلے قیمت پوچھ کر اندازہ ہوا کہ غلط سوال ہے تو لہجے کو سرسری بنا کر اس نے پوچھا۔

مرینا نے ایک نظر اپنی واچ کو دیکھا اور مسکرائی۔ اپنے بھائی کی دی ہوئی اسے ہر چیز پسند اتی تھی۔ اور اسے یہ واچ بہت پسند تھی۔ اور عزیز بھی۔

یہ کارٹر کی واچ ہے۔ اس میں یہ ریئل ڈائیمنڈز لگے ہیں۔ اپنا ہاتھ نشی کے آگے کیا۔

مجھے اس کی اگزیٹ قیمت نہیں پتا حارث بھائی قتر گئے تھے وہاں سے لائے تھے۔ ساتھ ہی سادگی سے شانے اچکا دیے۔ نہ ہی اس نے اسے جلانے کی کوشش کی تھی۔ اور نہ ہی اسے

احساس کمتری دینے کی۔وہ بس سادگی سے اسے بتا رہی تھی۔جیسے کوئی دوست اپنی فیورٹ چیز کے بارے میں اپنے دوسرے دوست کو بتاتا ہے۔مگر حارث کی بات سن کر نشی نے لب بھینچ لیے اور غصے سے اس کا چہرہ سرخ پڑا۔

اور تمہیں پتا ہے ایک مزے کی بات....وہ پھر آگے ہو کر جوش سے بتا رہی تھی۔مگر اس کے باقی لفظ لبوں میں رہ گئے۔

اسی وقت دو ویٹرز آرہے تھے آس پاس کے آرڈر دینے۔اس میں سے ایک ویٹر کے ہاتھ پر رکھی ہوئی ٹرے پر گرما گرم کوفی کا مگ رکھا ہوا تھا۔اور اسی وقت دوسرے ویٹر جو اس کے پیچھے تھا اس کو ٹھوکر لگی۔اور جو ویٹر گرم کوفی لے کر آرہا تھا اس سے لگا اور وہ گرم کوفی مگ سمیت مرینا والی واچ والے ہاتھ پر جا گرا۔Carter کے

مرینا اپنی جگہ سے اچھلی اس کا دھدھیا سفید ہاتھ تیزی سرخ پر چکا تھا۔اسے بہت تیز جلن ہونے لگی۔

سوری! آئی ایم سوری میم۔اب ویٹر اس سے شرمندہ ہو کر معذرت کر رہا تھا۔

سوری کس لیے تم نے اس کا ہاتھ جلا دیا۔ائیڈیٹ دیکھائی نہیں دیتا۔ نشی اس ویٹر پر مصنوعی چیخ اٹھی۔

www.novelsclubb.com

اٹس اوکے آپ جایئے۔اس نے ویٹر کو جانے کا کہا۔اور نشی کی طرف مڑی۔کوئی مسلئہ نہیں وہ جلدی میں ہو گا۔ہو جاتا ہے اس نے جنا بوجھ کر نہیں کیا۔اب وہ نشی کو کول ڈاؤن کرنے والے انداز میں سمجھا رہی تھی۔

مگر تمہارہ ہاتھ جل گیا۔اور تمہاری گھڑی بھی خراب ہو گئی۔پہلے وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ کر قدرے پریشانی سے بولی اور پھر واچ کو دیکھ کر سرسری سا کہا۔

مرینا نے اب جا کر اپنی واچ کو دیکھا وہ چل رہی تھی۔مگر اس کے اندر سیل میں کافی چلی گئی تھی۔جو ڈائیل میں کانٹا چلنے کے ساتھ ہل رہی تھی۔اس کا دل ٹوٹ گیا۔یک دم اس کے آنکھوں میں نمی آنے لگی۔اسے پتا نہیں کیوں وہ واچ اس سے دور جاتی ہوئی نہیں۔بلکہ اس ڈائیل کے شیشے میں اپنے بھائی کے دور جاتا ہوا عکس دیکھائی دیا۔اس نے سر جھٹکا۔

کچھ نہیں بس چلو چلیں۔وہ اپنے آپ کو سنبھال کر پرس اٹھاتی ہوئی تیزی سے اٹھی۔اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی وہ بل پہلے ہی ادا کر چکی تھی۔تو وہ چلتی بنی۔اسے بہت رونا آرہا تھا۔وہ جلن کا نہیں بلکہ اپنی واچ کا تھا۔

نشی بھی اپنا پرانہ اور قدرے پھدا پارس اٹھا کر اس کے پیچھے لپکی تھی۔

پیچھے پڑے آدھے کھانے اور اوپر بنی پھولوں والی چھت نے نشات مغل کو تاسیف اور مرینا کو دکھ سے دیکھا تھا۔

سورج ڈھلتا جا رہا تھا۔ سہ پھر ہو چکی تھی۔ اور اب ٹھنڈ قدرے بھڑ چکی تھی۔ یہ علائیقہ، درمیانہ طبقہ والوں کا تھا۔ چھوٹے اور قدرے خراب بنے ہوئے گھر۔ اسی ایک گھر کے آگے کھڑی نشی لوہے کا دروازا پیٹ رہی تھی۔ گھنٹی موجود تھی۔ مگر خراب تھی۔ تبھی اندر سے لکڑی کا دروازا کھولا اور پھر لوہے کا۔ وہ ایک ساونلے رنگت والی۔ موٹی اور عام نقش والی خاتون تھی۔ اسے وہ

خفگی سے دیکھ رہی تھی وہ نشی کی ماں رحیمہ مغل تھی۔نشات مغل کی ماں تھی۔ان کا باپ جب وہ پانچ سال کی تھی تو انہیں چھوڑ کر کمانے کے لیے چلا گیا تھا۔پھر پلٹ کر نہیں دیکھا۔ہاں پیسے وہ بہت بھجواتا تھا۔مگر رحیمہ ٹھڑی لالچی اور کنجوس عورت وہ ایک پھوٹی بھی خرچ کرتے ہوئے اس کی سانس جاتی تھی۔

کیا ہے دروازا پیٹ پیٹ کر توڑ دے۔بنوائے گا تیرا باپ نہ آکر۔اس عیشو عشرت کی دنیا سے۔

رحیمہ اسے دیکھ کر خفگی سے بولی۔اس کا لہجہ ان پڑھ اور گوار عورتوں والا تھا۔

www.novelsclubb.com

پریشان نہ ہو۔اب تیری بیٹی بھی امیروں کے گھر بیاہی جا رہی ہے۔وہ قدرے غرور سے بولی۔

ہاں! اگر میں صمیم کو نہ کہتی تو ہو گیا تھا تیرا رشتہ۔اس سے کہہ کر نازیہ کو کہلوایا تھا۔ورنہ وہ عمیر کبیر اپنے حسین وجوان بیٹے کا رشتہ دینے سے رہی۔وہ لہک لہک کر بولتی ہوئی اب منہ میں۔ سپاری رکھ رہی تھی۔

اچھا! بس نہ۔نشات خفگی سے بولی۔ساری دنیا کو چینخ چینخ کر اسکیمے بتادے۔پھر جوش سے آگے ہو کر صوفے پے اس کے ساتھ بیٹھی جہاں رحیمہ بیٹھ چکی تھی۔

صوفہ بھی پرانا تھا لکڑی کا بنا ہوا پشت اور بیٹھنے والی جگہ پر گتا لگا ہوا تھا۔پرانے طرز کے صوفے۔

www.novelsclubb.com

تو نے صمیم سے کیا کہلوایا تھا؟اس نے جوش سے پوچھا۔

یہ ہی کہ کہہ دے میں تیری رشتے دار ہوں۔اور اس نے وہ اس لیے کہا کیونکہ میں نے اس کے گھر اس کے بچے سنبھالے تھے۔تو اس نے کہا اور پھر تو تو ہے ہی۔ایکٹینگ کی بادشاہ۔نہ نہیں ہیروئین۔یہ ٹھیک ہے۔اپنا کارنامہ فخر سے بتاتے ہوئے آخر میں اسے داد دی۔یہ تب کی بات تھی جب اس کا پاپ ابھی اتنے پیسے نہیں بھجواتا تھا تو وہ ان کے گھر بچوں کو سنبھالنے کا کام کرتی تھی۔

ہوں! بات صحیح ہے۔مگر میرا ہونے والا شوہر اپنی بہن کا غلام لگتا ہے۔تجھے پتا ہے آج اس نے اتنی مہنگی گھڑی پہنی ہوئی تھی کہ میں کیا بتاؤں۔وہ پہلے جلن پھر حسد سے بولی تھی۔

پریشان نہ ہو تو اس کی بیوی ہو گی۔اور تو اس مرینا حسن کی دیوی کا ہی تو پتہ کاٹنے جا رہی ہے۔
اسے تسلی دے کر اصلی موضوع یاد دلوایا۔

ہاں وہ مجھے بلکل نہیں پسند حسن اور پیسا تو اس کو جیسے اللہ کی طرف سے روز نازل ہوتا ہے۔وہ نفرت اور حسد سے بولی۔اس کے لہجے میں مرینا کے لیے صرف نفرت، حسد اور جلن تھی۔

وہ پہلے جو کیفے میں مخلص اور معصوم دوست تھی۔اب اس کا چہرہ اس سے مختلف تھا۔اب وہ یہاں اصلی تھی۔مرینا سے حسد، جلن اور بے انتہا نفرت کرنے والی۔

میں نے اس سے بدلہ لے لیا۔میرے شوہر کا پیسہ خرچ کرنے کا۔اس نے جو مہنگی گھڑی پہنی ہوئی تھی وہ میرے شوہر نے اسے دی تھی۔اور اس کا دھدھیا مخروطی انگلیوں والا ہاتھ اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ میں نے ایک بیرے کے آگے اپنا پیر کر لیا۔اور اس کے ہاتھ سے ٹرے گر گئی۔اور اس کا ہاتھ گرم کوفی سے جل گیا۔میرے پورے روح میں سکون اتر گیا تھا۔اماں اسے تکلیف میں دیکھ کر۔وہ اپنی بات فخر سے بتاتے ہوئے آخر میں وہ منظر یاد کر کے سکون سے آنکھیں موندے بولی تھی۔

ہاں تو پتہ کاٹ دینا اس کا جاتے ہی۔ کھانے میں آج ٹینڈے پکا رہی ہوں۔ اس کو پٹی پڑھا کر آخر میں کھانے کے لیے بتایا۔

نشی نے منہ بنایا۔ تو ہی اپنے ٹینڈے کھا۔ میں تو اتنا مزے کا کھانا کھا کر آئی ہوں۔ مجھے بھوک نہیں وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولتی ہوئی ٹی وی کا ریموٹ لے کر ٹی وی چلا چکی تھی۔

میں نے کہا تھا نہ جو بچے وہ بہانے سے گھر لے آئی یو۔ وہ پھر لالچ سے بولی۔

www.novelsclubb.com

یار اماں! وہ اس منحوس کا ہاتھ جل گیا تو وہ اٹھ کر چلی آئی تو مجھے ڈر لگ گیا کہ اگر اس نے مجھے گھر نہیں چھوڑا تو میں کیا کروں گی۔ وہ پھر سے جنفرت سے بول کر چینل بدلنے لگی۔

منحوس کا سیدھا، جا کر قتل کر دینا۔ ہمارے راستے کا کانٹا ہے۔ وہ نخوت سے بول کر گندے سے بنے چھوٹے کچن میں چلی گئی تھی۔

پیچھے نشی کچھ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی۔ ٹی وی دیکھنے لگی۔

کوئی ان سے پوچھے مرینا نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟

وہ گھر پہنچی تو شام ڈھلنے والی تھی۔ راستے میں ٹریفک کی وجہ سے اور نشات کا گھر بھی اسلام آباد کے اینڈ میں آتا تھا۔ کچھ اس وجہ سے بھی دیر ہو گئی تھی اسے۔

وہ جیسے ہی دروازا کھول کر اندر داخل ہوئی۔سب سامنے ہی نظر آتے برتعش لاؤنج میں منڈلی لگا کر بیٹھے تھے۔بس صدام اور عبدل ستار نہیں آئے تھے۔

عالمگیر فاروقی،نازیہ،حارث سب صوفوں پر بیٹھے تھے جبکہ زارون نیچے رگ پر کشنس رکھے بیٹھا نوڈلز کھانے کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

گڑیا کہاں ہے ابھی تک نہیں آئی؟حارث پریشانی سے نازیہ بیگم سے بولا۔

ہاں!ابھی تک نہیں آئی میں فون کر کے پوچھ لیتی ہوں۔نازیہ بھی پریشانی سے کہہ کر اٹھ رہی تھی کہ ان کی نظر لاؤنج کے دروازے پر پڑی۔

آڑے! آگئی میری پچی! اتنی دیر لگادی؟ وہ اسے دیکھ کر پیار سے بولیں۔ تو سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس کی شکل وہ نہیں تھی، جس کے ساتھ وہ گئی تھی۔ اس کی شکل سے کچھ غلط ہونے کا پتا لگ رہا تھا۔ حارث اس کا جائزہ لے ہی رہا تھا، جب اس کی نظر مرینا کے ہاتھ پر پڑی وہ چونکہ۔ وہ سرخ پڑ رہا تھا۔

گڑیا یہ کیا ہوا؟۔ وہ فکر مندی سے بولتا ہوا اٹھ کر اس تک آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔

یہ جل گیا ہے ناں؟ کیسے جلا۔؟ نازیہ بیگم اس کا اس قدر سرخ ہاتھ دیکھ کر فکر مندی اور پریشانی سے بولیں۔

وہ...ایک ویٹر جلدی سے آرہا تھا۔تو اس سے کوفی گر گئی۔میں ٹھیک ہوں آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں. وہ بدوقت مسکرانے کی سعی کرتی ہوئی بولی۔

وہ ویٹر اندھا تھا۔ہاں اور کیسے پریشان نہ ہوں اتنا جل گیا ہے۔کتنی تکلیف ہو رہی ہو گی تمہیں۔ حارث غصے سے بولتے آخر میں فکر مندی سے بولا۔

بیٹا اس کو صوفے پر بٹھاؤ۔سکینہ فرسٹ ایڈ باکس سے اوئینٹمٹ لاو۔عالمگیر فاروقی اسے تاکید کرتے۔سکینہ کو آواز دی۔

سکینہ جلدی سے اوائینٹمٹ لائی۔حارث اسے صوفے پر بٹھا کہ خود گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے کریم لگانے لگا۔زارون بھی نوڈلز چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

اس ویٹر کی تو میں خبر لوں گا۔اندھا تھا کیا کر رہا تھا کہ جلا دیا ہے۔ابھی تھوری دیر اور ہوتی تو چھالے بن جاتے۔حرث غصے سے بولا۔

صحیح کہا بھائی۔زارون نے بھی تائید کی۔وہ بھی فکر مندی سے اس کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔

www.novelsclubb.com

نہیں کوئی ضرورت نہیں اس بیچارے نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔وہ پریشانی سے بولی مبادھا وہ چلا ہی نا جائے۔کیونکہ اسے یقین تھا حارث جاتا بھی۔

اس نے لب بھینچ کر تکلیف برداشت کی۔ مگر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔اس نے واضح دیکھا تھا کہ نشات نے اس ویٹر کو ٹھوکر مروائی تھی۔ مگر جب تک وہ سمجھ پاتی اس کا ہاتھ جل چکا تھا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں سے آنسوں ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔اسے اپنی دوست کا یہ رویہ سمجھ نہیں آیا تھا۔وہ تو اس سے اتنی محبت کرتی تھی اس پر اعتبار کرتی تھی پھر اس نے یہ کیوں کیا؟۔

زارون جو اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا چونکہ۔رپنزل چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔ تمہیں زیادہ جلن ہو رہی ہے۔وہ بولا تو حارث نے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں سے آنسوں لڑیوں کی سورت گر رہے تھے۔

گڑیا۔اس نے تڑپ کر اسے پکڑا۔وہ اس کے اس طرح رونے پر تڑپ ہی تو گیا تھا۔چلو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔وہ اٹھا وہ سب بھی پریشان ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔وہ کبھی اس طرح نہیں روئی تھی۔وہ معصوم انہیں کیا بتاتی یہ سب سے عزیز دوست کی بے اعتنائی کے آنسوں تھے۔اس نے آج اپنی دوست کے آنکھوں میں اپنے لیے جلن،حسد اور بے انتہا نفرت دیکھی تھی۔وہ اس نے کبھی زندگی میں بھی کسی کی آنکھوں میں اپنے لیے ایسی جلن،حسد اور نفرت نہیں دیکھی تھی۔ جو اس نے آج اپنے لیے نشی کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔وہ اس جلن, حسد اور نفرت سے خوف زدہ ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔بس جلن ہوئی اس لیے۔وہ خود کو سنبھال کر جلدی سے بولی۔

لیکن جان دادا تمہیں بہت جلن ہو رہی ہے نہ۔تو جاؤ بچے۔عالمگیر فاروقی بھی پریشانی سے بولے۔

ہاں جاؤ مرو ورنہ چھالے نہ پڑ جائیں۔بلکہ تمہیں نظر لگ گئی ہے۔ تمہیں منع کیا تھا نہ کہ سیاہ پہن کر باہر مت جانا تم اس میں بہت حسین لگتی ہو ہاں۔نازیہ بیگم پریشانی سے بولتی ہوئی انہیں نظر لگنا یاد آ گیا تھا۔

بات تو صحیح تھی مرینا کو نظر لگی تھی۔ مگر وہ نظر نہیں حسد، جلن اور نفرت کی نظر تھی۔جو لوگوں کو قبر میں پہنچا کر پھر دم لیتی ہے۔

www.novelsclubb.com

میں ابھی تمہاری نظر اتارتی ہوں۔وہ کہتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔

جبکہ حارث اس کے ساتھ اوپر صوفے پر بیٹھا اس کا سر اپنے کندھے پر رکھے۔اس کر گرد حصار بناتے اس کے سر کو تھپکنے لگا۔وہ اسے پر سکون کر رہا تھا۔

زارون بھی اس کے جلے ہوئے ہاتھ پر پھوک مار رہا تھا۔جس پر اب مرہم لگ چکا تھا۔مگر پھر بھی اسے تسلی نہ ہوئی تھی۔

اس کے دونوں بھائیوں میں اس کی جان بستی تھی۔اور دونوں بھائیوں کی اس میں۔وہ اس کی ذرہ سی تکلیف پر تڑپ جاتے تھے۔

عالمگیر فاروقی مسکراتے ہوئے انہیں دیکھنے لگے۔جو کہ بہن کے تھوڑے سے درد پر تڑپ گئے تھے۔

مرینا کا بخت تھا محبت، عزت، شہرت اور ترقی۔ جو اس سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا تھا۔

چاہے کتنی بھی نشات آجائیں۔

حاسدوں اور نفرت کے شر سے اللہ کی پناہ۔

www.novelsclubb.com

موجود دن؛

وہ ابھی تک۔ ساکت تھا، شل۔ جامد۔

لاؤنج میں گھرا سکونت تھا۔ سب اسے خاموشی سے تک رہے تھے جس کے چہرے کا رنگ

قدرے پیکھا پر چکا تھا۔

کوئی اسے امید سے دیکھ رہا تھا۔تو کوئی تفتیش سے۔

اس نے اس سطر سے نظر اٹھا کر دیکھا۔تو سب اسی کی طرف متوجہ تھے۔وہ خود کو سنبھال کر بد وقت مسکریا۔

ہاں! گڑیا تمہارا جوائینگ لیٹر آیا ہے۔حارث اسے دیکھ کر بولا۔

اچھا! اتنی جلدی وہ خوشی سے اٹھ کر اس کی طرف آئی۔اور اس کے ساتھ بائیں طرف بیٹھ گئی۔ دیکھائیں۔اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

حارث کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔وہ خود اپنی بہن اور خاندان کے برباد ہونے کا یہ پرمٹ کیسے تھمائے۔

مگر اس سے پہلے زارون نے اسے اچک لیا۔ان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا جواب بلند آواز میں اسے پڑھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

To,

Marina,

We read your email and check your

Cvs,

It is informing you that we select ,

You for your practice at our ,

Firm so kindly come tomorrow,

And join us.

Thanks,

CEO & Founder of Malik Enterprises,

Arhaan Malik ,

Signature.

www.novelsclubb.com

وہ جو بلند آواز میں پڑھ رہا تھا۔اس کا سانس روک گیا۔ارحان نام پر اس کی آنکھیں حیرت اور مارے شاک کی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔وہ کئی لمحے ساکت اور جامد ہو گیا۔نہیں بلکہ ششدر اور شل بھی۔

کچھ یہ ہی حال بھی نازیہ بیگم کا تھا۔وہ سانس نہیں لے سگھیں۔

اب کے لاؤنج میں سکونت تھا گھرا۔خوفناک سکونت۔وہ سب سانس بھی نہیں لے رہے تھے۔ گھری خاموشی۔اس خاموشی

میں ان کی سانس لینے کی بھی آواز نہیں آتی تھی۔ان سب کا سانس تک ساکت و جامد تھا۔کئی لمحے ایسے خاموشی اور سکونت کے نظر ہو گئے۔مرینا ٹکر ٹکر ان کا چہرہ دیکھنے لگی جو سانس بھی نہیں لے رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

رپنزل!تم نے کہاں میل بھیجی تھی۔اس مقدس خاموشی کو زارون نے ٹوڑا۔اس کی آواز میں واضح ڈر تھا۔

میں نے پاکستان کی سب سے بڑی ملک انٹرپرائزس کو بھیجی تھی کیوں؟اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

مرینا میری بچی تمہیں نظر لگ گئی ہے میں نے کہا تھا نہ۔گھری گندی نظر۔نازیہ بیگم روتے ہوئے بولیں تھیں۔ان کی آواز میں بھی ڈر تھا۔

چچی ماں آپ رو کیوں رہی ہیں۔وہ فکر مندی اور پریشانی سے بولتی جلدی ان کے پاس آئی تھی۔ انہوں نے بغیر دیر کئی اسے اپنے سینے میں پیھنچ لیا تھا۔

مر واپنی چچی ماں کی بات مانوں گی نہ۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں وہاں جانے کی۔وہ اس کا حسین چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرے منت کرنے لگیں تھیں۔

آپ جو کہیں گی میں کروں گی۔وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بولی تھی۔وہ ان کے اس طرح رونے پر پریشان ہو گئی تھی۔

وہ اپنے خاندان کے لیے ہر چیز چھوڑ دے یہ تو بس پریکٹس تھی۔

www.novelsclubb.com

زارون رخ موڑ کر اب ٹکر ٹکر حارث کو دیکھ رہا تھا۔اور وہ اسے۔ان دونوں بھائیوں کے دماغ اور جسم مفلوج ہو گئے تھے۔اور زبانوں پر تو جیسے قفل لگ گیا تھا۔

مگر آپ اتنی پریشان کیوں ہو گئی ہیں؟۔جب اس نے ان کو تسلی دی تو ان کا رونا کم ہوا تو تب اس نے پوچھا۔

مرو میری بچی۔کچھ سوالوں کے جواب نہیں ہوتے۔انہیں وقت پر چھوڑ دینا چاہیے۔وقت آنے پر اس سوالات کے جوابات مل جاتے ہیں۔وہ اس کی پیشانی چومتی ہوئیں بولیں اور پھر سے اسے سینے سے لگا لیا۔

صیفی اور سکینہ بھی حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

سکینہ۔جاؤ میرا پرس لاو میں مرینا کا صدقہ دوں۔نازیہ نے حکم دیا۔تو وہ چلی گئی واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں لڈیز پیارا سا برینڈڈ والٹ تھا۔

نازیہ نے والٹ سے پانچ ہزار نکالے اور اس کے اوپر وار دیے۔

یہ خود ایک ہزار رکھو اور باکی سب میں بانٹ دیے نہ۔ وہ نوٹ سکینہ کو پکارتے ہوئی بولیں تو وہ جی کہتی اپنے باکی کام کرنے چلی گئی۔

گڑیا! تم اب ہمیں بنا بتائے کہیں نہیں جاؤ گی۔ حارث نے اسے سختی سے کہا۔ وہ ویسے اسے بتائے بغیر کہیں نہیں جاتی تھی مگر تنبیہہ ضروری تھی۔

www.novelsclubb.com

اچھا نہ آپ سب اتنے سیریس کیوں ہو گئے ہیں۔ جیسے یہ لیٹر نہیں ڈیتھ تھریٹ ہو میرے لیے۔ وہ لاپرواہی سے بولی تھی

گڑیا۔حارث تڑپ کر دھاڑا تھا۔یہ کیا بد تمیزی ہے اس طرح کون بولتا ہے ہاں۔وہ غم و غصے سے چلایا تھا۔

زارون نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پر سکون کرنا چاہا۔

رپنزل۔ایسے نہیں کہتے۔ کبھی کبھار کئی باتیں سچ ہو جاتی ہیں۔زارون نرمی سے مگر تڑپ کر بولا تھا۔

جبکہ نازیہ بیگم۔نوافل پڑھنے چلی گئیں تھیں۔تاکہ ان کا خاندان بچ جائے۔اور ان کے خاندان اور مرینا کے سلامتی کے لیے بھی۔

صیفی بھی باہر نکل گیا تھا۔

ادھر آؤ۔اس کے اس طرح چلانے پر وہ ناراضی سے اسے دیکھنے لگی تو حارث نے اسے اپنے پاس بلایا۔

نہیں۔وہ رخ موڑے ناراضی سے بولی۔مگر اس کا رخ موڑنا حارث کو لگا اس نے ہمیشہ کے لیے اپنی گڑیا کھودی۔

گڑیا ادھر آؤ۔وہ پھر دھاڑا تھا۔

بھائی۔زارون نے اسے گھورا وہ مرینا کو اس طرح شک میں ڈال رہا تھا۔

آؤر پنزل۔ تمہیں تمہارے بھائی بلا رہے ہیں۔ زارون نے تڑپ کر کہا۔ تو وہ بھی تڑپ کر بھاگتی ہوئی ان دونوں کے درمیان صوفے پر بیٹھ گئی۔ تو حارث نے جلدی سے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

میری گڑیا۔ پیار سے اس کا سر چوما۔ ہماری بات مانوں گی نہ نہیں جاؤ گی نہ کہیں۔ وہ خوف کے ذریعے اثر بولا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

آئی ایم سوری بھائی کی جان۔ حارث نے اسے یوں ہی سینے سے لگائے بولا تھا۔

اٹس اوکے ! اور آپ آئیندہ مجھے نہیں ڈانٹیں گے۔وہ مانتی ہوئی آخر میں تنبیہہ کرتی بولی تو حارث بے اختیار مسکرا دیا۔

پکا۔پرامس کبھی نہیں ڈانٹیوں گا اپنی گڑیا کو۔اس نے اسے یقین دلایا۔

اور اس کے گرد حصار تنگ کیا۔تو زارون نے بھی مرینا کے گرد دوسری طرف سے حصار بنایا۔

وہ اب مکمل لگ رہے تھے۔وہ بیچ میں تھی اور دونوں طرف اسے اپنے مضبوط حصار میں لیے ہوئے اس کے بھائی۔

ان کا یہ مضبوط حصار اس۔کے لیے حفاظت اور سکون تھا۔وہ مسکرا دی۔

بہنوں کے لیے اپنے بھائی تحفظ اور سکون ہوا کرتے ہیں۔

✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕✕

وہ بند کمرا تھا۔اس میں کوئی روشنی موجود نہیں تھی۔اندھیرا گھرا اندھیرا۔دفعتاً ٹھاہ کی آواز کے ساتھ کمرے کا دروازا کھولا۔ایک پولیس دیکھائی کیا۔اور اس ہولیے نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر ایک ساتھ ساری بتیاں جلادیں۔کمرا روشن ہو گیا۔منظر صاف۔

وہ کمرا گلابی اور سفید رنگ کا خوبصورت، بڑا اور پر تعیش تھا۔کمرے کے بیچوں بیچ گول بیڈ جس کی پشت چھت کو چھوتی تھی۔بیڈ کی پشت کی دوسری طرف دو دروازے تھے۔شاید ایک واش روم اور دوسرا وارڈروب۔دیر دیوار سب کچھ گلابی رنگ کا تھا۔بیڈ کے سامنے دیوار پر بڑا سا ٹی وی نسب تھا اس کے اپر اے سی اس دیوار کے نیچے دو کاؤچز رکھے تھے جو کہ سفید رنگ کے اوپر پینک کلر کی ڈزائن marble

کے بنے ہوئے تھے۔کونے میں بک شیلف۔دوسرے کونے میں بڑااور پیارا گملا جو کہ اس کمرے کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتا تھا۔

مگر اس کمرے کی سب سے نمایاچیز وہ تھی۔جواب تم لوگ دیکھو گے۔وہ تھی ہر دردیوار پر مرینا عبدل ستار کی تصویریں۔

جو ہر دردیوار پر لگی ہوئی تھیں وہ سب مرینا کے چار سال سے لیکر اس دن مال والی تک۔فریم کی ہوئیں۔سب سے بڑی فریم کی ہوئی تصویر بیڈ کی پشت پر لگی ہوئی تھی۔جس میں صرف مرینا کا چہرہ تھا۔جس پر وہ ٹھوری پر ہاتھ رکھے آنکھوں میں معصومیت لیے ہمیشہ کی طرح حسین لگ رہی تھی۔اور ایسا لگتا تھا وہ تصویر اس کی انجانے میں لی گئی تھی۔اسے معلوم نہ تھا۔

اور این اس فریم کے نیچے ایک نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔

وہ تختی چلی ہوئی تھی۔اور اس کے وہ پینک کلر کی فری لائیٹ میں بنا ہوا نام تھا۔

۔مرینا ہدیہ ملک۔

اب وہ ہولیا آگے بڑھا مرینا کی اس بڑے سے فریم پر ہاتھ پھیرا۔اور اس فریم کے شیشے میں اس کا عکس دیکھائی دیا مگر۔مدھم۔ہمیں اس کی بس پشت دیکھائی دے رہی تھی۔وہ پلٹا اب کے وہ ہولیا واضح تھا۔تیس سال کا۔لمبا قد۔مضبوط اور چوڑی جسامت۔گورا رنگ۔نیلی سمندر جیسی آنکھیں۔پر کشش نقش۔وہ حسن وجیہات کا مکمل مرد تھا۔اس کے نقش مرینا سے ملتے تھے۔بہت مشابہت تھی اس میں۔یا مرینا کی اس سے۔

وہ ملک انٹر پرائز کا سی آئی او ارحان ملک تھا۔

وہ ارحان ملک تھا مرینا کا سگھا بھائی۔

وہ اس فریم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

میری سبزہ۔وہ بولا اس کی آواز گھمبیر تھی۔اور اچھی بھی۔

www.novelsclubb.com

میں بہت جلد اپنی سبزہ واپس لے آئون گا۔اور یہ گھر آباد ہو جائے گا۔یہ ملک ہاؤس یہ کمرا سب کچھ رونق سے بھر جائے گا۔میں اپنی سبزہ کو واپس لے آئوں گا۔

اور مجھے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔اب چاہے صدام عالمگیر ہو یا چاہے حارث صدام۔میں اپنی سبزہ واپس لے آئوں گا۔

وہ مٹھیاں بھینچیں اپنے ارادوں سے خود کو آگاہ کر رہا تھا۔

مریناان کی نہیں ارحان ملک کی تھی۔

شاید وہ بھول گئے تھے۔

اس کی قیمتی چیز۔

اس کا سب سے قیمتی اثاثہ۔

اس کی بہن۔

www.novelsclubb.com

۔مریناز لفکار ملک۔

✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖✖

“Welcome to Haris Saddam Alamgir’s Dholki”۔

یہ تختی پڑھ کر راجپوت محل کے عالیشان گیٹ سے اندر داخل ہو تو تمہیں، بیک سائیڈ کا گارڈن کا منظر نظر آئے گا۔

پیلا، سبز اور سنہری کلر کا تھیم۔ پھول اور ساتھ آگے بنا اسٹیج۔ زرد بتیوں سے سجی چھت سے بتیاں لٹک رہیں تھیں۔ سامنے اسٹیج سے نیچے کالین پر عورتیں ڈھولک لیئے بیٹھیں گانا گانے میں مصروف تھیں۔ وہ سب ڈیکور اس طرح تھا جو آج کل کے امیر لوگوں کی ڈھولکیوں پر ہوتا ہے۔

اور اوپر سے رات کا آسمان کا منظر چاند اور تارے۔ ماحول پر فیکٹ تھا۔ ہر طرف رونقیں ہی رونقیں تھیں۔ بائیں جانب بوفے ٹیبل پر بھی چند لوگ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ امیروں کے فنکشنز میں یہ ہی ہوتا تھا۔ کھانا پہلے کھولا ہوا ہوتا تھا۔ کہ لوگ فنکشن انجوائے کرتے کرتے کھانا کھائیں۔

اس میں سب کے خوبصورتی کو مات دیتا مرینا کا حسن۔ وہ پیلے رنگ کی میکسی جس پر نفیس سا گھرے سبز رنگ کا کام ہوا، ہوا تھا۔ اس کا بھاری خوبصورت دوپٹہ جو کہ اس نے کندھے پر رکھا سیٹ کیا ہوا تھا۔ ہلکہ سا میک آپ اس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔ لمبے گھنے خوبصورت بال کھولے ہوئے تھے آگے سے بس چھوٹا بنا کر پیچھے پشت پر گھٹنوں سے نیچے گر رہے تھے۔ سب اسے ستائیشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

نازیہ بیگم اس کی چار مرتبہ نظر اتار چکیں تھیں۔ پانچویں کی باری تھی۔ تو وہ بچ بچا کر بھاگ آئی تھی باہر۔

حارث نے سفید شلوار قمیض کے اوپر ڈارک گرین رنگ کی ویس کوٹ پہنی ہوئی تھی اور اسی رنگ کا پیروں میں خصا۔

وہ ہینڈسم اور ڈیشنگ لگ رہا تھا زارون نے بھی سیم ڈریسنگ کی ہوئی تھی۔ بلکہ گھر کے سب مردوں نے۔ زارون بھی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ ان کا خاندان پیدا ہی خوبصورت ہوا تھا۔ حسن اور پیسا انہیں ورثے میں ملا تھا۔

اب حارث کو اسٹیج پر بیٹھایا گیا تھا۔ اور اسے ابٹن لگ رہا تھا۔

مرینا نے ہاتھ بھر کر ابٹن لیا۔

نہیں یہ بہت زیادہ ہے۔ گڑیا تھوڑا کم کرو۔ حارث نے گھبرا کر کہا۔ بھئی دلہے کے کپڑے خراب ہو جاتے۔

ہاں! رپنزل تھوڑا کم کرو۔ زارون نے مرین آکو آنکھ مار کر کہا۔

تو وہ مسکرا کر سمجھتی ہوئی سر ہلا کر ابٹن کے سنہیرے پتیلے میں پھر سے ہاتھ ڈالا اور اس پہلے زیادہ ابٹن دونوں ہاتھوں میں بھرا۔ اس نے زارون کو اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

اوہ نشات بھابھی۔ زارون نے سامنے اشارہ کر کے ہانک لگائی تو۔ حارث نے حیران ہو کر اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔ بھئی ان کے یہاں دلہن نکاح سے پہلے نہیں آتی تھی تو اب کیسے ؟۔ اور مرینا نے موکاع دیکھ کر اس کے پورے منہ پر ابٹن مل دیا۔

آآآآآہہہ۔وہ بیچارہ چیخ اوٹھا۔وہ اس افتادہ کے لیے تیار نہ تھا۔

اب وہ دونوں ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

یہ کیا کیا؟ نازیہ بیگم بھی اس کی حالت دیکھتی ہنستی ہوئی بولیں۔اور اپرا سٹیج پر چھڑتی ان کی طرف ائیں۔

ممی دیکھیں آپ کے دونوں بچوں نے میرے ساتھ کیا حشر کیا ہے۔حارث نے ان دونوں کی شکایت لگائی۔خود تو وہ بیچارہ کچھ کر نہیں سکتا تھا،دلہا جو ٹھرا۔

کوئی بات نہیں مزاک کر رہے تھے۔وہ ہنسی دباتی ہوئیں بولیں۔

میرے دوست آنے والے ہونگے میں اس حلیے میں ملوں گا۔ان سے ؟۔وہ ان دونوں کو گھور کر بولا۔

تو دونوں نے ہنستے ہوئے لاپرواہی سے کندھے آچکا دیے۔

بیٹا تم جا کر کپڑے بدل کر آؤ۔نازیہ بیگم اسے کہتی ہوئیں اسٹیج سے اتر کر دوسرے مہمانوں کی اور بھر گئیں۔

www.novelsclubb.com

وہ ان دونوں کو گھوری ڈالتا کپڑے چینج کرنے کے لیے اندر چلا گیا۔

میں بھی بھائی کی مدد کر دیتا ہوں۔ بیچارے کیسے کپڑے نکالے گیں سب نوکر کام میں مصروف ہیں۔ زارون کہتا ہوا اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔ مرینا بھی سر ہلاتی ہوئی نیچے اتری۔

یہ آپکی بیٹی ہیں۔؟ ایک خاتون نے نازیہ سے مرینا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

نازیہ بیگم نے ایک نظر اسے دیکھا جو اب اسٹیج سے اتر رہی تھی۔ اور مسکرائیں۔ ہاں! یہ میری بیٹی ہے۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

www.novelsclubb.com

ماشاءاللہ بہت پیاری ہے۔ کہیں بات ہوئی ہے آپ کی بیٹی کی؟۔ اب وہ اپنے اصلی مدعے پر آئیں تھیں۔

ان کے شوہر آئی جی تھے اور بیٹا کوئی ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتا تھا۔

جی۔مرینا کا نکاح ہوا وا ہے۔اپنے کزن کے ساتھ۔۔نازیہ نے انہیں مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

اوہ۔خاتون کے منہ سے نکلا۔خاتون کا چہرہ بجھ گیا،انہیں افسوس ہوا تھا۔اتنی حسین لڑکی کو کون چھوڑتا ہے؟۔

یہ حسین لڑکے اور لڑکیوں کی شادی پہلے سے ہی کیوں ہوئی ہوتی ہے؟۔

www.novelsclubb.com

اب آپ انجوائے کیجیے میں باکی گیسٹ کو اٹینڈ کر لوں۔نازیہ بیگم مسکرا کر کہتی ہوئیں دوسروں کی اور بھر گئیں۔

نازیہ بیگم بھی پیلے رنگ کے سجے ہوئے جوڑے۔اور ہلکہ میک اپ، ہیئر اسٹائل میں خوبصورت لگ رہی تھیں۔ مگر انہیوں نے سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا۔

اب مرینا لڑکیوں کی بیچ بیٹھی ہوئی گانے گا رہی تھی۔

اور ساتھ ساتھ ڈھولک بھی بجا رہی تھی۔

عالمگیر فاروقی، صدام اور عبدل ستار اگلے گارڈن میں تھے۔ جہاں مردوں کا سیٹ اپ تھا۔ وہاں بھی اسی طرح ڈیکور کیا گیا تھا۔ کھانا پینا بھی اسی طرح تھا۔ مگر وہاں سب مرد تھے۔ یہ عالمگیر فاروقی کا حکم تھا کہ ہر فنکشن میں مرد اور عورتوں کا الگ سیٹ اپ ہو گا۔

مرینا نے پہلا گانا لڑکیوں کے ساتھ گانا شروع کیا۔

زرا ڈھولکی بجاو گوریون

Mere sang sang gao gorion

شرماؤنا لگا کے مہندی

Zara talian bajao gorion

یہ گھڑی ہے ملن کی

ایک ساجن سے ساجنی کے

www.novelsclubb.com

ملن کی۔

گیت ایسا کوئی گاؤ گوریون

ایسی آئی ڈھولکی باجو گوریوں

زارا انکی تال دیکھ لو

آج انکو بھی ناچاو گوریون

www.novelsclubb.com

یہ گھڑی ہے ملن کی

ایک ساجن سے سجنی کے ملن کی۔

وہ گاتی ہوئی ساتھ ساتھ تالیاں بھی بجا رہی تھی۔تب اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا وہ چونکی۔ نظر اٹھا کر دیکھا وہ ایک سات سال کا موٹ اور پیارا بچا تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے اس بچے کو دیکھا تو بچا پہلے تھوڑا جھکا اور اس کے گال کو چوما۔ مرینا بے ساختہ ہنس دی اور بچے کے بھی پھولے ہوئے گال چومے۔ پھر اس بچے نے اس کی طرف ایک چھوٹا فولڈ کیا ہوا کاغذ کا ٹکڑا بڑایا مرینا نے اس کاغذ کو تھاما اور پچا دوبارہ بھاگتا ہوا داخلی دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس نے تعجب سے اس کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھا۔ پھر کندھے آچکا کر اسے کھولا۔اس کے اندر کچھ یوں لکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

۔پلیز کم ٹو گیراج سائیڈ۔

وہ ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی اٹھی۔اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی وہ اس کا اپنا گھر تھا۔گارڈ باہر تھے۔گھر میں اس کے باپ بھائی تھے۔کون کیا کرے گا؟۔وہ اس چیز سے بے فکر تھی۔سو اٹھی اور گیراج کی سائیڈ چل دی اسے حیرت بھی تھی کہ اسے کس نے بلایا ہے۔

وہ گیراج سائیڈ جہاں گیراج کا دروازا بند تھا وہاں پہنچی۔اندر گیراج بڑا تھا اور ان سب کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔وہ بند دروازے کے پار باہر کھڑی تھی یہاں بھی لائیٹس لگائی گئیں تھیں سو روشنی تھی۔تب ہی گیراج سائیڈ والی لائیٹس آف ہوئیں۔کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا۔کہ اس سائیڈ کی لائیٹس ہو گئی ہیں۔

اندھیرے میں ڈوب گیا۔تب گیراج سے لکڑی کا دروازا جو کہ دیوار کی areaوہ گیراج سائیڈ سائیڈ پر لگا ہوا تھا۔کہ گاڑی پارک کر کے دروازا بند کر کے اس دروازے سے اندر گھر میں یا باہر داخل ہوا جائے۔وہ دروازا کھولا۔اور پر بند ہوا جیسے وہاں سے کوئی نکلا ہو۔

اور.....کسی نے مرینا کی کلائی تھامی۔

اس انجان لمس سے مرین کی ریڑ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈور گئی۔وہ سانس نہیں لے سگی۔وہ بد کی مگر گرفت مضبوط تھی۔وہ ساکت۔جامد۔شل رہ گئی۔تھی

وہ چیخ نہیں پائی کیونکہ اس ہولیے نہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔وہ مزاحمت کر رہی تھی۔ اس ہولیے کے ہاتھوں جس پر گلوز چھڑے ہوئے تھے۔اور جو اس کے منہ پر رکھا ہوا تھا اسے نوچا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

دھیرے دھیرے مرینا کا مزاحمت کرتا وجود تھم گیا۔

وہ ساکت۔جامد شل رہ گئی تھی۔

ششدر ہ۔

جاری ہے۔

رقابت

(ارمش ہادیہ قمر)۔

www.novelsclubb.com

Episode: (03).

باپ سوم؛

تمہارا بھائی، تمہارا باپ!۔

مگر باپ، باپ ہوتا ہے۔

اور بھائی، بھائی ہوتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں، تمہارا بھائی ہوتا ہے

تمہارے باپ کی جگہ۔

جو کرے تم سے پیار

جو کرے تمہاری عزت

جو رکھے تمہارا خیال

جو رکھے تمہیں عزیز

جو ہو تمہارا بہترین دوست۔

www.novelsclubb.com

جو کرے تمہارے باپ کی کمی پوری۔

مگر، باپ، باپ ہوتا ہے

اور بھائی، بھائی ہوتا ہے۔

باپ تمہیں دے دولت۔

تمہیں دے عزت

تمہیں دے محبت

تمہیں دے شہرت

تمہیں دے اعتماد

تمہیں دے اپنا نام۔

کیا یہ سب تمہیں تمہارا بھائی دے گا؟۔

مگر، اگر یہ سب تمہیں تمہارا باپ بھی نہ دے؟۔

www.novelsclubb.com

تو تم کیا کرو گے ؟۔

تم کرو گے ان سے نفرت

تمہیں نہیں ہو گی ان سے محبت

تمہیں نہیں ہو گا ان سے پیار

تمہیں ہو گی ان سے چڑ

تم نہیں دو گے انہیں عزت

نہیں کرو گے ان کے فیصلوں پر ہاں !۔

نہیں راضی ہو گے ان کی کہی بات پر

وہ ہو نگیں تمہارے سب سے بڑے دشمن۔

باپ دشمن نہیں ہوتا!۔

باپ سے نفرت نہیں ہوتی !۔

www.novelsclubb.com

باپ، تمہارا باپ ہوتا ہے۔اور بھائی، تمہارا بھائی۔

مگر، ہوتی ہے تمہاری قسمت کی بات۔

تمہاری قسمت کا ملے گا تمہیں، تمہارا باپ۔

تمہاری قسمت کا ملے گا تمہیں، تمہارا بھائی۔

مگر یہ سب تم تب کروگے

جب وہ تمہیں نہیں دے گا دولت۔

تمہیں نہیں دے گا ملکیت

تمہیں نہیں دے گا تمہاری جائیداد

تمہیں نہیں دے گا تمہارا جائز حق

تمہیں نہیں دے گا تمہارا جائز حصہ

تمہیں نہیں دے گا تمہارا جائز پیسہ۔

www.novelsclubb.com

یہ سب تم تب نہیں کروگے۔

اگر وہ تمہیں دے تمہارا جائز حق، پیسہ اور حصہ۔

تو تم نہیں کروگے ان سے سوال۔

سوال تمہاری عزت کا؟

سوال تمہاری شہرت کا؟

سوال تمہاری محبت کا؟

سوال تمہارے اعتماد کا؟

سوال تمہیں اپنا نام دینے کا؟۔

کیونکہ تمہیں ملا ہے یہ سب؟

نہیں!۔ کیونکہ!۔

تمہیں نہیں ہے ان چیزوں کی تمنا۔

www.novelsclubb.com

نہ ہی خواہش۔

نہ ہی فکر۔

نہ ہی چاہ۔

چاہ ہے تمہیں تمہارے جائز پیسے کی، جو تم نے کمایا نہیں۔

چاہ ہے تمہیں تمہارے جائز حصے کی۔ جو تم کو ملا نہیں۔

چاہ ہے تمہیں تمہارے جائز حق کی۔ جو تم نے جتایا نہیں۔

چاہ ہے تمہیں تمہاری جائز ملکیت کی۔ جو تم سے رکھی گئی دور۔

چاہ ہے تمہیں تمہاری جائز جائیداد کی۔ جس کی تمہیں نہ تھی خبر۔

چاہ ہے تمہیں اپنے ان چیزوں میں کیونکہ تمہارے لیے ہیں یہ جائز۔

چاہ ہے تمہیں ان کی کیونکہ یہ ہے اللہ کا حکم تمہارے باپ کے لیے۔

کیونکہ ہے وہ تمہارا باپ۔

کیونکہ ہے وہ تمہارا بھائی۔

مگر ہے یہ تمہارا لالچ۔

ہے یہ تمہارا نفس۔

ہے یہ تمہارے اندر کا شر۔

ہے یہ تمہارے اندر کا سحر۔

ہے یہ تمہارے اندر کا شیطان۔

مگر نہ ہی تم، غلط ہو؟۔

نہ ہی تمہارا باپ، غلط ہے؟۔

غلط ہے تمہارے حالات۔

غلط ہے تمہارا وقت۔

ہے یہ تمہاری آزمائش۔

www.novelsclubb.com

جو بھیجی گئی ہے اللہ کی طرف سے۔

اگر اس پر، تم

پورے اترے ثابت قدم۔

تو تمہیں ملے گی اللہ کی رضا۔

اللہ کی خوشنودی۔

اللہ کی دوستی۔

اللہ کی محبت۔

اللہ کی جنت۔

ہو گے تم سچے اور پکے انسان۔

ہو گے تم نیک اور بہترین مسلمان۔

ہو گے تم اللہ کے پسندیدہ مومن۔

www.novelsclubb.com

ہو گے ہمارے نبی کے پسندیدہ امتی۔

تمہیں کیا چاہیے یہ ہے تم پر۔

مجھے کیا چاہیے یہ ہے مجھے پر۔

مگر باپ، باپ ہوتا ہے۔

اور بھائی، بھائی ہوتا ہے۔

ہیں ان میں زمین و آسمان کا فرق۔

ہیں ان کے مختلف عہدے۔

www.novelsclubb.com

ہیں ان کے مختلف دل۔

ہیں ان کی مختلف شخصیت۔

مگر باپ، باپ ہوتا ہے۔

اور بھائی، بھائی ہوتا ہے۔

(از قلم، ارمش ہادیہ قمر)۔

☆☆☆☆☆

پوا ناوقت۔

کچھ مختلف حالات۔

کچھ نئے کردار۔

کچھ نئی کہانی؛

www.novelsclubb.com

"تمہیں اندازہ ہے تم نے کیا، کیا ہے؟" فاروقی شاہنواز دھاڑے تھے۔

"یہ میرا جائز حق ہے!"۔"میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا ناں؟"معصومیت سے آنکھیں سٹپٹاہ کر کہتے مرزہ فاروقی شاہنواز راجپوت نے کندھے اچکا دیے۔

انیس سالہ عالمگیر فاروقی یہ سب بے بسی سے دیکھے گئے۔

"نکاح کرنا گناہ نہیں!، مگر دشمن کی بیٹی سے نکاح کون کرتا ہے؟"۔وہ پھر سے چلائے تھے۔

بابا وہ دشمن کی نہیں بلکہ میرے ماموں کی بیٹی ہے۔وہی لاپرواہ انداز۔

"وہی ماموں جس نے تمہاری ماں کو گھر سے نکال دیا تھا!۔ہاں؟""اتنا امیر ہونے کے باوجود اس نے تمہاری ماں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہیں دی تھی۔"وہ سانس لینے کو روکے۔

"اور شادی کے لیے تمہارے دادا سے زمینیں طے ہیں تھیں اس نے۔"

وہ پھر غیض و غضب سے چلائے تھے۔ان کا سفید چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"کیونکہ وہ ماں جی کا رشتہ کئی اور کرنا چاہتے تھے۔اور آپ کو ماں جی پسند تھی۔ جیسے مجھے۔ آفرین شہریار عالم ملک پسند ہے"۔کہتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھ کھڑی حسن کی ملکہ کی طرف اشارہ کیا۔وہ بلا کی حسین تھیں۔

www.novelsclubb.com

"شہریار عالم ملک ہمارا دشمن ہے۔اور یہ اس کی بیٹی۔" وہ پھر دھاڑے۔

"ٹھیک ہے اگر یہ ہی تمہاری ضد ہے تو میں تمہیں جائیداد سے عاق کرتا ہوں۔"

فاروقی شاہنواز فیصلا سنانے والے انداز میں بولے۔

عالمگیر فاروقی کا سانس روک گیا۔وہ اپنے باپ کو دیکھنے لگے بے حیرت و یقینی سے۔اگر وہ چھوٹے نہ ہوتے تو کچھ کرتے۔مگر وہ اپنے سے دس سال بڑے بھائی،اور باپ سے کیا کہیں؟۔

سوال مشکل تھا۔اور جواب ناممکن۔

البتہ مرزہ فاروقی کے چہرہ پر اطمنان تھا۔نہ وہ گھبرائے نہ ہی انہیں کوئی مسلئہ ہوا۔وہ پر سکون تھے۔وہ مطمئن تھے۔

www.novelsclubb.com

"بابا اپنے پہلے بھی جائیداد ہم دونوں میں نہیں بانٹیں اس لیے کہ آپ چاہتے تھے ہم دونوں بھائی ساتھ رہیں!۔یہ آپ کی ضد ہے۔اور آفرین میری ضد۔"

وہ لمحے بھر کو روکے۔

"اس لیے میں نے اپنے نام ساری جائیداد کر لی ہے۔اور آپ دونوں پر ترس کھا کر بس یہ راجپوت حویلی آپ دونوں کے لیے رکھی ہے۔" وہ اس ہی پر سکون اور لاپرواہ انداز میں بولے۔

آفرین شہریار عالم ملک کچھ بھی نہیں بولی وہ بس چہرہ نیچے جھکائے زمین کو دیکھ رہی تھی۔اسے جیسے وہ گونگی ہو۔خیر تھی نہیں۔وہ مطمئن تھی۔ان کا شوہر سب کچھ کر لے گا۔وہ شوہر ان کی مٹھی میں تھا۔کٹھ پُتلا۔بیوی کا غلام۔باپ سے دغا کرنے والا۔وہ یہ کیوں یاد رکھتیں؟۔

مرزہ فاروقی نے ان کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔فاروقی صاحب کو لگا ان کے سر پر راجپوت حویلی کی چھت آن گر گئی ہو۔وہ سانس نہیں لے سکھے۔وہ ساکت، جامد، شل رہ گئے تھے۔وہ بے یقینی سے اپنے خبرو جوان بیٹے کو دیکھے گئے۔

راجپوت حویلی میں سکونت تھا گھر اسکونت۔گھری خاموشی۔کئی لمحے اسی خاموشی میں گزر گئے وہ دونوں بے یقینی و حیرت سے مرزہ کو دیکھے گئے۔

"یہ...یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"فاروقی راجپوت کی آواز لڑکھڑائی۔ان کے باپ شاہنواز راجپوت کی ساری جائیداد جوان کے مرنے کے بعد فاروقی صاحب کی تھی۔وہ ساری گئی۔کیونکہ وہ اکلوتے تھے۔مگر ان کے بیٹے نے یہ کیا کیا تھا؟۔

"وہی جو آپ نے سنا!۔اب آپکے پاس بس یہ حویلی ہے۔اس دن جو میں نے وہ پیپر یہ کہہ کر سائین کروائے تھے۔کہ وہ مجھے کاروبار کرنا ہے۔مگر.....لمحے کا توقف کیا۔"وہ پیپر اجازت نامے کے تھے کہ میں ساری جائیداد سوائے حویلی کے آپ نے بڑے بیٹے مرزہ فاروقی شاہنواز راجپوت کے نام کر رہا ہوں۔"

وہ انہیں ایسے بتا رہے تھے جیسے گویا موسم کا حال سنا رہے ہوں۔

"چٹاخ"۔فاروقی صاحب کا ہاتھ اٹھا اور مرزہ کے وجیہہ خوبرو چہرے پر پڑا تھا۔

وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھے۔تو اس زناٹے دار تھپڑ پر لڑکھڑائے۔عالمگیر فاروقی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ان کے بابا نے کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔یہ پہلی مرتبہ تھا۔

"مرزہ!"۔چیخ کر بولتی ہوئی آفرین نے انہیں سمبھالا تھا۔وہ ان سب میں اب بولی نہیں بلکہ چیخی تھی۔

انہوں نے بے یقینی سے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

میں اب یہاں ایک سیکنڈ بھی نہیں روکوں گا۔وہ انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے بول رہے تھے۔ میں ابھی اپنی بیوی کو لیکر جارہا ہوں۔انہوں نے ان دونوں کو تنبیہہ کی۔اور باپ کو دیکھ کر چلائے تھے۔

نہیں بھائی، آپ غصہ نہ کریں بابا غصے میں ہیں۔عالمگیر فاروقی ان سب میں اب بولے تھے۔اور انہیں سمجھانے لگے۔

انہوں نے ایک نظر اپنے بھائی کو دیکھا اور پھر آفرین کا خوبصورت ہاتھ پکڑا۔"چلو۔"اسے حکم دیا۔

"نہیں بھائی آپ کہیں نہیں جائیں گے۔"عالمگیر فاروقی دروازے کے آگے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"تم بیچ میں مت بولو عالمگیر۔ دروازے سے ہٹو۔" انہوں نے نرمی سے اس سے کہا۔ باپ سے جتنے اختلافات صحیح مگر انہیں اپنا بھائی بہت عزیز اور پیارا تھا۔

عالمگیر فاروقی نفی میں سر ہلا رہے تھے۔ مگر انہوں نے نرمی سے اسے دروازے سے ہٹایا اور انہوں نے اپنے پیر اپنی بیگم کے ساتھ دہلیز پر رکھے ہی تھے کہ فاروقی صاحب کی بات پر روکے۔

www.novelsclubb.com

"تم نے یہ حویلی اس لیے اپنے نام نہیں کی۔ کیونکہ یہ ہوئی ہی نہیں یہ میرے دادا کے نام پر ہے جس کے کاغذات تجوڑی میں پڑے ہیں اور تمہیں اس تجوڑی کا پتہ نہیں جانتے۔؟""ہاں؟" وہ پھر دھاڑے۔

وہ دھیرے سے پنجوں کے بل پلٹے۔

"نہیں!" انہوں نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ "میں تجوڑی کا پتا جانتا ہوں مگر اپنے بھائی کے لیے میں نے یہ حویلی چھوڑی ہے۔"

وہ پر سکون سے بولتے ہوئے بیوی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے راجپوت حویلی کی دھلیز پاڑ کر گئے تھے۔

پیچھے فاروقی صاحب دھیرے دھیرے زمین پر بیٹھتے چلے گئے۔

"بابا"۔ عالمگیر فاروقی نے چیختے ہوئے انہیں سنبھالا اور خود بھی ان کے پاس دونوں گھٹنے زمین پر رکھ کر بیٹھ گئے۔

مرزہ نے اپنے بھائی کے لیے صرف حویلی چھوڑی تھی۔واہ!۔وہ کھائیں گے کیا۔وہ پڑھیں گے کہاں سے وہ سب انہیں پروہ نہیں تھی۔انہوں نے بس ان کے سروں پر چھت سلامت رکھی تھی۔یہ ان کا ان دونوں پر احسان تھا۔بھئی۔جس کا ان دونوں کو ان کا شکر ادا کرنا چاہیے ہے ناں؟۔

کیا انہیں صحیح میں تجوڑی کا راستہ پتا تھا؟۔

تمہیں کیا لگتا ہے؟۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆

وہ دونوں ساری رات اُدھر فرش پر بیٹھے رہے تھے۔فاروقی صاحب بس ایک نکتے کو ساکت سے گھورے جا رہے تھے جیسے ان کا دماغ ماؤف ہو اور انہیں کچھ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہو۔

ساری زندگی کی کمائی، محنت ان کا اپنا بیٹا ان کا عزیز خون، وہ ایسے اڑا کر لے گیا کہ ان کے فرشتوں تک کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

"بابا، پانی پیجیے۔اور اپر آ کر بیٹھیں۔" عالمگیر فاروقی پانی کا گلاس ان کی طرف بھڑھاتے ہوئے بولے۔شاک اور بے یقین وہ بھی تھے۔مگر وہ پراسس کر چکے تھے۔

فاروقی صاحب نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ اب ان کا آخری سہارا تھا۔اب وہ انہیں تعلیم کہاں سے دلوائیں گے؟وہ کیا کریں؟۔عالمگیر فاروقی نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔انہوں نے تھاما اور آٹھ کر صوفے پر بیٹھ گئے۔پھر پانی کا گلاس لے کر پیا۔

پس منظر میں اب فجر کی آذان ہونے لگی تھی۔

"بابا! آپ نے ہمیں کبھی نماز پڑھنے کی تلقید کیوں نہیں کی؟" وہ جب پانی پی گئے تو انہوں نے گلاس لے کر سامنے ٹیبل پر رکھا۔اور سوال کیا۔

"مطلب؟" فاروقی صاحب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ آپ نے ہمیں قرآن پڑھایا، نماز سیکھائی، تعلیم دلوائی، شہرت دی، اعتماد دیا، محبت دی۔ مگر"..... لمحے کا توقف کیا۔فاروقی صاحب دھم سادھے اسے سنے گئے وہ کم بولتے تھے۔ مگر جب بولتے تو کھرا کھرا، سچ اور حق بولتے تھے۔اب بھی وہ بول رہے تھے۔

"آج بھائی نے ہم دونوں کو دولت کی وجہ سے چھوڑا۔اور آپ سے کہا آپ نے انہیں جائیداد نہیں دی۔ مگر مجھے آپ سے یہ شکوہ نہیں اور نہ ہی بھائی سے"۔وہ سانس لینے کو روکے۔

"مجھے آپ سے شکوہ ہے اور بھائی سے۔آپ نے ہمیں نماز سیکھائی مگر روز پانچ وقت پڑھنے کی تلقید نہیں کی کیوں؟. آپ نے ہمیں قرآن پڑھنا سیکھایا مگر روز اسے کھول کر پڑھنے کی فضیلت نہیں بتائی؟۔آپ نے ہمیں دنیا کہ لیے تیار کیا مگر آخرت کے لیے نہیں؟۔آپ نے ہم دونوں کی دنیا کی نظروں میں عزت اور احترام دلوایا۔ مگر اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے یے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں وہ کیوں نہیں سیکھایا؟"

www.novelsclubb.com

وہ سوال کرتے جا رہے تھے۔اور ہر سوال کے ساتھ فاروقی صاحب کا سانس بند ہو رہا تھا۔ انہوں نے کبھی اس بارے میں سوچا نہیں تھا۔انہوں نے اپنے بچوں کو اس بارے میں کہا نہیں تھا۔

"آپ بس جمعے کی نماز کے لیے ہم دونوں کو گھسیٹ کر لے جاتے۔عالمگیر فاروقی نے گہری سانس لی پھر بولنا شروع کیا۔آپ بس عید نماز کے لیے ہم دونوں کو تیار کرواتے۔باکی نمازوں کا کیا؟وہ بھی تو اہم ہیں۔وہ بھی تو فرض ہیں؟۔قرآن پڑھنا بھی تو فرض ہے۔تراویح پڑھنا بھی تو اہم ہے؟"

وہ رو کے اپنے باپ کو دیکھا جو اسے پوری طرح سن رہے تھے۔مگر ان کی رنگت پھیکی پڑھتی جارہی تھی۔عالمگیر فاروقی نرمی اور سادگی سے کہتے رہے۔

www.novelsclubb.com

"تو بھائی نے آپ سے یہ گلہ کیا کہ آپ نے انہیں ان کا جائز پیسہ یا حصہ نہیں دیا۔مگر انہوں نے آپ سے یہ کیوں نہیں کہا کی بابا آپ نے ہمیں روز نماز اور قرآن پڑھنا کیوں نہیں سیکھایا۔ہمیں روز مسجد میں پانچ وقت اللہ کے سامنے حاضر ہونا کیوں نہیں سیکھایا۔انہیں پیسہ چاہے اپنے عیشو عشرت پوری کرنے کہ لیے۔مگر وہ کیا اللہ کا احسان اس دنیاوی پیسوں سے پورا کر

سکتے ہیں ؟۔ نہیں، کیونکہ اللہ کے احساسات بہت ہیں ہم وہ نہیں اتار سکتے مگر۔نہ کبھی اتار سکتے ہیں۔ کونکہ وہ مالک ہے اور ہم اس کے گناہ گار بندے۔ مگر ہم اس کے سامنے جھک کر اپنی عاجزی اور انکساری تو بیان کر سکتے ہیں۔اس کا شکر ادا تو کر سکتے ہیں۔اس کا ہر حکم مان کر اسے راضی تو کر سکتے ہیں ناں ؟۔اس سے وہ چیز تو مانگ سکتے ہیں جو ہمیں چاہیے۔اور وہ رحمان ہمیں دیتا بھی ہے۔"

"آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا یا پھر اللہ تعالیٰ سے بھکاری بن کر مانگنا کیوں نہیں سیکھایا؟۔ آپ کی غلطی نہیں ہے کیونکہ دادا نے یہ آپ کو نہیں سیکھایا۔آج ہم دونوں کو سزا ملی ہے یہ آزمائشی ہے، ہمیں اس پر پورا اترنا ہے۔اور ہم ثابت قدم رہیں گے۔"

"چلیے چل کر مسجد میں نماز پڑھ کر آتے ہیں۔اور اپنی گناہوں کی معافی بھی مانگ کر۔" وہ کہتے ہوئے اٹھے۔

فاروقی صاحب نے اٹھ کر انہیں اپنے سینے میں پیھنچ لیا تھا۔اور وہ رو بھی رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دو میں نے تم دونوں کو دنیاداری سکھادی مگر دین داری بھول گیا تھا۔"

وہ روتے ہوئے بولے۔

'آپ پریشان نہ ہو۔بھائی پر یہ اللہ کی آزمائش ہے۔اور شیطان کا وار اور اپنے نفس کا حملا، جس پر ان کا نفس اور شیطان جیت گیا۔ مگر شیطان ہمیشہ شکست کھاتا ہے۔وہ بھی کھائیں گے۔میں انہیں بد دعا نہیں دے رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے باپ کی آنسوں کا بدلہ لیں گے۔ مگر میں تب بھی آن کی مدد کروں گا۔"

عالمگیر فاروقی ایک فاصلہ کرتے ہوئے بولے تھے۔اہم فیصلہ۔جو حال میں ان کا گھر ایک مرتبہ پھر تباہ کرنے والا تھا اس سے انجان۔

فاروقی صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔پھر دونوں مسجد کے لیے فجر پڑھنے چلے گئے۔

ہمیشہ ماں، باپ ہی ہمیں نماز پڑھنے کی تلقید کیوں کریں۔ ہم خود بھی تو عالمگیر فاروقی کی طرح اپنی اصلاح خود کر سکتے ہیں؟۔

اور کرنی بھی چاہیے۔

☆☆☆☆☆

دن ایسے گزرتے گئے۔ فاروقی صاحب نے راجپوت حویلی بیچ دی۔ اور ھر گاؤں سے اسلام آباد شہر منتقل ہو گئے۔ وہاں عالمگیر صاحب کو پڑھایا لیکھایا۔ انہیں اچھا انسان اور اچھا مسلمان بنایا۔ پھر چند سالوں بعد اپنے دوست سے ملکر انہوں نے امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کیا۔ جو کہ انہوں نے حویلی کے پیسوں سے زمین کی تھی۔ اس پر۔ وہ حویلی بڑی تھی تو پیسے بھی زیادہ تھے۔ مگر عالمگیر فاروقی نے خود نوکری کر کے پڑھا تھا۔ اور فاروقی صاحب بھی نوکری کرتے تھے۔ اس طرح انہیں بزنس میں فائیدہ ہوا اور پھر راجپوت محل بنا۔ ان کی شان و شوکت بنی۔

معاشرے میں عزت بنی۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے احکام مانے تھے اور اس پر چلے تھے۔اور باپ کا دل خوش کیا تھا۔کچھ ان کی بھی دعائیں تھیں۔اور اللہ کی اعتائیں۔

پھر ان کی شادی ہوئی۔بچے ہونے سے پہلے فاروقی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اور پھر ایک رات ان کے گھر کی دہلیز پر کسی نے قدم رکھا تھا۔اور یہاں سے شروع ہوا تھا۔ عالمگیر خاندان کا ٹوٹنا بکھرنا۔ور عالمگیر فاروقی کے لیے آزمائش۔

☆☆☆☆☆

نیا وقت، نئی کہانی:۔

"شش!"۔اس ہولیے نے مرینا کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

www.novelsclubb.com

مرینا۔کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔وہ سکت اور جامد رہ گئی۔ششدر دہ۔اس نے پھر بھی ہمت کر کے اس کے گلوز والے اس ہاتھ جو کہ اس کے منہ پر رکھا ہوا تھا اسے نوچا، مگر کچھ فائیدہ نہیں ہوا۔اس کی گرفت مضبوط تھی۔

اس ہولیے نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے ہٹایا۔

مرینا نے گہری سانس لی۔اس کا سانس بند ہو رہا تھا۔اور موقع ملتے ہی جیسے اس نے چینخنا چاہا۔ مگر اس ہولیے نے پہلے ہی اس کے منہ پر پٹی باندھ دی تھی۔

وہ ساکت رہ گئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آیا تھا۔اس کے ساتھ ہوا کیا؟۔

ایک تو اس اندھیرے میں اسے کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔اپر سے منہ اس کا بند تھا۔اور دونوں ہاتھ اس ہولیے کی گرفت میں۔

وہ کیا کرے؟ کیا کرنا چاہیے؟۔اب اس کا دماغ ماؤف ہوا تھا۔اسے بہت خوف آنے لگا تھا۔

یک دم اسے محسوس ہوا جیسے وہ ہولیے نیچے جھکا ہے۔اور بیٹھا ہے۔اس نے نظریں نیچے کر کے دیکھا۔مگر بے سندھ ہر سو اندھیرا تھا۔یہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔

اور تب اسے یقین آ گیا کہ وہ ہولیے نیچے بیٹھا ہے۔کیونکہ اسے اپنی کلائی پر وہ کچھ پہناتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ شل اور ششدر دہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"ٹوں،ٹوں۔"

اب اسے محسوس ہوا جیسے اس نے کچھ بند کیا۔اسے کسی لوک لگانے یا پاسورڈ لگا کر کچھ بند کرنے کی چیز کی آواز آئی تھی۔

وہ اپنے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ مگر اس ہولیے کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

اور پھر دھیرے سے اس کے ہاتھ آزاد ہوئے۔ مگر جب تک اس کی سمجھ میں کچھ آتا۔اس کے منہ سے پٹی ہٹ چکی تھی۔اور پھر یک دم اس گیراج والی جگہ کی بتی کھل گئی۔ہر لائیٹس یکا یک کھول دی گئی تھیں۔اب اس جگہ کا منظر۔صاف تھا۔ہر جگہ بتیاں اور لائیٹس تھیں۔پورے گیراج والی جگہ روشن ہو گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

مرینا کی آنکھیں چندھیا گئیں اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔پھر دھیرے دھیرے ہٹایا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔وہ جو کوئی بھی تھا وہ موقع ملتے ہی بھاگ گیا تھا۔

مرینا نے گہری سانس لے کر۔ حواس باختہ اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اسے اپنی دائیں ہاتھ کی کلائی پر کچھ محسوس ہوا کیونکہ بائیں ہاتھ میں اس نے چوڑیاں پہنی ہوئیں تھیں۔

اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا وہاں۔ ایک خوبصورت اور نفیس ڈزائن کا ڈائیمڈ بریسلٹ تھا۔ جس کی ہوک والی جگہ پر چھوٹا سا لوک لگایا گیا تھا۔ اس کا مطلب جب تک پاسورڈ نہ ہو تو یہ بریسلٹ نہ ہی کھول سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عین اس کی کلائی کی سائیز کا تھا۔

اس نے اس بریسلٹ کو نوچ کر نکلنا چاہا۔ مگر وہ نہیں نکلا اور اس کی دھدھیا کلائی سرخ پر گئی۔

اس ہولیے نے اتنی دیر اس کی کلائیاں پکڑ رکھی تھیں مگر تب اس کی کلائیاں سرخ نہیں ہوئیں تھیں۔

اور اب اس کی اتنی سی حرکت پر سرخ ہو گئی تھیں۔یعنی اس ہولیے نے اس کی کلائیاں بڑی نرمی مگر مضبوطی سے پکڑ رکھی تھیں۔

اسے اب غصا آنے لگا تھا۔یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا اور اسے پتا بھی نہ چل سکھا تھا۔اسے اپنی بے بسی پر غصا آنے لگا تھا۔اور انکھیوں میں آنسوں۔

اور یہ سب اتنی جلدی ہوا تھا کہ کسی کو مرینا کی گیر موجودگی کا بھی کسی علم نہیں ہو سگا تھا۔

وہ بھاگتی ہوئی واپس پچھلے گارڈن میں آئی جہاں فنکشن جاری تھا۔

وہاں سب پر سکون، قہقہے لگاتے ہوئے۔اور کھانے کھاتے ساتھ باتیں کرتے۔اوراِدھر اُدھر بچے بھاگتے کودتے دیکھائی دے رہے تھے۔

اس کا تنفس بھاری تھا۔وہ لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پر سکون کر رہی تھی۔اسے ابھی اس بریسلٹ کی پرواہ نہ تھی۔وہ اسے کیسے بھی کر کر کے نکال لے گی۔مگر اگر کسی نے اسے اس طرح دیکھ لیا تو سب نے پریشان ہو جانا تھا۔اور سب کا فنکشن خراب ہو جانا تھا۔

اس نے اس بریسلٹ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔کیونکہ اسے یقین تھا سب کو لگنا تھا۔ مرینا کو ہیرے پسند ہیں سو یہ اس کا ہی ہو گا۔

اس نے تین گہرے سانس لیے۔پھر بدقت چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور آگے بڑھی۔

"مرو تم ادھر ہو میں تمہیں وہاں ڈھنڈھ رہی تھی۔ جاؤ بیٹا تم بھی کھانا کھاؤ صبح سے کچھ نہیں کھایا تم نے بھی۔" جب وہ وہاں پہنچی تو نازیہ بیگم اسے دیکھ کر بولیں۔ شاید وہ اسے اس لڑکیوں کے گروپ میں ڈھونڈ رہیں تھیں نہیں ملی تو انہوں نے ادھر اُدھر دیکھا ہو گا۔ اب اسے نظر آئی تو وہ بولیں تھیں۔

"جی!۔ میں جا رہی ہوں تب تک آپ بھی کھانا کھالیں میں ذرہ حارث بھائی اور زارون کو دیکھ لوں وہ ابھی تک نہیں آئے"۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی انہیں تاکید کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں! انہیں بھی لے آئو"۔ نازیہ بیگم مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتی ہوئیں آگے بڑھ گئیں۔ تو وہ بھی اندر بھاگ گئی۔

اندر آئی تو حارث اور زارون اسے سیڑھیاں اترتے ہوئے دیکھائی دیے۔وہ باتیں کرتے ہوئے نیچے اتر رہے تھے۔حارث نے پھر سے نئ سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور اب کیمل کلر کی شال لے لی تھی۔کیونکہ اس کی تھیم والی واس کوٹ تو خراب ہو چکی تھی۔

وہ بھاگ کر ان تک پہنچی۔

"ارے گڑیا کیا ہوا۔تم اس طرح بھاگ کر کیوں آئی ہو۔"

حارث اس کے پھولے ہوئے سانس کو دیکھ کر پریشانی سے بولا۔

"ہاں،رپنزل ہم آرہے تھے۔تم اس طرح بھاگ کر کیوں آئی ہو۔اور..تم روئی ہو"

۔زارون بھی اسے اس طرح پھولے ہوئے سانس کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔تو جو وہ جلدی جلدی بول رہا تھا مگر اسے حیرت ہوئی تب ہوئی جب اس نے مرینا کی خوبصورت ہیزل گرین آنکھیں دیکھیں وہ سرخ ہو رہیں تھیں۔یہ تب ہوا تھا جب اس ہولیے نے اس کے منہ پر کپڑا باندھا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔تب اس کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسوں گرے تھے۔

"اوں ہوں۔"وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔"نہیں کچھ نہیں ہوا میں نہیں روئی اور چاچی ماں آپ دونوں کو باہر بولا رہی ہیں"۔

وہ اپنے آپ کو پر سکون کرتے ہوئے بولی۔اور مسکرائی۔

"نہیں! گڑیا تم روئی ہو ہے ناں؟"۔حارث کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔وہ تفتیش سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔آخر خود فوجی اور ڈی جی کا بیٹا تھا۔اسے کچھ غلط ہوتا پہلے ہی پتا چل جاتا تھا۔

"نہیں بھائی! چلیں نہ مجھے بھوک لگی ہے۔ صبح سے تیاریوں میں میں نے ناشتہ کے الاوہ کچھ نہیں کھایا"۔وہ معصوم سی شکل بناتے ہوئے بولی۔

تواس کا پینترہ کام کر گیا۔

"گڑیا کتنی مرتبہ کہا ہے ٹائیم پر کھانا کھایا کرو اب چلو"۔حارث فکر مندی سے کہتا ہوا اسے لے کر باہر بڑھا۔

www.novelsclubb.com

مگر زارون ان دونوں کو پشت کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ تو ہوا ہے؟۔اسے شک ہو رہا تھا۔

پر وہ بھی سر جھٹک کر ان کے پیچھے ہو لیا تھا۔

باہر اسی طرح فنکشن جاری تھا۔قہقے، کھانے، شور اور ہلا گولہ۔

اوپر آسمان میں جمکتا چاند اور تارے نیچے ہوتے اس منظر کو چپ چاپ دیکھے گئے۔

☆☆☆☆☆

سردی کی رات تھی۔ جیسے جیسے رات ڈھلتی جا رہی تھی۔یخ بستاہ ہوتی جا رہی تھی۔

ڈھولکی کے فنکشن کو اختتام پذیر ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔

اس وقت مرینا۔سیاہ نائیٹ سوٹ میں ملبوس،میک آپ سے صاف شفاف چہرہ،لمبے،گھنے بالوں کا جھوڑا بنائے۔وہ اپنی ساری تیاری ختم کر چکی تھی۔اب سادہ سے حولیے میں تھی۔مگر پھر بھی حسین لگ رہی تھی۔

وہ اپنے پر تعیش کمرے کے بیڈ پر اوپر پیر کیئے بیٹھی تھی۔کمرے کی بتیاں دھیمی تھیں۔قد آدم کھڑکیوں کے آگے پردے لگے ہوئے تھے۔

اس نے اپنی کلائی اپنے آنکھوں کے سامنے کی ہوئی تھی۔اور بس اسے بریسلٹ کو ٹھٹکی باندھتے دیکھے جا رہی تھی۔یہ بریسلیٹ اسی ہاتھ کی کلائی میں تھا جس میں وہ موٹے چکور ہیرے والی انگھوٹی پہنتی تھی۔اب اس کا ہاتھ مکمل لگ رہا تھا۔ہاتھ کی درمیانہ والی انگلی میں انگھوٹی اور نیچے کلائی میں بریسلٹ۔اس کا دھدھیا سفید مخروطی انگلیوں والا ہاتھ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

اس نے اس بریسلٹ کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ ورنہ سب نے پریشان ہو جانا تھا۔ آج کل ویسے بھی حارث اسے لیکر بہت فکر مند اور محتاط ہو گیا تھا۔ یہ ہی حال باکی گھر والوں کا بھی تھا پتا نہیں کیوں ؟۔

ہر کوئی ماضی کے دفن کیے رازوں کے کھلنے سے ڈرتا ہے۔

وہ ان سب سے خود نپٹ لے گی اس نے سوچا تھا۔

وہ بریسلٹ بلاشبہ بہت قیمتی اور خوبصورت تھا۔ اور ڈائیمڈ کا تھا، تو یقیناً مہنگا ہو گا۔ وہ بریسلٹ کچھ اس طرح تھا کہ.....

دونوں طرف چھوٹے ڈائمنڈ کی لڑیاں تھیں، اور بیچ میں موٹے اور بڑے ہیرے جن کے بیچ میں بھی چھوٹے ہیرے لگے تھے۔ وہ بہت نفیس اور بارک بینی سے بنایا گیا تھا۔ اور دوسری طرف کی

لٹکتی لڑی میں وہ لاک والا ہوک ڈلا ہوا تھا جس سے اسے بند کیا گیا تھا۔

اس نے بہت کوشش کی تھی اسے اتارنے میں مگر، ہیرے جواہرات مرینا کی کمزوری تھے۔وہ زیادہ زور نہیں دے سکی تھی کہ اتارنے میں، اس ڈر سے کہ کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے۔

اسے ہیروں سے عشق تھا۔ محبت تھی۔اسے ہیرے سکون پہنچاتے تھے۔اگر وہ اداس ہوتی ہیروں کی شاپنگ کرتی۔اگر خوش ہوتی ہیروں کی کوئی چیز خود کو گفٹ کرتی۔اس کا پہلا پیار اور عشق تھے ہیرے۔کوئی بھی قیمتی یا خوبصورت ہیرا یا اس کی بنی چیزیں ہوتیں وہ اسے لیتی ہی لیتی تھی۔اور یہ بریسلٹ تو بہت خوبصورت تھا۔

لیکن پھر بھی اس نے سوچا تھا وہ کل خود جیولر کے پاس جا کر اسے اتروائے گی۔پتا نہیں کون اسے پہنا کے گیا تھا۔اور وہ اتنی بد تمیزی نہیں ہے کہ کسی ایرے غیرے کی پہنائی ہوئی چیزیں پہن کر گھومے۔

اسے پھر سے اپنی بے بسی پر غصا آنے لگا تھا۔

اس ہولیے کے سامنے پتا نہیں کیوں وہ ساکت ہو گئی تھی۔

اسے معلوم نہ ہو اور نہ مرینا تو اچھے اچھوں کو ہلا کر رکھ دے۔

www.novelsclubb.com

خیر جو ہونا تھا، وہ تو ہو گیا اب اسے سونا چاہیے۔وہ سوچتی ہوئی اٹھی۔لائیٹس آف کر کے اس نے سائیڈ لیمپ جلایا اور آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔کچھ دیر کے بعد اس پر نیند مہربان ہو گئی تھی۔کچھ تھکن تھی اور ذہنی دباؤ اسے جلدی نیند آ گئی تھی۔

کچھ گھنٹے بعد:۔

وہ"چار سالہ معصوم بچی تھی!"۔

جو"ماما"!۔،ماما! مجھے ڈھنڈے چلا رہی تھی۔ مگر اس کی آواز اس کی ماں تک نہیں پہنچ رہی تھی

۔

وہ مڑی اور ایک راہداری میں قدم رکھا لیکن.....وہ اگلے پل سانس نہیں لے سکی۔ ساکت۔

جامد۔

www.novelsclubb.com

راہداری کے زینوں کے سامنے اختتام پر خون تھا بے تحاشا خون۔ بے شمار۔ جو بڑھتا جا رہا تھا۔

روکنے کا نام

نہیں لے رہا تھا وہ خون کسی اور کا نہیں اس کی جان سے عزیز ماں کا تھا۔اس کی ماں زینوں کے اختتام پر گری پڑی تھی آنکھیں ایک نقطہ پر ساکت تھیں اور کنپٹی سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ ان کا خوبصورت چہرہ سفید پر گیا تھا۔اس معصوم بچی کے جسم میں لرزش طاری ہونے لگی وہ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں پائی، آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن ٹانگیں آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔ایک دم اسے احساس ہوا اس کے پیچھے

کوئی ہے اس نے گردن موڑی اور پوری قوت سے چلائی "ماما!"۔

وہ ایک چیخ سے اٹھ بیٹھی۔اتنی سردی میں بھی اس کا وجود پسینے سے شرابور تھا۔وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔اس نے اپنے اِرد گرد وحشت اور خوف سے دیکھا وہ اپنے کمرے میں تھی۔

دور کہیں مسجد سے فجر کی آذان آرہی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھی سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا جگ دیکھا مگر وہاں آج کسی کو بھی پانی رکھنا یاد نہیں رہا تھا۔وہ خود بھی بھول گئی تھی۔

اس نے پانی پینے ملتوی کر کے پہلے وضو کر کے نماز پڑھنے کا سوچا اور جلدی سے اٹھ کر واش روم کی اوٗر بڑھی۔وہ واش روم سے باہر نکلی تو سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔اور چہرہ کے گرد اسی جوڑے کا سیاہ دوپٹہ لپٹ لیا۔پھر آ کر جائے نماز بیچھا کر نماز ادا کی۔اس کے چہرے کے گرد وہ بڑا دوپٹہ نماز اسٹائل بندھا ہوا تھا۔وہ دوپٹہ بہت بڑا تھا اس میں وہ پوری طرح چھوپی ہوئی تھی۔ سواب وہ جگ اٹھا کر باہر نکلی پانی لانے کے لیے۔

اس کے کمرے کے بلکل سامنے عناق اور نگزیب کا کمرا تھا۔اور اسی لائین میں تھوڑا سائیڈ پر عالمگیر فاروقی کا کمرا تھا ان کے کمرے کی بتی کھلی ہوئی تھی۔وہ تہجد کے بعد نہیں سوتے تھے پھر فجر پڑھ کر تلاوت کرتے تھے۔

وہ پانی پی کر آئی تھی۔اور جگ وہیں کچن میں چھوڑ کر آئی تھی۔اس نے سوچا کہ اب وہ بھی جا کر عالمگیر فاروقی کی تلاوت سن لے نماز تو وہ پڑھ لیتی تھی۔ مگر تلاوت اس سے نہیں ہوتی تو سن لیتی تھی۔وہ بھی کوشش کرتی تھی کہ تلاوت کرنے کی اسے عادت پڑھ جائے اور اللہ نے۔چاہا تو جلدی پڑھ بھی جائے گی۔

اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔آمین۔

وہ ان کے کمرے کی اوٗر بڑھی۔دروازے کھٹکھٹایا۔اجازت ملی تو اندر داخل ہوئی۔سامنے عالمگیر فاروقی جائے نماز پر بیٹھے سامنے قرآن رکھے ریڈنگ گلاسس لگائے تلاوت کر رہے تھے۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔وہ مسکرائے۔انہیں آج مرینا کی آنے کی توقع نہیں تھی کیونکہ وہ رات کو دیر سے سوئی ہو گی انہیں یقین تھا تو۔انہوں نے سوچا وہ آرام کرے گی۔

"اسلام علیکم صبح بخیر دادا جان میں آئوں؟"انہیں مسکراتے دیکھ اس نے بھی مسکرا کر پوچھا۔

"وعلیکم السلام۔ صبح بخیر جان دادا۔آؤ۔مجھے لگا تم نہیں آؤ گی رات میری بچی دیر سے سوئی تھی تو مجھے لگا آرام کر رہی ہو گی"۔وہ اسے مسکراتے ہوئے اپنے پاس بلا رہے تھے۔

"نہیں دادا جان۔وہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھی تو سوچا چلی جاؤں"۔اس نے مسکراتے ہوئے خواب والی بات گول کر گئی تھی۔

اور وہ جھٹ سے آگے بڑھ کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔اور عالمگیر فاروقی بھی تلاوت کرنا شروع ہو گئے۔وہ ہمیشہ سے ایسے ہی ان کی گود میں سر رکھ کر تلاوت سنتی تھی۔یہ بچپن سے اس کی عادت تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ قرآن پڑھتے گئے۔اور مرینا کو سکون ملتا گیا۔وہ وحشت اور خوف کہیں دور جا سویا تھا۔

اب وہ پر سکون تھی۔

قرآن پڑھنے اور سننے سے ہمیشہ ہی سکون آجایا کرتا ہے۔قرآن سکون ہے۔اور سکون صرف اللہ کی عبادت میں ہے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆

سردیوں کے دن تھے۔دن جلدی ختم ہوتے تھے۔

آج مرینا کو اپنے کمرے کی صفائی کروانے کا بھوت سوار ہوا تھا۔یہ بھوت اسے کچھ نہ کچھ دن میں سوار ہوتا تھا۔آج بھی ایک یہ ہی دن تھا۔

وہ پہلے ہی ڈرائیور کے ساتھ جیولر کے وہاں سے ہو آئی تھی۔اور جیولر نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اس سے کہا یا تو پاسورڈ لگائیں یا تو پھر یہ ٹوٹے گا اور ہیرے بھی نکلیں گے اور ٹوٹ بھی سکتے ہیں۔تو وہ ہیروں کی دیوانی سے برداشت نہ ہوا تو جلدی سے گھر واپس آگئی تھی۔

بھئی اس نے خود تو نہیں پہنا ناں؟اب کوئی اسے پہنا کر گیا تو اس میں اس کی کیا غلطی۔ہاں! ۔اس کسی کا گفٹ دینے کا طریقہ غلط تھا مگر تھا تو گفٹ ناں؟اور گفٹ اکسپٹ کر لینے چاہیں دادا کہتے ہیں۔

اور اس نے خود تو جا کر نہیں لیا تھا اسے پہنایا گیا تھا۔سو وہ ہیروں کی دیوانی اپنے آپ کو یہ سب چیزیں کہتی مطمئن کر گئی تھی۔دور اندر کہیں اسے یہ بریسلیٹ پسند تھا،اور اترنا بھی نہیں چاہتی تھی۔مگر وہ اعتراف تھوڑی نہ کرتی کے ایک زبردستی شدہ پہنایا گیا بریسلٹ اسے پسند ہے اور وہ اسے پہننا چاہتی ہے۔بھئی یہ نہیں کھلا سو نہیں کھلا۔سمپل۔

www.novelsclubb.com

وہ اس وقت اپنے پر تعش کمرے کے بیڈ کے سامنے رکھے کاوچ پر بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ زارون بیٹھا تھا۔اور زارون کی گود میں لیپ ٹاپ تھا۔اور بیچ میں رکھی میز پر سینیکس اور کولڈ رنکس۔وہ دونوں مل کر اب مہندی کی تھیم اور ڈیکور تیار کر رہے تھے۔کیونکہ سب کو ان کی ڈھولکی والی تھیم پسند آئی تھی۔

صیفی بیچارہ سامنے بنے کمرے نما بڑے وارڈروب کی صفائی کر رہا تھا۔وہ اس کی سزا تھی کیونکہ وہ چھوٹیاں بہت کرتا تھا۔سو اسے سزا کے طور پر پورا کمرا صاف کرنا تھا۔مگر اکیلے۔کوئی بھی اس کی مدد نہیں کرے گا۔یہ مرینا کا فیصلہ تھا۔پتا نہیں کیوں وہ اس بیچارے کے پیچھے پڑ گئی تھی۔عجیب چڑھ تھی اسے صیفی سے جو وہ خود بھی سمجھنے سے کاثر تھی۔

"یہ دیکھو رہنزل۔"زارون نے لیپ ٹاپ اس کے آگے کر کے دیکھایا۔

وہ جو گولڈ رنک پی رہی تھی۔اس نے دیکھا۔"اوں ہوں! تھوڑا کلرز لائیٹ کرو اب اتنی بھی تیز تھیم نہیں ہوتی مہندی کی"۔وہ نفی میں سر ہلاتی پھر گولڈ رنک کے گھونٹ لینے لگی۔

زارون نفی میں سر ہلاتا واپس کام پر لگ گیا۔مرینا کو کوئی بھی چیز ایک دفع پسند نہیں آتی تھی۔

"اب یہ دیکھو"۔اس نے پھر لیپ ٹاپ آگے کیا۔مرینا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر اس نے پہلے ہی اس کی اس نے بات بات کاٹ دی۔

"مجھے پتا ہے تمہیں اب یہ بھی پسند نہیں آیا ہو گا رپنزل مگر مجھے یہ".....

"چھناک۔"

کی آواز سے کچھ کانچ ٹوٹنے کی آواز آئی زارون کے لفظ منہ میں ہی رہ گئے۔وہ آدھ واہوئے لبوں سے حیرت سے مرینا کو تکنے لگا۔کہ کیا ہوا ہے؟

مرینا جو کولڈ رنک کے گھونٹ لے رہی تھی وہ چونکی اور پھر دونوں وارڈروب کی طرف بھاگے تھے۔

اندر وارڈروب کے دروازے کی دہلیز پر ان دونوں کے پیر تھمے۔مرینا تو حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے کے منظر کو دیکھ کر رہ گئی۔

سامنے کا منظر کچھ یوں تھا کہ فرش پر مرینا کی نئ مہنگی اور برینڈڈ پرفیوم زمین بوس ہو چکی تھی۔ صیفی شاید اس کی پرفیوم کلیکشن والا کھانا صاف کر رہا تھا۔اور اس سے ہاتھ لگ گیا ہو گا۔وہ بیچارہ بھی سائیڈ پر شرمندگی سے کھڑا تھا۔

مرینا نے ایک کہر بھری نظر اس پر ڈالی وہ بیچارہ اس کے غصے سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر چہرہ جھکا گیا تھا۔

مرینا نے قدم آگے بڑھائے۔

www.novelsclubb.com

"چھوٹی بیگم صاحبہ جی آرام سے آگے کانچ ہے آپ کو لگ جائے گا"۔وہ آگے بڑھی تو پیچھے صیفی فکر مند سا بولا۔

تو مرینا نے ایک گھوری ڈالی وہ بیچارہ خاموش ہو گیا۔

"ہاں رپنزل تم آؤ یہ خود صاف کر لے گا تمہیں کہیں کانچ نہ لگ جائے"۔زارون بھی فکر مندی سے بولا۔

وہ تو شکر تھا سارے کمرے ساؤنڈ پروف تھے ورنہ سب نے بھگم بھاگ۔بھاگ کرانا تھا یہاں۔

"نہیں روکو"۔مرینا کو کچھ آگے ایک اور چیز بھی گری دیکھائی دی تھی تو وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی احتیاط سے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔

مگر.....

سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا سانس روک گیا۔ وہاں ایک درمیانے سائز کا فوٹو فریم زمین کو سجدہ ریز تھا۔ یہ وہی مرینا اور عناق کے نکاح والے دن کی تصویر کا فوٹو فریم تھا۔ وہ اس نے یہیں رکھا تھا کی پڑا رہے مگر۔ یہ اس کی بھول تھی۔ کہ اس فوٹو کے ساتھ کیا ہو گا مگر سو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا۔

وہ جلدی سے اگے بڑھی۔ پورے وارڈروب میں فرورل پرفیوم کی بہترین خوشبو پھیل گئی تھی۔ بلکہ پورے کمرے میں بھی۔

اس نے جھوک کر وہ فوٹو فریم اٹھایا مگر اس کے اوپر بھی پرفیوم گر چکا تھا۔ اور کانچ بھی ٹوٹ چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

اور مرینا والی سائیڈ صاف تھی۔ مگر عناق والی سائیڈ گیلی ہو گئی تھی۔ وہ کبھی اس تصویر والے فریم کو دیکھتی تو کبھی صیفی کو۔ زارون بھی آگے بڑھ کر یہ تصویر دیکھ چکا تھا۔

"رپنزل یہ تو خراب ہو گئی ہے"۔زارون نے محتاط لہجے میں کہا۔مبادہ غصے میں مرینا کچھ اسے ہی نہ کر دے۔

مرینا کے آنکھوں میں آنسوں بھرنے لگے۔اور چہرہ غصے کے باعث سرخ ہونے لگا تھا۔مگر یک دم اس کے دماغ میں کچھ جھماکا ہوا تھا۔پھر اگلے ہی پل اس کا چہرہ سپاٹ ہوا مگر گلہ اور آنکھیں گیلی ہو گئیں تھیں۔

اس نے وہ فوٹو فریم پوری قوت سے زمین پر دوبارہ دے مارا۔ایک بار پھر چھناک کی آواز آئی تھی وہ دوبرا زمیں پر سجدھ رسید ہوا تھا۔

زارون اور صیفی حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ چیز ہوتے دیکھ گئے۔

"رپنزل یہ۔" زارون سے کچھ بولا نہ گیا۔

صیفی بھی اسے حیرت سے دیکھنے لگا مگر کچھ بولا نہ تھا۔

"کیا؟" اس نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ "چیزوں کی قدر نہیں۔ قدر انسانوں کی، کی جاتی ہے۔ یہ تو بے جان فوٹو فریم تھا۔"

اس نے سپاٹ سے کہتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔

www.novelsclubb.com

"مگر یہ.. وہ"۔ زارون سے صیفی کی موجودگی میں لفظ نہیں نکل رہے تھے۔

"میرے نکاح کی تھی۔ ہے ناں؟"۔ مرینا نے مدد کی۔

زارون نے گہری سانس لی۔"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"اس نے اسے دیکھ کر خفت سے کہا۔پتہ نہیں صیفی کے سامنے اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔

صیفی البتہ خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا۔

"تم!مرینا نے صیفی کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت اچھا کیا تم نے۔ماضی کی چیزیں گھر اور دماغ دونوں سے نکال کر پھینک دینی چاہئیں۔ بلکل اسی طرح"۔ساتھ اس ٹوٹے فوٹو کی طرف اشارہ کیا۔مگر انداز سپاٹ تھا۔

اسے نہیں پتا تھا وہ صیفی سے یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔ مگر اس کا دل ٹوٹا اور دکھا تھا۔ اس فوٹو فریم کا اس طرح چکنا چور ہونے پر اور اس فوٹو کی، خاص طور پر عناق والی سائیڈ خراب ہونے پر۔

صیفی نے نظر اٹھا کر اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں دیکھا جہاں درد ہی درد اور کرب ہی کرب تھا وہ نظریں چرا گیا۔

"رپنزل۔" زارون نے کچھ کہنا چاہا مگر مرینا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ تصویر جا کر یا تو جلا دو یا پھینک دو، آئی ڈونٹ کیئر۔ پتا نہیں کیوں لوگ بے جان چیزیں اتنی سمبھال کر رکھتے ہیں۔ میں بھی پاگل ہوں یہ cringe چیزیں کرتی رہتی ہوں"۔

وہ استہزایا ہنسی جیسے اپنا ہی مذاق بنا رہی ہو۔

زارون اور صیفی اس کی ہنسی میں کرب اور درد محسوس کر سکتے تھے۔ان دونوں کے دل دکھے تھے۔

مگر مجال تھا جو مرینا نے اپنے آنکھ سے ایک آنسوں بہنے دیا ہو۔وہ مرینا تھی اس کے اجازت کے بغیر اس کی آنکھوں سے آنسوں نہیں نکلتے تھے اپنی حد پار کر کے۔

"یہ چیزیں سمیٹو"۔اس نے ملبے کی طرف اشارہ کر کے صیفی سے کہا۔۔"اور دادا جان یا گھر کے کسی بھی فرد کو اس کے متعلق بتانے کی ضرورت نہیں۔"

"ورنہ!"وہ انہیں انگلی اٹھاتے ہوئے تنبیہہ کرتے ہوئے بولی تو وہ دونوں سریعت سے سر اثبات میں ہلا گئے۔

صیفی آگے بڑھا صفائی کرنے کے لیے۔

مرینا اور وہ دونوں وارڈروب سے کمرے میں آ گئے۔

"میرے پیارے بھائی اگر تمہیں کوئی برا بلم نہ ہو تو میں اکیلا رہنا چاہتی ہوں کچھ دیر"۔

وہ نرمی سے زارون کو کہتی ہوئی بولی۔

www.novelsclubb.com

"وائے نوٹ شیور رپنزل"۔وہ خوش دلی سے مسکرا کر بولتا آگے بڑھ کر اپنے سامان اٹھانے لگا لیپ ٹاپ سینیکس وغیرہ۔وہ سمجھتا تھا اسے اب کچھ دیر اکیلا رہنے کی ضرورت تھی۔

تب تک صیفی بھی صفائی کر کے آ گیا تو وہ دونوں دروازے کو آؤر بڑھے۔

"یہاں کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ سمجھے۔"

وہ دونوں آگے بڑھے تو وہ تنبیہہ کرنا نہیں بھولی۔ تو وہ دونوں بنا پلٹے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نکل گئے اور جاتے جاتے دروازا بند کر گئے۔

ان کے جاتے ہی مرینا تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اسے لوک کیا اور وہیں دروازے سے لگ کر فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ جو آنسوں اس نے روک کر رکھے تھر وہ پلکھوں کی باڑ توڑ کر آنسوں ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ پورے کمرے میں خوشبو پھیل گئی تھی۔ اور اب سسکیوں کی صورت نکالنے لگے وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سسکیاں دبانے لگی۔ مگر ناکام رہی۔ وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

اس دکھ اس پرفیوم کا نہیں تھا اسے اس فریم کا تھا۔وہ واحد تصویر تھی اس کی جو اس کے پاس تھی۔وہ بھی چلی گئی جیسے سالوں پہلے وہ چلا گیا تھا۔

مرینا سسکیوں سے روتی گئی۔عجیب بے بسی سی بے بسی تھی۔غم اور درد تھا۔

دھیرے دھیرے پرفیوم کی خوشبو فضا میں گھولتی جا رہی تھی۔اور وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

سامنے شیشے کی کھڑکی سے اندر جھانکتے سورج نے اسے دکھ بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

سر اوپر کر کے دیکھو تو آسمان پر چاند اور تارے پورے آب و تاب سے چمک دمک رہے تھے۔نیچے زمین پر نظر جھکاؤ تو اس وقت ہماری آگے کی کہانی ملک مینشن میں سے شروع ہے۔

اس وقت ملک مینشن کے سیاہ اور سنہری ڈائینگ حال میں ارحان اور اس کا

Personal Assistant

موجود تھے۔

یہ حال سیاہ اور سنہری رنگ کا بنا ہوا تھا۔سیاہ ٹیبل کے گرد سنہیری اور بیچ میں سیاہ رنگ کے مکھمل کے چھوٹے چھوٹے صوفے۔اس میں کر سیاہ نہیں بلکہ ٹیبل کے گرد صوفے تھے۔ چھوٹے اور قدرے چوڑے۔جو اس ڈائینگ حال کو ایک خوبصورت اور پر تعیش لوک دے رہے تھے۔

چاروں دیواریں شیشے کی بنی ہوئی تھیں۔ جس میں سے ایک دیوار جو کہ ارحان کے پشت پے تھی۔ وہاں سے سویمنگ پول نظر آرہا تھا۔ نیلا صاف اور نئے طرز کا بنا ہوا۔ اور اس کے ارد گرد پھول اور پودے۔ اور اس کے آگے سبزہ زار۔

ارحان سر براہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت پے بنی ہوئی شیشے کی دیوار سے سویمنگ پول نظر آرہا تھا۔

"میم آج صبح بارہ بجے گھر سے نکلی تھیں۔ گاڑی لینڈ کروزر تھی۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ اور وہ نیا ڈرائیور تھا"۔

"پرانہ والا ڈرائیور احمد نظام کہاں گیا؟"۔ ارحان نے کہانے سے ہاتھ روک کر سوال کیا۔

وہ اسسٹنٹ جس کا نام انصر تھا۔ وہ اسے ساری تفصیلات اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹیبلیٹ سے اسے دے رہا تھا۔ جب ارحان نے سوال کیا۔

انصر اس کی دائیں طرف کڑا تھا۔ وہ سویمنگ پول ولی شیشے کی دیوار سے نیم رو کھ پر تھا۔

"سر وہ شاید بوڑھے ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ اب نکل گئے ہیں یا نکال دیے گئے ہمیں یہ تفصیلات نہیں پتا۔"

انصر ہمیں کہہ کر بات کرتا تھا۔ مطلب وہ مجھے یا میرا لفظ استعمال نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کی عادت تھی۔ وہ اپنے آپ کو بھی اس طرح مخاطب کرتا تھا۔

انصر اٹھائیس سال کا خوش شکل والا خوبرو نوجوان تھا۔وہ ارحان کا اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ اس کی کمپنی کا ہیڈ مینیجر بھی تھا۔اور اس کا وفادار بھی۔انصر کبھی بھی ارحان ملک سے دغا نہیں کر سکتا تھا۔وہ خود کہتا تھا۔وہ ارحان ملک سے بے وفائی یا غداری نہیں کر سکتا۔وہ اس معاملے میں بے بس ہے۔اسے ارحان اور اس سے جڑی چیزوں سے عقیدت اور محبت تھی۔وہ ارحان کی عزت اور احترام کرتا تھا،اس سے جڑی چیزوں کی بھی۔اس لیے ارحان اس سے مرینا کی جاسوسی کرواتا تھا۔ورنہ ارحان اپنی بہن کے معاملے میں کسی پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔کسی پر بھی نہیں۔

"ہوں! آگے بتاؤ"۔ارحان نے ہنکار بھرتے ہوئے سامنے پڑا پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"اور اس کے بعد میم ڈائیریکٹ جیولری شاپ گئی تھیں،وہاں پر انہوں نے"....

www.novelsclubb.com

"جیولری شاپ کیوں؟" ارحان نے پھر سے اس کی بات کاٹی۔ انصر نے گہری سانس لی۔ وہ ہمیشہ اس کی بات اس طرح کاٹتا کرتا تھا۔ وہ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

"سر ہمیں نہیں معلوم آپ نے بس میم پر نگرانی رکھنے اور کرنے کو کہا ہے۔ اور لڑکیاں جیولری شاپ پر کیا کرنے جاتی ہیں؟"

انصر بڑی نرمی اور مؤدب سا بولا۔ وہ خود اس کے بے تکے سوالوں سے عاجز تھا۔ وہ بس مرینا کے متعلق ایسے عجیب و غریب سوالات کیا کرتا تھا۔ ورنہ وہ بہت ذہین اور قابل تھا۔ پر اپنی بہن پر ایک خروچ بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

انصر اور ارحان ایک اچھے دوست بھی تھے۔ تو بیک وقت مستی مزاق بھی چلتا رہتا تھا اور ارحان برا بھی نہیں مانتا تھا۔

ارحان نے اسے اپنی نیلی سمندر جیسی آنکھوں سے گھورا۔

"اچھا! میں نے بس ایسے ہی پوچھا تھا"۔

ساتھ کندھے اچکا دیے۔اس نے اپنا دامن بچانا چاہا۔ بھئی لڑکیاں جیولری شاپ کیا کرنے جاتی ہیں؟۔

"میں بھول گیا تھا مگر اب مجھے یاد آ گیا کہ میری سبزہ کو ڈائیمنڈز بہت پسند ہیں۔وہ اب بھی وہ انگھوٹی پہنتی ہے نہ چکور ہیرے والی جو میں نے اسے اس کے جنم دن پر بھیجی تھی۔"

ارحان اسے دیکھ کر امید سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

انصر نے اثبات میں سر ہلایا۔"جی۔وہ آج بھی پہنتی ہیں۔وہ ہی انگھوٹی جو آپ نے غیر شناسائی بھیجی تھی۔مگر اصل ڈائمنڈ ہونے کی وجہ سے انہیں شک نہیں ہوا۔یا پھر وہ لوگ سمجھ گئے تھے ۔اس لیے انہوں نے وہ میم کو پہننے دی ہے"۔

انصر کو ابھی تک اس بات کی تک سمجھ نہیں آئی تھی۔تب آخر میں بولا۔

"بیٹھو میرے سر پر کیوں کھڑے ہو؟"اب ارحان کا ڈپٹنے والا انداز۔

"جی!"۔وہ کہتے ہوئے بیٹھا۔بس یہ ہی ہے اس کے بعد وہ گھر چلی گئیں تھیں۔وہ یہ نہیں کہہ سگا کہ جیولر کی شاپ سے واپس آتے ہوئے ان کے خوبصورت چہرے پر پریشانی تھی۔ورنہ ارحان بھاگتا ہوا۔راجپوت محل پہنچ جاتا۔

"اور کچھ ؟"ارحان بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔اس نے تھوک نگل کر نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک اب ڈنر کرو۔"

ارحان نے سامنے پڑے کھانے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔وہ اب بھی اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

یہ صاف تھا۔وہ ارحان سے جھوٹ یہ باتیں نہیں چھپا سکتا تھا۔انصر اس معاملے میں بے بس تھا۔یہ اس سے ہوتا ہی نہیں تھا۔

وہ کچھ مضطرب سا کھانا کھانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہے؟ ہمیں ایسے کیوں گھور رہے ہیں۔"

وہ کھانے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھتے ہوئے اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

کیوں کے ارحان اسے کچھ دیر سے صرف گھورے جا رہا تھا۔

"تم کچھ چھپا رہے ہو۔" وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"جی نہیں!" انصر نے نظریں چرائیں۔

"جی ہاں!"۔ارحان ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔اس کی نظریں چرانا وہ دیکھ چکا تھا۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ سر"۔اس کا جان چھڑانے والا لہجا تھا۔

"کچھ نہیں تم کچھ چھپا رہے ہو۔ مگر میں نہیں پوچھوں گا۔اٹس اوکے۔ تم مجھے سے ایسے باتیں چھوپاتے ہو جس سے مجھے یا دوسروں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیوں کہ تم میرے غصے سے واقف ہو"۔

وہ بولتے ہوئے اسے بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔

انصر نے کھانا کھاتے ہوئے سر ہلا دیا۔

ارحان صوفا دھیلتے ہوئے اٹھا۔ابھی دروازے پر پہنچ آہی تھا کہ انصر کی بات پر اس کے قدم تھمے۔

"اگر آپ کے جگری دوست واپس آ گئے تو آپ کیا کریں گے؟"

انصر فش کا پیس اپنی بلیٹ میں نکالتے ہوئے بولا۔

"آنے دو اسے بھی دیکھ لیں گے۔"

وہ بے نیازی سے بولتے ہوئے ڈائیٹنگ حال سے نکل گیا۔

پیچھے انصر کندھے اچکاتے ہوئے کھانا کھانے لگا۔اسے بہت بھوک لگی تھی۔سارا دن کام کرتا ہوا وہ تھک گیا تھا۔اسے نیند بھی آ رہی تھی۔اس کے بعد وہ سونے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وہ وہیں ارحان کے ساتھ رہتا تھا۔اس کا اپنا گھر تھا۔ مگر ارحان نے اسے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ ارحان نے اسے بورا بیس منٹ دیا ہوا تھا۔ارحان اکیلا ہوتا تھا۔گھر بڑا اور کھالی تھا اس لیے۔اور ارحان کی تنہائی کا ساتھی انصر تھا۔اس کا بہترین دوست اور وفادار۔ساتھی۔سول میٹ۔

☆☆☆☆☆

صبح کی روشنی پھوٹ چکی تھی۔ سردی اپنے چوبن پے تھی۔ساتھ دھوندھ بھی تھی۔اوپر سے اس میں اسلام آباد کی بارش۔ایسے میں پارک کے ٹریک پر بھاگتے لوگ اور ان کے بیچ سرمئی ٹریک سوٹ میں ملبوس ارحان اور سیاہ میں انصر۔

www.novelsclubb.com

انصر کے ایک ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی۔اور دوسرے میں ٹاول۔وہ بھی اس کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔انہیں یہاں آئے تقریباً دو گھنٹے ہو گئے تھے۔انہوں نے پہلے مختلف ایکسرسائز کی تھیں۔ اور اب پچھلے بیس منٹ سے بھاگے جا رہے تھے۔

بھاگتے بھاگتے ارحان پارک میں بنی سیمنٹ کی بینچ پر بیٹھ گیا تو انصر بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ان دونوں کا تنفس تیز تھا۔اور سانس پھولی ہوئی۔ارحن نے پہلے گہری سانس لی تین۔چار۔پھر پانی کی بوتل اس سے لی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"اس نے پڑھا اور پہلا گھونٹ لیا۔

پھر گہری سانس لی۔

دوسرا گھونٹ۔بوتل آدھی ہو گئی۔

تیسرا گھونٹ۔بوتل ختم۔اس نے بوتل منہ سے اتار لی۔اور اب سامنے سبزہ پر بیٹھے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

وہاں ایک فیملی بیٹھی ہوئی تھی۔ گھاس پر میٹ بچھائے۔ غالباً وہ لوگ پکنک کرنے آئے تھے۔ سامنے کھانے کے کی ریفریشمنٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔

ماں باپ ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے۔ اپنے سامنے بیٹھے نوک جھوک کرتے۔ اپنے بیٹا اور بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بچے لگ بھگ نو یا دس سال کے تھے۔

وہ لوگ ایک پرفیکٹ فیملی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

ارحان انہیں دیکھے گیا۔

"سر! راجپوتس کے وہاں سے انویٹیشن آیا ہے۔ میجر حارث صدام کی مہندی کا۔ ڈھولکی کا بھی تھا۔ مگر آپ نہیں گئے تھے"۔

انصر بینچ کی پشت سے ٹیک لگائے سر اوپر کو کئی نیلا آسمان جس میں اب ہلکے بادل بن رہے تھے۔ اس کو تکتے ہوئے بولا۔

"ہوں!"۔وہ اب بھی اس فیملی کو دیکھتے ہوئے بولا،غائب دماغی سے۔بھائی نے اپنے سے چھوٹی بہن کو کچھ بول دیا تھا اور وہ رو رہی تھی۔اور اس کا بھائی اب اسے گلے سے لگائے چپ کروا رہا تھا۔بھائی اس طرح ہوتے ہیں رولاتے بھی ہیں اور پھر اپنا کندھا دے کر چپ بھی کرواتے ہیں۔

اس نے سر جھٹکا اور انصر کی طرف متوجہ ہوا۔اور اس کے ہاتھ سے ٹاول لے کر اپنا منہ تھپتھپانے لگا۔

"کس نے بھیجا ہے؟"اس نے سوال کیا۔

www.novelsclubb.com

"سر! دونوں انوائیٹ عالمگیر صاحب اور صدام صاحب کی طرف سے ہیں۔" پھر تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

"آپ جائیں گے؟"

انصر اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور رخ اس کی طرف کر دیا تھا۔

"ہاں چلیں گے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیوں؟" انصر چونکہ اس نے نا سمجھی سے اس سے پوچھا۔

"نہیں جانا چاہیے!"۔ ٹاول اس نے بینچ پر رکھ دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کیوں جائیں گے ؟"انصر کا دماغ بھک سے اوڑا۔وہ ابھی تک سمجھ نہیں سکھا تھا۔

"ہاں ! "ارحان نے اپنا پورا روخ انصر کی طرف کیا جو اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ اب میں اپنی بہن ان سے واپس لوں گا"۔اس نے فیصلہ سنایا۔

"سر مگر آپ کو پتا ہے نہ کہ حارث اور زارون وہ دونوں آپ کو کچھ نہیں کرنے دیں گے "۔

انصر کچھ مضطرب سا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کرنے دو ان دونوں کو میں ان دونوں سے نہیں ڈرتا۔"

وہ کھتے ہوئے بینچ پر سے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھا۔

"سر میم آپ کو نہیں جانتی"۔

انصر بھی کہتے ہوئے اٹھا۔

ارحان نے اس کی طرف گردن موڑی،اور بولا۔

"اپنے بھائی کو جاننے اور پہچاننے میں وقت نہیں لگتا۔"

وہ کھتے ہوئے واپس ٹریک کی طرف بھاگتا ہوا چلا گیا۔اس کے اب بھی بیس منٹ رہتے تھے۔

انصر چند لمحے وہاں کھڑا رہا۔پھر سر جھٹک کر وہ بھی ٹریک کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تھک گیا تھا۔مگر جب تک ارحان نہیں جاتا وہ بھی یہیں رہے گا۔ارحان کے ساتھ۔۔اس کے ساتھ گھر واپس جائے گا۔

اب ان دونوں کو وہاں پارک میں چھوڑ کر راجپوت محل کی اور آؤ تو سب ناشتہ کر کے اپنے کام کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

نازیہ بیگم سیڑیاں چڑھتی ہوئیں مرینا کے کمرے تک پہنچی دروازا کھٹکھٹایا۔ پھر اندر داخل ہوئیں ۔

مرینا بیڈ پر کہنیاں ٹکائے پیٹ کے بل لیٹی تھی اور سامنے لیپ ٹاپ کھولا ہوا تھا۔اس نے نظر اٹھا کر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟"نازیہ بیگم ابھی تک اسے گھر کے کپڑوں میں دیکھ کر معتاجب ہوئیں۔

"کس لیے؟"۔اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"بیٹا تم بھول گئی آج نشات کے گھر مہندی کا جوڑا دینے جانا ہے۔ہمارے یہاں مہندی میں لڑکیاں نہیں آتیں مگر انہیں مہندی کا جوڑا اور ساتھ اس کی مہندی کی دلہن بننے کی سب چیزیں دیتے ہیں۔بھول گئی ہو؟"

انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب طلب کیا۔

www.novelsclubb.com

"اوہ!"۔مرینا کے لب گول ہوئے۔سوری میں صحیح میں بھول گئی تھی۔وہ معصومیت سے بولی۔

تو نازیہ بیگم مسکرا دیں۔

"یہ تمہارا نیا جوڑ۔"انہوں نے اپنے ہاتھ میں پڑا جوڑا بیڈ پر رکھا پھر اشارہ کیا۔"میں نے استری کروا دیا ہے۔ جلدی سے پہن کر تیار ہو جاؤ"۔

وہ اسے ہدایت کرتی خود کمرے سے باہر نکل گئیں۔

مرینا چند لمحے اس جوڑے کو دیکھتی رہی۔اس دن کے بعد اس کا دل نشات سے ملنے یا بات کرنے کا نہیں تھا۔ مگر وہ اپنے بھائی اور اپنے گھر والوں کے لیے وہ یہ کرے گی۔

www.novelsclubb.com

وہ مرینا تھی۔وہ کسی سے نفرت نہیں کرتی تھی۔نہ ان کا برا سوچتی تھی۔بس چپ چاپ ان انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتی تھی۔جو اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر یہاں معاملہ بھائی اور فیملی کا تھا۔وہ یہ کرے گی۔بلکہ کر کے دیکھائے گی۔

وہ ایک عزم سے جوڑا لیکر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تیار ہونے۔

☆☆☆☆☆

دوپہر کا وقت تھا۔آسمان پر بادل بھی تھے مگر کم تھے ان میں سے سورج کی کرنیں پھوٹتی ہوئیں زمین پر آتی تو ایسی سردی میں راحت پہنچا رہیں تھیں۔

اس درمیانہ طبقہ کے اس خراب اور قدرے پورانے اور خراب گھنٹی والے گھر کی کے اندر داخل ہو تو۔

اندر اپنے کمرے کے بیڈ پر بیٹھی نشات فون اسپیکر پر لگائے ہاتھ سامنے کر کے فون کو پکڑے ہوئے کسی سے محو گفتگو تھی۔اس کے چہرے سے دکھ اور پریشانی کا پتا لگتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم میرے بھائی ہو ناں بہن کی شادی میں نہیں آؤ گے۔"اس نے فون کان سے لگائے شکوہ کیا۔

"نہیں آؤں گا۔مجھے پتا ہے اماں نے کس طرح تمہیں کسی امیر کے پلے باندھا ہے۔اور دوسری بات جو لڑکی شادی صرف پیسوں اور بدلے کے لیے کرے وہ میری بہن نہیں ہو سکتی۔"
فون سے کسی مرد کی گھمبیر آواز نکلی۔

"ہاں! ٹھیک کہا بدلے کے لیے شادی کی ہے۔مگر پیسوں کے لیے نہیں۔تم آرہے ہو یا نہیں؟"نشات غصے سے بولتی ہو۔آخر میں پھر سے منت پر اتری۔

"نہیں!"یک لفظی جواب۔

"کیوں تم میرے اکلوتے بھائی ہو۔بہن کی شادی میں نہیں آؤ گے۔"

اب کہ اس کی آواز گیلی تھی۔اسے رونا آرہا تھا۔اپنے بھائی کی بے اعتنائی پر۔

"یہ رو کر تم مجھ میرے ارادوں سے بعض نہیں رکھ سکتیں۔مجھے کام ہے باس نہیں چھوڑیں گے"۔پھر فون کے اسپیکر سے آواز ابھری۔

"تمہارا باس تمہیں اتنا منتا ہے تم سے اتنی محبت کرتا ہے۔بس ایک دو دن کی چھوٹی تو دے دے گاناں؟"وہ پھر ملتجی ہوئی۔

"ہاں! وہ مجھے دیں گیں۔ مگر میں تم جیسی مطلب اور موقع پرست بہن کی شادی میں نہیں آؤں گا۔ وہ فون رکھنے ہی والا تھا تب بولا۔

پیسے بھجوادوں گا اور گفٹ بھی۔ اللہ حافظ۔" کہتے ہوئے اس نے فون کال کاٹ دی۔

نشات کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔ اس کا بھائی اس کی شادی میں نہیں آئے گا تو وہ کیا کرے گی؟۔

یہ بھی مرینا کی وجہ سے ہوا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتی تو وہ نہ ہی بدلے کے لیے شادی کرتی اور نہ ہی پیسے کے لیے۔

نشات مغل کی زندگی میں سب کچھ مرینا نے تو خراب کیا ہے؟۔ بکول اس کے۔

☆☆☆☆☆

دوپہر ڈھل چکی تھی۔شام کے بادل آسمان پر اپنا گھر بنانے لگے تھے۔عصر کی اذان کو ہوئے کئی پہر ہو چکے تھے۔ہمارے کہانی کے دو کردار اس خراب گھنٹی والے گھر میں موجود تھے۔

وہ دونوں ان پرانے طرز کے صوفوں پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔مرینا اور نازیہ۔وہ دونوں ایک ہی صوفے پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔اور ان کے سامنے الگ الگ صوفے پر وہ دونوں۔بیچ والی ٹیبل پر صرف شیشے کے پانی کے گلاس رکھے تھے وہ بھی دو۔

("آہ،اس کی ماں کی کنجوسی")۔

نشات دل ہی دل میں کڑھائی تھی۔

www.novelsclubb.com

جب مرینا نے پانی پیا تھا۔ تو اس کی کلائی میں بریسلٹ اور انگلی میں پہنی ہوئی انگھوٹی ان دونوں کی نظروں کا مرکز بنی تھی۔

اور ٹیبل پر چھ ٹوکریاں رکھیں ہوئیں تھیں۔ جنہیں گلابی رنگ کی جالی سے ڈھکا ہوا تھا۔ جو جا کے بیچ میں سے ایک ربن سے باندھی گئیں تھیں۔

پہلے والی تین ٹوکریوں میں اس کے مہندی کا جوڑا، جوتے، میک اپ، وغیرہ تھا۔

اور باکی تیوں میں فریش فروٹ، ڈرائے فروٹ، اور مہندی اور چوڑیاں تھیں۔ اس کے آین اوپر ایک سنہری رنگ کا لفافہ جگمگا رہا تھا۔

اس میں پیسے تھے۔

مرینا نے ظمر درنگ کی لمبی قمیص کے نیچے پلازو پہنا ہوا تھا۔لمبے گھنے بالوں کا جھوڑا بنائے اور اس کا ہی دوپٹہ اس نے سر پر لیا ہوا۔میک اپ کے نام پر صرف پنک لگلوس اور ہیزل گرین آنکھوں میں کاجل وہ ہمیشہ کی طرح بلا کی حسین لگ رہی تھی۔

اس کے برعکس نشی نے نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔اور گہرا میک اپ۔وہ آج اچھی لگ رہی تھی۔اور اس کی پرکشش آنکھیں کاجل کی وجہ سے مزید کشش پیدا کر رہیں تھیں ۔

www.novelsclubb.com

بھئی وہ گہرا میک اپ کیوں نہ کرتی اس کی ساس آئی ہوئی تھی۔"اچھا بھی لگنا تھا ناں؟"۔

"ویسے مرینا کی شادی کا آپ نے کیا سوچا ہے"!۔

آ گئی چڑیل اپنی فارم میں۔"کنجوس چڑیل"!۔

نازیہ بیگم جو نشی سے کچھ پوچھ رہیں تھیں۔"چونکی"!۔ان کے آبرو خفگی سے اکھٹے ہوئے۔

"کیوں؟"۔انہوں نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"نہیں"!۔میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔اس نے ان کی خفگی نوٹ کر لی تھی۔"مرینا کی بھی ابھی عمر ہو گئی ہے"!۔

"جی، نہیں!۔ابھی تو میری بیٹی چھوٹی ہے۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھی مرینا کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

تو جواباً جواباً۔رحیمہ نے زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔"حارث شادی کے بعد اِدھر ہی رہے گا، یا پھر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ دوسرے شہر لے جائے گا"۔

"کیوں؟"۔بھائی کی پوسٹنگ جب یہاں اسلام آباد میں ہے تو،وہ دوسرے شہر،"کیوں جائیں گے؟"۔

مرینا کو اس کی یہ بات کچھ خاص سمجھ نہیں آئی تھی اس لیے پوچھا۔

"اوں ہوں!"۔رحیمہ نے نفی میں سر ہلایا۔"تم میری بات غلط سمجھ رہی ہو"۔میں تو اس لیے پوچھ رہی تھی کہ،اگر وہ یہاں رہتا ہے تو یہاں کہ موسم کے حساب نشی کے دہیز کے کپڑے بنائوں۔

یا"پھر دوسرے شہر کے موسم کے حساب سے؟"۔

آخر میں لہجا سرسری بنایا۔

موٹی نے چالاکی کی۔

("آہ یہ چلاک اور کنجوس عورت!")۔

اسے پتا تھا وہ منا کریں گیں۔اور جب اس سے کوئی پوچھے گا،کہ،بیٹی کو جہیز کیوں نہیں دیا۔تب بول دے گی سسرال والوں نے منع کیا تھا۔

"سانپ بھی مرے گا لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی"!۔

www.novelsclubb.com

"آہ اس عورت کی چالاکیاں"۔

"نہیں!۔ ہمیں دہیز نہی چاہیے"۔نازیہ بیگم بنا سوچے بولیں۔

"کنجوس چڑیل کی خواہش پوری ہوئی"۔

وہ مسکرائی۔"جیسا آپ کہیں"!۔ساتھ اضافہ کیا۔

www.novelsclubb.com

تو نازیہ بیگم نے سر ہلا دیا۔

"اب ہمیں دیر ہو رہی ہیں"۔چلتے ہیں۔نازیہ اٹھتے ہوئے بولیں۔مرینا بھی اپنے ساتھ پڑا اپنا پرس اٹھاتے ہوئے اٹھی۔

"ارے"!۔اتنی جلدی۔کھانا تو کھا کر جاتے۔یہ نشی تھی۔رحیم نے اس کے کندھے پر ہلکہ سا اپنا کندھا مارا۔(کہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی)۔مگر وہ بنا اثر لیے کہتی گئی۔میں ابھی کچھ بنا دیتی ہوں۔

"نہیں بیٹا!۔تھینک یو"۔نازیہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔اب ہم چلتے ہیں۔

وہ کہتی ہوئیں دونوں دروازے کی طرف بڑھیں۔تھیں کہ،روکیں۔سامنے سے ایک نوجوان چلتا ہا آرہا تھا۔مرینا جو فون استعمال کرتی ہوئی باہر جارہی تھی۔وہ ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

وہ نوجوان سوری کہتا آگے بڑھ گیا۔

کیوں کہ اس نے کیپ پہنی ہوئی تھی۔اور اس کا بھی چہرہ جھکا ہوا تھا۔تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھی۔

مرینا بھی کندھے اچکاتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆☆☆

وہ نوجوان اندر داخل ہوا۔کیپ اتار کر سامنے ڈائیننگ ٹیبل پر رکھی۔وہ خوش شکل نوجوان تھا۔

www.novelsclubb.com

"انصر"!تم کب آئے۔رحیمہ جواب گیسٹ روم سے نکل رہی تھی۔اسے خوشگوار حیرت ہوئی

۔

رحیمہ کی بات سن کر نشی بھی خوشی سے باہر نکلی۔"مجھے پتا تھا!"۔میرا بھائی آئے گا۔وہ خوش سے کہتے ہوئے اس کے سینے سے لگی۔اس نے اس کے گرد حصار نہیں باندھا۔وہ پیچھے ہوئی۔

"میں یہاں، تمہارے لیے نہیں بلکہ تمہیں تمہاری شادی کا تحفہ اور پیسے دینے آیا ہوں۔کیوں کہ ہم اتنی بڑی رقم کسی ہاتھ نہیں بھجوا سکتے تھے۔اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔اس کا چہرہ ہر جنبش سے عاری تھا۔تو جی ہاں وہ انصر تھا۔

"انصر مغل!"۔

www.novelsclubb.com

کیوں کہ،"یہ ہماری محنت کی کمائی ہے۔نہ کہ کسی سے فراڈ کر کے لی ہوئی"۔"جو تم اور اماں کرتی ہو!"۔

آخر میں اس نے یہ جملا استہزایہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"یہ کیا، بکواس کر رہے ہو تم۔ رحیم بھڑکی۔ اس سے سچ۔ ہی سنا جاتا تھا۔ "کیونکہ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ "اور کڑوے گھونٹ اس سے بھرے نہیں جاتے تھے۔"

"ہم جو کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں"!۔ اس نے سادگی سے کندھے اچکا دیے۔ "یہ کون آیا تھا؟"۔ ساتھ باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرے سسرال والے تھے!"۔ نشات نے بے رخی سے کہا۔ جب وہ اس سے اس انداز میں پیش آ رہا ہے تو اسے بھی اچھائی دیکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ("اچھا نشات مغل کے اندر اچھائی بھی ہے!")۔

"اوہ!"۔انصر کے لب گول ہوئے۔"تبھی اتنا تیار ہوئی ہیں دونوں"۔ساتھ آنکھیں گھمائیں ۔اس نے سمجھتے ہوئے سر کھجایا۔

توان دونوں نے سر ہلا دیا۔

تم میرے سسرال والوں کے بارے میں نہیں پوچھوں گے۔نشی اس کے چہرے کو دیکھتی امید سے بولی۔"کہ کیسے ہیں؟"۔

"کون ہیں؟۔"

نہیں!۔انصر نے کندھے اچکا دیے۔ہمیں یہ سب نہیں جاننا اور پوچھنا۔

www.novelsclubb.com

اگر اسے معلوم ہوتا اس کے سسرال والے کون ہیں تو وہ زمین (آسمان ایک کرتا، مگر یہ شادی نہ ہونے دیتا)۔"ہائے رے قسمت"!۔

"خیر میں جا رہا ہوں!"۔یہ تمہارا گفٹ اور یہ پیسے۔"پورے پانچ لاکھ!"۔اس نے کہتے ہوئے ایک بڑا سا ڈبہ اور اس کے اوپر ایک موٹا سا لفافہ ٹیبل پر رکھا اور، اپنی کیپ پہنتے ہوئے یے جا وہ جا ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ دونوں بس اس کی پھرتی دیکھے گئیں۔

"اسے چھوڑو!۔مرینا کو دیکھا تھا، کتنی پیاری لگ رہی تھی۔اور ہاتھ میں وہ بریسلٹ اور انگھوٹی کتنی منگی لگتی تھی۔وہ ہیرے کی تھیں ساری چیزیں مجھے یقین ہے۔"

رحیمہ جلن سے بولتے ہوئے آخر میں یقین سے بولی۔

"ہاں"!۔نشات نے اثبات میں سر ہلایا۔"اور دیکھا تھا لگ بھی کتنی حسین رہی تھی۔مجھے سے بھی زیادہ"۔ نشی حسد سے بولی۔

تو رحیمہ سر ہلاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔

پیچھے۔ نشی حسد، جلن، دکھ اور نفرت میں گھڑی رہ گئی۔

"حسد کرنے والے کبھی خوش نہیں رہتے"!۔

☆☆☆☆☆

یہ ایک ہفتے گزرنے کے بعد کا ذکر ہے کہ.....

آج کی صبح راجپوت محل پے کافی مصروف اوُتری تھی۔ابھی شام ہو چکی تھی۔رات کو مہندی تھی۔سب صبح سے تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔راجپوت محل کو بھی مہندی کی دلہن کی طرح سمجھایا گیا تھا۔سب.....

پر جوش۔مصروف۔تھکے ہوئے۔

مرینا،زارون اور سکینہ وہ تینوں لائونج میں نیچے رگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔وہ تینوں مل کر مہندی کے تھال تیار کر رہے تھے۔

"گجرے نہیں آئے ابھی تک؟"۔مرینا ٹوکری کے اندر مہندیاں رکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے نہیں پتا"!۔زارون نے کندھے اچکا دیے۔

"دیکھیں سکینہ بی باہر جا کر!"۔مرینا نے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"یہ لیجیے!"۔سکینہ کی بجائے صیفی اندر آیا تھا۔اس کے ہاتھ میں گجروں کی ٹوکری تھی۔ گلاب کے پھول سے بنے۔گلابی گجرے۔جن کے بیچ میں کچھ کچھ سفید گلاب بھی تھے۔

اسے شاید باہر نازیہ بیگم نے کسی کام سے روک لیا تھا۔تبھی صیفی گجرے کی ٹوکری اندر لیکر آیا تھا۔

مرینا نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کے آبرو خفگی سے اکھٹے ہوئے۔"میں نے سکینہ بی کو کہا تھا"!۔"تم سکینہ بی ہو؟"۔ساتھ سوال کیا گیا۔

"چھوٹی بیگم صاحبہ جی!"۔"سکینہ بھی تو دور.....میں تو آپ کو انسان ہی نہیں لگتا"۔وہ جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔اس نے مرینا کے اس سے چڑنے پے چوٹ کی تھی۔

زارون کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔اس نے لب بھینچ کر اپنی ہنسی کنٹرول کی۔

مرینا کو تو مانو تپنگے لگ گئے۔"کیا کہا؟"۔وہ تیزی سے بول کر اٹھ کھڑی ہوئی۔سادہ شلوار قمیض میں ملبوس سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا۔

"صحیح کہا!"۔"تم انسان ہی نہیں ہو"۔"تم".....وہ انگلی اٹھا کر بول رہی تھی۔اسے جیسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے، یہ کاری وار تھا۔

"تم جافر ہو۔وہ الادین والا۔"

وہ انگشت شہادت اٹھا کر بول رہی تھی۔اس کا حسین چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

صیفی کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

اب کے زارون کا اپنے قہقہوں پر کنٹرول نہیں تھا۔وہ پیٹ پکڑ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟""گڑیا تم اتنے غصے میں کیوں ہو؟"۔

حارث اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اور تم یوں راکششوں کی طرح قہقہہ کیوں لگا رہے ہو"۔

اس نے زارون کے قہقہوں پر چوٹ کی۔

"بھائی"!۔زارون ہنستے ہوئے اٹھا۔حارث کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

www.novelsclubb.com

"بول بھی چکو اب"!۔حارث کو اس کی ہنسی سے کوفت ہوئی۔

مریناب بھی دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر، بلکل لڑاکوں عورتوں کی طرح۔غصے سے صیفی کو گھور رہی تھی۔

"آپ صیفی کی شکل کو غور سے دیکھیں"!۔وہ ہنستے ہوئے بولا۔"یہ کیسا دیکھتا ہے؟"

"مطلب!"۔اسے ابھی بھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"بھائی!"۔"صیفی جافر جیسا لگتا ہے ناں؟"

یہ مرینا کی طرف سے سوال کیا گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

حارث نے صیفی کے کالے چہرے کو غور سے دیکھا۔جو اسے اس کی رنگت کچھ عجیب لگتی تھی۔"بناوٹی"!۔اس نے سر جھٹکا۔

"کیا؟!۔جافر کون؟"۔

اس ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی۔

Aladdin!"والا جافر"۔

مرینا پھر بولی۔

www.novelsclubb.com

اب کے حارث کا قہقہہ بھی،بے ساختہ تھا۔

"صیفی تمہیں....جافر لگتا ہے"؟۔وہ ہنستے ہوئے بولا۔

تو مرینا نے بچوں کی طرح زوروں شور سے سر اثبات میں ہلایا۔

زارون ابھی تک ہنس رہا تھا۔

جافر الادین کی کہانی کا دشمن تھا۔اس کی شکل اس طرح تھی، کہ ٹھوری باہر نکلی ہوئی۔اور ناک لمبی موٹی اور باہر نکلی ہوئی تھی۔وہ کہانی میں سلطان تھا، جو الادین سے چراگ چھیننا چاہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"گڑیا یہ غلط ہے"۔حارث احتجاجاً بولا۔"اس کی شکل کیسی تھی۔"وہ اس کردار کو یاد کر کے بولا۔اب کے حارث نے صیفی کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔"صیفی تو اچھا خاصا ہینڈسم ہے۔ ہاں مگر اس کی رنگت کچھ نکلی لگتی ہے"!۔وہ قہقہہ مارتے ہوئے بولا تھا۔

زارون ہنسی سے لال ہو گیا تھا۔

مرینا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔"ہاں اس کی رنگت نکلی ہے صحیح کہا"۔وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔"کبھی منہ دھلوا کر دیکھیں اس کا؟"۔ساتھ اپنے دونوں بھائیوں سے مشورہ مانگا۔

تو ان دونوں نے سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

صیفی البتہ اب ان تینوں ہنستے ہوئے راکشسوں کو گھور رہا تھا۔اس نے ابھی بھی گجرے والی ٹوکری ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔

"بھائی!۔تم نے ایسا کیا، کیا کہ تم جافر بن گئے ہو!"۔اب کے حارث نے مسکراتے ہوئے پوچھا

۔

"آپ کی بہن کو...میں پسند ہی نہیں ہوں!۔سو اس لیے میں کچھ بھی ہوں مگر انسان نہیں"۔

صیفی نے کہتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔جیسے اس معاملے میں وہ خود بے بس ہو۔

"پریشان نہ ہو!"۔رپنزل کو ہر ایک میں سے کوئی نہ کوئی ناپسند ضرور ہوتا ہے"!۔

یہ زارون تھا۔اب اس نے اپنی ہنسی پر کنٹرول کر لیا تھا۔تو مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں!"۔حارث نے نفی کی۔"گڑیا کو.....ہر کسی سے چڑ نہیں ہوتی!"۔اب کے وہ

سنجیدگی سے کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا۔

تو وہ دونوں بھی سنجیدہ ہو گئے۔

"کیا مطلب؟"۔ صیفی کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے۔

مرینا بھی حارث کو دیکھ رہی تھی۔ "ہاں اسے صیفی سے بے وجہ کی چڑ کیوں ہے؟"۔اس نے دل میں سوچا۔

www.novelsclubb.com

حارث جو کچھ سوچ رہا تھا۔اس نے سر جھٹکا۔

"کچھ نہیں!۔ میں بس ایسے ہی بول رہا تھا"۔اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔البتہ کہیں دور دماغ کہیں بہت بری طرح سے ٹھٹکا تھا۔

"یہ سب چھوڑو"!۔"آؤرپنزل جلدی سے ٹوکریاں بنائیں.....دیر ہورہی ہے، تیار بھی ہونا ہے۔اور مہمان بھی آتے ہونگے"!۔زارون کہتے ہوئے پھر سے نیچے رگ پر بیٹھ گیا۔

تومرینا بھی سر ہلاتی ہوئی بیٹھ گئی۔ صیفی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹوکری نیچے رگ پر رکھی.....اور باہر نکل گیا۔

حارث البتہ وہیں کسی گہری سوچ میں گرہا، کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

رات جیسے ہی ہوئی تو راجپوت محل کے باہر کی سجاوٹ کی ہوئیں ساری بتیاں کھول دی گئیں تھیں۔دور دور سے پتا چلتا تھا وہاں اس محل میں کوئی فنکشن ہے۔

مہندی کی تقریب سردی ہونے کے باعث۔گھر کے اندر رکھی گئی تھی۔

آج کی تقریب صرف عورتوں کی تھی۔بس گھر کے مرد موجود تھے۔ان میں ارحان ملک بھی تھا۔

لکڑی کے بڑے سے سنہری اور سفید رنگ کے دروازے سے اندر داخل ہو تو.....سامنے ہی۔

سب نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔نیچے بڑے اور خوبصورت سبز رنگ کے کالین بچھائے گئے تھے۔

کچھ لڑکیاں مہندی لگاتے ہوئے۔

کچھ لگواتے ہوئے۔

کئی لوگ بفیٹ کی ٹیبل کے پاس کھانا نکالتے ہوئے۔۔یا۔

تو کئی وہیں کھڑے کھڑے کھانا کھاتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے موجود تھے۔ہر طرف.....

www.novelsclubb.com

رونقیں تھیں۔ قہقہے تھے۔خوشیاں تھیں۔

مرینا نے مہندی رنگ کا گرارہ پہنا ہوا تھا۔اس کے ساتھ چولی تھی جس کی لمبائی اس کے گھٹنوں تک آتی تھی۔ہلکہ میک اپ۔ساتھ کندھے پر دوپٹہ جو اس کے کندھے سے لیکر دوسرے ہاتھ پر آتا تھا۔ایک ہاتھ میں وہ ڈائمنڈ رنگ اور بریسلٹ دوسرے میں گجرے اور ساتھ مہندی رنگ کی چوڑیاں۔لمبے گھنے بالوں کا میسی بن بنا ہوا تھا۔جس میں سے کچھ لٹیں باہر کو نکال کر کرل کی گئیں تھیں۔پیڑوں میں پیلے رنگ کے کھسے۔

وہ حسین لگ رہی تھی۔اور ہر ایک کی آنکھ میں اس کے لیے ستائش تھی۔

مردوں نے،.....سبز رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ساتھ گردن میں پیلے رنگ کے دوپٹے تھے۔یہ سب اس گھر کے مردوں کی آج کی ڈریسنگ تھی۔عبدل ستارا بھی تک،اپنے کام سے ملک سے باہر تھے۔

زارون اور مرینا۔ایک جگہ کھڑے ہو کر تصویریں لینے میں مصروف تھے۔وہ دونوں اس طرح کھڑے تھے کہ مرینا کی پشت پر دیوار تھی۔اس دیوار پر بتیوں سے۔

"حارث اور نشات کی مہندی!"۔

لکھا ہوا تھا۔اور مرینا کے آگے مبائل لیے ہوئے، معصوم شکل بنا کھڑا ہوا اس کی تصویریں کھنچتا زارون صدام۔

www.novelsclubb.com

"یہ اچھی ہے رپنزل!"۔زارون اکتایا ہوا بولا۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کی تصویریں لے رہا تھا....اور اس کی بہن کو ایک بھی پسند نہیں آرہی تھی۔

یہ لڑکیوں کے مسلیں ہیں۔جو لڑکوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گے کہ...اگر لڑکیوں کی تصویریں اچھی نہ آئیں تو مطلب وہ اچھی نہیں لگ رہیں ہیں۔

"نہیں!"۔مرینا اس کی نکالی ہوئی تصویر دیکھ کر بولی۔"یہ اچھی نہیں ہے تم میرے بھائی ہو نہ پلیز ایک اور نکال دو!"۔ساتھ منت کی۔

زارون نے اثبات میں سر ہلایا۔"جا کر پوز دو!"۔اور....."یہ آخری ہے!"۔تنبیہہ کی۔

www.novelsclubb.com

مرینا سر ہلاتی ہوئی۔جا کر اپنی جگہ کھڑی ہو گئی۔

"اب اچھی تصویر لے ناں!"۔منت کی گئی۔

عالمگیر فاروقی صاحب، صدام اور حارث سیڑھیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے کسی موضوع پر زیرے گفتگو تھے۔ سیڑھیوں کو بھی سفید، سبز اور پیلے رنگ کے پھولوں کے ساتھ سجایا گیا تھا۔

نازیہ بیگم بھی..... مہندی رنگ کے کام دار جورے کے ساتھ اس ہی کا دوپٹہ سر پر لیے ہوئے۔ ہلکہ میک اپ۔ وہ اپنے ساتھ کھڑی خاتون سے مہو گفتگو تھیں۔

www.novelsclubb.com

"یہ دیکھو!"۔ زارون نے کہتے ہوئے موبائل لے کر اس تک گیا۔

مرینا نے پہلے تصویر دیکھی پھر زارون کو۔ جس کے چہرے پر بڑا سا اب نہیں لوں گا لکھا ہوا تھا۔

اس نے منہ بسورا۔

وہ دونوں لکڑی کے بڑے دروازے سے تھوڑا آگے کھڑے تھے۔جہاں سے مہمان آتے جا رہے تھے۔

مرینا نے معصوم سی شکل بنا کر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔مگر زارون اس سے پہلے ہی بول پڑا۔

www.novelsclubb.com

"رپنزل میں تمہاری سو سے زیادہ تصویریں لے چکا ہوں!",وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ اب نہیں لوں گا،تم.....۔

"میں لوں..... میں بہت اچھی لیتا ہوں، تصویریں!"۔زارون کے الفاظ منہ میں رہ گئے جب اس کے عقب سے ایک گھمبیر آواز ابھری۔

زارون ٹھٹک کر رکا۔مرینا نے اس انسان کو دیکھا۔اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں غیر شناسائی تھی۔اور مقابل کی گہری سمندر جیسی نیلی آنکھوں میں۔محبت۔شفقت۔نرمی۔"کیا کچھ نہیں تھا؟"۔

زارون تھوک نگل کر پلٹا۔اور وہ سانس نہیں لے سکا۔وہ ساکت۔جامد۔شل رہ گیا تھا۔مجسما۔حیرت اور بے یقینی والا۔وہ انسان کوئی اور نہیں ارحان ملک تھا۔۔اس نے سفید شلوار قمیض پر نیلی شال لی ہوئی تھی۔بال جیل سے سیٹ کیے ہوئے۔وہ بھی ہمیشہ کی طرح ہینڈسم اور ڈیشنگ لگ رہا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک بڑا سا گفٹ باکس تھا۔اور وہ مسکرا رہا تھا۔

وہ اکیلا تھا اس کے ساتھ انصر نہیں تھا۔ وہ اسے آج اپنے ساتھ نہیں لایا تھا۔

وہ زارون سے قد میں لمبا تھا۔ زارون اس کے کندھے تک آتا تھا۔

مرینا چند لمحے ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ ارحان اور زارون بس ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

زارون ساکت۔ جامد بنا۔

ارحان پر سکون، مسکراتا ہوا۔

زارون کا دل کیا مرینا کو چھپا لے۔ اپنی بہن کہیں بھی لے جائے بس ارحان ملک کی پہنچ سے دور کرے۔ جو اس کے اتنے قریب آ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کی تعریف!"۔مرینا زارون کے ساتھ آگے آ کے کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔اسے تعجب ہوا تھا کہ آج تو مردوں کی دعوت نہیں تھی تو یہ محترم کون تھے۔

ارحان دل کے ساتھ مسکرایا۔اس کی سبزہ کتنی بڑی ہو گئی تھی۔ حسین بھی۔اور اس کی آواز کتنی پیاری اور پر اعتماد تھی۔وہ ہمیشہ اسے دور سے دیکھتا تھا۔آج اسے اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔وہ اسے دیکھے گیا۔

اس کی بہن سبزہ۔اس کی قیمتی چیز۔اس کا کل اثاثہ۔

"میں ارحان ملک!۔ملک انٹر پرائز کا سی ئی او"۔ارحان مسکراتے ہوئے بڑی نرمی اور شفقت سے بولا تھا۔

مرینا کے تنے تاثرات ڈھیلے پڑے، اب کے وہ حیرت زدہ تھی۔ "آپ ارحان ملک ہیں؟"۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ارحان کی سوشل میڈیا پر تصویریں نہیں تھی۔ تو اس نے کبھی اسے دیکھا نہیں تھا۔

"جی بچے!"۔ وہی ازلی نرم، شفقت والا لہجا۔

زارون ابھی تک ساکت و جامد تھا۔ شاک بڑا تھا وہ پراسس کر رہا تھا۔

"گڑیا!۔ تمہاری تصویریں نکل گئیں؟"۔

حارث کہتے ہوئے آگے آیا۔ وہ ارحان کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔

"اسلام علیکم!"۔ارحان پیچھے مڑااور سلام کیا۔

حارث صدام سانس نہیں لے سگا۔وہ بھی ساکت۔جامد۔شل۔ہوا تھا۔مجسمہ۔

اس کی پوری دنیا رک گئی تھی۔سلام کا جواب کیا خاک دیتا وہ۔

حارث اور زارون صدام کو اپنی بہن اپنے آپ سے دور جاتی ہوئی نظر آئی تھی۔

"یہ برا خواب ہے ناں؟"۔زارون بڑبڑایا تھا۔اس کی بڑبڑاہٹ تیز تھی۔

مرینا نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔پھر اس کے کندھے پر ہلکہ سا تھپڑ مارا۔زارون جیسے ہوش میں آیا۔اور جلدی سے مرینا کا ہاتھ پکڑا اور آگے اکر حارث کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"کچھ بری چیزیں خواب میں نہیں،..... حقیقت میں بھی آپ کے ساتھ ہوتیں ہیں!"۔

"بچے!"۔

ارحان نے حارث کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ مگر یہ جملا تھا زارون کے لیے۔

زارون نے پھر سے تھوک نگلا۔ مرینا کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔"دیکھیں.....اس نے کچھ کہنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھ ہی رہا ہو میری چیز پر تم لوگ کیسے حق جمائے بیٹھے ہو!"۔ارحان زارون کی بات کاٹ کر بولا۔ وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں مرینا کے ہاتھ پر اس کی مضبوط گرفت تھی۔ اس نے اسی پر چوٹ کی تھی۔

"کیوں آئے ہو!"۔حارث نے بڑے ضبط کے ساتھ کہا تھا۔غصے سے اس کی دماغ کی رگیں تنی ہوئیں تھیں۔اور چہرہ سرخ۔

مرینا ابھی تک بھنویں اکھٹی کر کے ان سب کو نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

"اپنی چیز واپس لینے!"۔ارحان کہتے ہوئے آگے بڑھا۔حارث کی قمیض کا کالر ٹھیک نہیں تھا۔اس نے وہ ٹھیک کیا۔"پرفیکٹ!"پھر بول کر پیچھے ہٹا۔

حارث بس ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اس کی ساری کاروائی دیکھے گیا۔

۔"وہ چیز نہیں ہے!،اور وہ ہماری ہے!"۔حارث نے جیسے اسے باور کروایا تھا۔

("کیاواقعی؟")۔

۔" صحیح کہا!"۔"چیز نہیں ہے.....مگر میری ہے!"۔حق جتاتا لہجا۔

حارث نے لب بھینچ لیے۔زارون چپ تھا۔مرینا ابھی تک ماحول کے تناؤ کے سمجھنے کی کوشش میں تھی۔کہ،ایک باہر کا آدمی مہندی میں داخل ہوااور کوئی اور نہیں ملک انٹرپرائز کا سی ئی او۔ جس کے ساتھ اس کا بھائی اتنی بری طریقے سے پیش آرہا ہے۔وہ بھی مہمان کے ساتھ۔۔اسے یاد آیا کیسے مل کر اسے ملک انٹرپرائز جانے کے لیے سب گھر والوں نے روکا تھا۔

۔"آخر مسلئہ کیا تھا؟"۔

عالمگیر فاروقی صاحب جن کی نظر اب وہاں گئی تھی۔وہ بھی اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئے تھے۔انہیں اس کے آنے کی توقع نہیں تھی۔صدام نے بھی ان کی نظروں کے ارتکاز میں دیکھا تو وہ بھی بت بنے تھے۔بنا سانس لیے وہ بھی کھڑے رہے۔

"چلو چلیں!"۔عالمگیر فاروقی نے کہا تو وہ دونوں ان کی طرف بڑھے۔

"اسلام علیکم!۔کیسے ہو بیٹے؟"۔عالمگیر فاروقی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

وہ جوان تینوں کی طرف متوجہ تھا۔چونکہ۔"وعلیکم السلام!۔میں ٹھیک.....اور آپ؟"۔ ارحان نے احتراماً پوچھا۔

اسے یقین تھا۔اس کے آنے سے کوئی بھی ٹھیک نہیں ہے۔خیر۔"اسے کیا؟"۔اس نے سر جھٹکا۔

"الحمدللہ!،اللہ کا شکر ہے!"۔عالمگیر فاروقی مسکراتے ہوئے بولے۔

،"کیا حال ہے بیٹا؟"۔صدام نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے انہیں سر سے پیر تک دیکھا۔اُدھیڑ عمر۔اس میں وہ پولیس والا رعب۔واہ۔اس عمر میں بھی اچھے کھانے ہینڈسم تھے۔"تو جوانی میں کیسے ہونگیں؟"۔

"کیسا ہو گا آپ کا حال؟" جب..... لمحے کا توقف کیا۔ان کا سانس تک روک گیا تھا۔....."آپ کا کل اثاثہ کسی اور کے پاس ہو؟"۔سوال مشکل تھا۔اور کاری وار بھی۔صدام چپ ہو گئے تھے۔

کئی لمحے خاموش کے نظر ہو گئے۔سب ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑے تھے۔مگر وہ خاموشی بھی بولتی تھی۔اس خاموشی کے اندر بہت سے راز چھپے تھے۔جس مقدس خاموشی کو عالمگیر فاروقی نے توڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جان دادا!"۔"ہم سب ڈرئینگ روم میں بیٹھے ہیں..... جا کر چائے اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرو!"۔عالمگیر فاروقی نے تحمل سے بات سمبھال کر انہیں یہاں سے ہٹنے کا بھی کہا تھا۔

"جی داداجان!"۔وہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔"سکینہ بی وہ کھانا".....۔جب اس کی آواز دور ہوئی تو وہ سب بھی ڈرائینگ روم کی طرف بڑھے۔

اب ڈرائینگ روم کا منظر کچھ یوں تھا کہ سب اس سنہری اور سفید رنگ کے اس پر تعش روم کے صوفوں پر براجمان تھے۔ارحان بھی ٹانگ پر ٹانگ چھڑائے بیٹھا تھا۔جیسے آج تو مرینا کیسی بھی حال میں لے جائے گا۔سامنے ٹیبل پر پانی کے گلاس اور جگ رکھے تھے۔سب گلاسوں میں پانی بھرے ہوئے تھے۔مگر تھے ان چھوئے۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں خوشی ہوئی.....تم آئے!"۔عالمگیر فاروقی مسکراتے ہوئے خوش دلی سے بولے تھے۔

ارحان مسکرایا۔"اچھا لگتا تو نہیں ہے!"۔وہ ان تینوں کے چہروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ساتھ صدام،حارث اور زارون،تینوں کے چہروں کو دیکھا۔ان کے چہروں پر بارہ بجے ہوئے تھے۔

"تم وہ بات کرو...جس کے لیے آئے ہو؟"۔حارث غصے سے تیز لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"حارث بیٹا آرم سے....بات کرو!"۔صدام نے اسے ٹوکا۔مگر وہ ان کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ رہا۔

"اپنی بہن....سبزہ واپس لینے کے لیے آیا ہوں!"۔

www.novelsclubb.com

وہ پر سکون سا بولا۔ مگر وہاں بیٹھے ان نفوس کا سکون اس بات سے برباد ہو چکا تھا۔ ویسے وہ تو پہلے اس کے آنے سے ہی ہو چکا تھا۔

زارون جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔"رپنزل کوئی کھلونا نہیں ہے کہ...وہ یہاں سے وہاں ہوتا رہے!"۔اس کے لہجا تیز تھا جیسے اس یہ بات ناگوار گزری تھی۔

"بچے!"۔"مجھے میری بہن بہت عزیز ہے, مگر.....اسے کھلونے کی طرح تم لوگوں نے لٹکایا ہے!"۔ارحان کی بات سچ تھی۔اور ایک تلخ حقیقت۔

"ہم نے گڑیا کو نہیں لٹکایا...تم اپنی بات کرو!"۔

"کیا چاہتے ہو؟"۔حارث کو اب بھی سر سراتا ہوا لہجا تھا۔

"اسے سب سچ بتائیں.....اور میرے ساتھ میری بہن بھیج دیں!"۔اس کی اس بات پر سب کا سانس تک روک گیا تھا۔

"آپ تو ہمیشہ سب سے کو سچ بولنے کی تلقین کرتے رہے ہیں!"۔"اور سب کو ان کا حق دینے کی.....مجھے میرا حق میری بہن دے دیں!"۔ارحان ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے، عالمگیر فاروقی صاحب سے بولا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ چپ رہ گئے تھے۔یہاں ان کی پوتی کی بات تھی۔جو ان کو بہت عزیز تھی۔"وہ اس کے بنا کیسے رہیں گے؟"۔سوال مشکل تھا۔اور جواب ندار۔

"میں اپنی گڑیا کیسی بھی حال میں نہیں دوں گا!"۔

"اور اس پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے!"۔حارث بیچ میں بولا تھا۔

ارحان نے اسے خوشمگین نگاہوں سے دیکھا۔

جیسے کہنا چاہتا ہو۔"کیا واقعی؟"۔

"دیکھو بیٹا وہ.....عالمگیر فاروقی کی بات بیچ میں رہ گئی تھی۔جب انہیں قدموں اور ٹرالی دیکھلنے کی آواز آئی اور عین اسی وقت۔صیفی کھانے کی ٹرالی دیکھتا ہوا اندر آیا تھا۔اور اس کے پیچھے مرینا بھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اسلام علیکم!"۔ صیفی سلام کرتے اندر داخل ہوا۔ٹرالی ایک جگہ روک دی۔ تبھی بٹلر بھی اندر داخل ہوااس نے پہلے برتن لگائے۔پھر کھانے کے لوازمات۔تب تک مرینا صدام اور عالمگیر فاروقی صاحب کے بیچ میں بیٹھ چکی تھی۔اس نے ارحان ملک کے بارے میں بہت سنا تھا۔اور آج اسے اس کے بارے میں جاننے کی جستجو تھی۔ تبھی آکر بیٹھ گئی تھی۔وہ اس کی فین بھی تھی۔ بھئی آرکیٹکچر اس کا شوک تھا۔اور وہ پاکستان کا بہترین آرکٹک تھا۔

بٹلر لوازمات لگا کر اور اپنے کام کر کے چلا گیا تھا۔ صیفی بھی ایک جگہ مؤدب سا کھڑا ہو گیا تھا۔

ارحان صیفی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ صیفی نے کچھ غیر آرام دہ ہو کر پہلو بدلا تھا۔

"میری پوتی..... مرینا!"۔عالمگیر فاروقی نے مرینا کر سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔عبدل ستار کہنے کا کوئی فائیدہ نہیں تھا۔

"بیٹا یہ.... صدام اب بولے ہی تھے کہ مرینا نے ان کی بات کاٹ دی۔

"پاپا مجھے پتا ہے!"۔"یہ ارحان ملک ہیں، ملک انٹرپرائز کے اونر ہیں.... انہوں نے باہر مجھے بتایا تھا!"۔اس نے مسکراتے ہوئے ان سے کہتے ہوئے ارحان کو اپنی بات کی تاکید میں دیکھا۔ ارحان نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"اچھا صحیح!"۔صدام گہری سانس لیتے ہوئے بولے۔ایک لمحے کے لیے ان کا سانس تک رک گیا تھا۔

"مرو!"۔"کہاں ہو؟"۔تمہیں مہندی.....نازیہ بیگم شاید اسے ڈھنڈتی ہوئیں یہاں آئیں تھیں۔تقریب تقریباً ختم ہونے والی تھی۔مگر باقی لفظ ان کے منہ میں رہ گئے۔جب انہوں نے ارحان کو دیکھا۔

ارحان بھی انہیں دیکھ رہا تھا۔وہ چند پل چپ چاپ کھڑی رہیں۔انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ ارحان ہے۔

"اسلام علیکم!"۔"کیسی ہیں آپ؟"۔ارحان نے کھڑے ہو کر ان سے سلام کیا۔

www.novelsclubb.com

وہ جیسے ہوش میں آئیں تھیں۔"وعلیکم السلام!"۔"بیٹا میں ٹھیک.....تم کیسے ہو؟"۔وہ ان کے آگے آگیا تھا۔اور اپنا سر جھکایا۔نازیہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔"خوش رہو!"۔دعا دی گئی۔

ارحان نے اپنا چہرہ سیدھا کیا۔خوش تو میں تب ہونگا جب آپ مجھے.....اپنی بہن واپس کر دیں گیں!"۔اس نے آخری لفظ سرگوشی میں کہے تھے۔

نازیہ بیگم چپ ہو گئیں تھیں۔ان کے پاس جواب نہیں تھا۔

"خیر میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے!"۔وہ بولتے ہوئے باہر جانے لگا جب صدام کی بات پر اس کے قدم رکے۔

www.novelsclubb.com

گفٹ اس نے وہیں ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

"کھانا تو کھا کر جاؤ بیٹا!"۔صدام کھڑے ہو کر بولے۔

وہ پلٹا۔ان کی آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گھاڑیں۔"آپ کے مجھے پر بہت احسانات ہیں.....اور نہیں لوں گا شکریہ!"۔آخر میں وہ مسکرایا تلخ مسکراہٹ۔جس میں درد ہی درد،دکھ ہی دکھ تھا۔

وہ کہتے ہوئے ڈرائینگ روم سے باہر نکل گیا۔

اور گھر سے بھی۔وہ بس آگاہی دینے آیا تھا۔اور پھر پلٹ گیا۔"آگاہی دے کر پلٹ جانے والوں کا کیا،کیا جائے؟"۔

www.novelsclubb.com

وہ اتنی بڑی بات کہہ کر گیا تھا کہ،سب سکتے میں تھے۔سوائے مرینا کہ.....جو ان سے بے خبر تھی۔

بے خبری بھی ایک نعمت ہے۔جس سے اب تک مرینا ملامال تھی۔"مگر آخر کب تک؟"۔

☆☆☆☆☆

وہ راجپوت محل سے ہو کر تو آ گیا تھا۔ مگر اب وہ اس طرح کا نہیں رہا تھا جس طرح پہلے تھا۔

پر سکون۔ مطمئن۔

اب اس کے جسم اور دماغ سے پر سکونی، مطمئنی غائب ہو چکی تھی۔وہ بے چین ہو گیا تھا۔

وہ آج اپنی بہن کو اس محل میں،اور ان لوگوں کے ساتھ خوش،پر سکون اور مطمئن دیکھ کر آیا تھا ۔یہ پر سکونی اور مطمئنی وہ اپنی بہن سے نہیں چھیننا چاہتا تھا۔وہ اسے کس طرح بتائے گا کہ یہ اس کا گھر نہیں بلکہ ملک مینشن اس کا اصلی گھر ہے۔

وہ اس وقت اپنے پر تعیش بیڈ روم کے بیڈ پر چت لیٹا تھا۔ نظریں فال سیلنگ والی چھت پر ٹکیں تھیں۔بتیاں بند تھیں۔دونوں سائیڈ لیمپ جل رہے تھے۔جن کی زرد روشنی پورے کمرے میں پھلی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں پر بلائینڈز گرے ہوئے تھے۔

تبھی دروازا کھٹکا اس نے جواب نہیں دیا، اسے پتا تھا کہ کون تھا۔ کچھ سیکنڈز بعد دروازا کھولا انصر رات کے مناسبت کے حساب سے کھولے شرٹ اور پجامے میں ملبوس تھا۔ ارحان بھی شرٹ اور پجامے میں ملبوس تھا۔ انصر کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ ٹرے میں رکھی پلیٹ میں کباب پلاؤ تھا۔ اور اس کے ساتھ رکھا ہوا پانی کا گلاس۔

اس نے اندر داخل ہو کر پہلے دروازا بند کیا، پھر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر بتیاں جلائیں۔ کمرا روشنی میں نہا گیا۔

ارحان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ "لائیٹس بند کرو!.....مجھے۔ نہیں کھانا!"۔ ساتھ انکار کیا گیا۔ اس کی آواز میں چڑچڑاپن تھا۔

www.novelsclubb.com

انصر کچھ نہیں بولا چپ چاپ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر کھانے کی ٹرے رکھی۔اور پھر ارحان کے پیروں کی طرف آکر بیٹھ گیا۔اس کے پیر اپنی گود میں رکھے۔ارحان نے ہٹانے چاہے۔اس نے گرفت مضبوط کی۔اب وہ اس کے پیر دبا رہا تھا۔

ارحان نے اپنے پیر چھڑوانے کی ایک اور کوشش کی.... مگر ناکام رہا۔اس کی گرفت مضبوط تھی۔

ارحان نے اپنی آنکھیں مسلیں۔"کیا ہے؟"۔کیوں تنگ کر رہے ہو؟"۔ہنز وہوں چڑچڑا پن۔

www.novelsclubb.com

انصر نے اس کے پیروں پر اور دباؤ دیا۔"میں نے آپ کو کب تنگ کیا؟"۔سادگی سے کندھے اچکائے۔

"اچھا اور یہ سب کیا ہے؟"۔ارحان نے اس کے پیر دبانے کی طرف اشارہ کیا۔اس نے پھر کندھے اچکائے۔

ارحان نے اٹھنا چاہا۔ مگر پھر بیڈ پر گر گیا۔ کیونکہ اس کی ٹانگیں انصر کی گود میں تھیں۔انہیں سپورٹ نہیں ملی۔ کمر سیدھی نہیں ہوئی۔ "مجھے اٹھنے تو دو... گدھے!"۔اب کے جھڑکا۔

انصر نے گرفت ڈھیلی کی مگر پیر اور ٹانگیں دبانیں چھوڑی نہیں۔اب وہ سیدھا نہیں۔ مگر آدھا لیٹا اور آدھا بیٹھا تھا۔ہاتھوں کی سپورٹ پر۔ "چھوڑ دے یار! مجھے بیٹھنے تو دے۔ بازوؤں میں درد ہو گیا ہے"۔اب کے اس نے منت کی۔انصر نے اس کی ٹانگیں بیڈ پر رکھیں۔ وہ التی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

انصراب اس کی پشت پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل سے ٹرے اٹھا کر اس کے سامنے رکھی۔ اب وہ اس کے کندھے دبا رہا تھا۔ آج وہ اسے نہیں چھوڑے گا۔ یہ طے تھا۔

"کھانا کھائیں سر!"۔ وہ کندھے دباتے ہوئے بولا۔

ارحان اس کے کندھے دبانے کی وجہ سے پورا ہل رہا تھا۔ "کیسے کھاؤں..... یہ جو تم مجھے ہلا رہے ہو؟"۔

www.novelsclubb.com

اب کے گرفت نرم ہوئی۔ "اب کھائیں!"۔ ساتھ کہا۔ مسئلہ ہل۔

"مطلب آج تم مجھے نہیں چھوڑو گے؟"۔

"نہیں!"۔یک لفظی جواب۔

"کس چیز کا بدلہ لے رہے ہو؟...ہاں؟۔پیسے تو میں نے دے دیے تھے"۔وہ جیسے اب اکتا گیا تھا۔

"کھانا کھائیں سر!"۔تحمل سے دوبارہ جملا دہرایا گیا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں کھاؤں گا...کیا کرو گے؟"۔ڈھٹائی سے کہتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

"کچھ نہیں....بس اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا!"۔اس نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسے پتا تھا اسے اس چیز سے چڑ ہے۔ تبھی بولا تھا۔

"جان چھوڑ دو میری.....اس گھر میں پروائسی نام کی کوئی چیز نہیں ہے کہ، بندہ سکون سے تھوری دیر دکھ بھی نہیں منا سکتا۔آجاتے ہیں تنگ کرنے!"۔تیز لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں بڑبڑایا۔

"ہمیں سب سنائی دے رہا ہے!"۔اس نے اپنی مسکراہٹ روک کر کہا۔

"اوہ اچھا!۔تم نے سب سن لیا!"۔ارحان نے منہ بنا کر کہا۔

"سر آپ کیوں دکھی ہیں؟"۔اب وہ اس کے سر کی مالش کر رہا تھا۔بنا تیل کے۔لمبے گھنے بالوں میں اس کی انگلیاں بڑی مہارت سے چل رہیں تھیں۔

پچھلے جنم میں پکا۔مالشیا ہو گا۔ارحان نے سوچا۔اسے صحیح میں سکون مل رہا تھا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"دل کر رہا تھا...دکھی ہونے کا!"۔وہ بڑبڑایا۔

www.novelsclubb.com

"آپ اس بات پر دکھی ہیں کہ اگر.....آپ نے میم کو بتایا تو وہ ٹوٹ جائیں گی دکھی ہو جائیں گیں!"۔وہ اب اس کے سر کو ہلا کہ ،ہلکہ دبا بھی رہا تھا۔

ارحان نے اثبات میں سر ہلایا۔"بے خبری نعمت ہے.....میں اپنی بہن سے یہ چھیننے والا کون ہوتا ہوں؟"۔اس کی نیلی سمندر جیسی گہری آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

"تو آپ کیا کریں گے...میم ایسے تو کسی کے ساتھ نہیں آجائیں گی؟"۔سوال تھا۔

"میں کسی نہیں ہوں.....بھائی ہوں اس کا....وہ بھی سگا!"۔وہ بلند آواز میں بولا اس جیسے غصہ آگیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سگے تو وہ بھی ہیں!"۔انصر ہلکی آواز میں بڑبڑایا تھا۔ارحان نے اس کی بڑبڑاہٹ نہیں سنی۔یا پھر نظر انداز کیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے انصر تم بہت اچھے ہو!"۔وہ جیسے کچھ سوچ کر بولا۔انصر کچھ نہیں بولا وہ چپ چاپ مالش کرتا رہا۔"مالشیا کہیں کا"۔ارحان نے اسے نئے لقب سے نوازا۔

"اگر میری بہن کا نکاح نہیں ہوا ہوتا"....لمحے کا توقف کیا۔انصر سانس لینا بھول گیا۔

"تو میری پہلی ترجیح تم ہوتے!"۔

اس نے اپنی بات پوری کی۔آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

کمرے میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔گھر اسکونت۔اب کمرے میں بس ارحان کی سانس لینے کی آواز تھی۔اور انصر وہ تو سانس لینا ہی بھول گیا تھا۔

انصر پر گویا کسی نے اتنی سردی میں اس کے اوپر ٹھنڈے یخ پانی کی بالٹی بھر کر گرادی ہو۔وہ محبت جیسے اس نے دل کے سات طبے خانوں میں چھپا رکھا تھا۔جس کا اقرار وہ خود سے بھی نہیں کرتا تھا۔جس کے اقرار سے وہ خود بھی ڈرتا تھا۔اس محبت کی اس کے سر کو خبر ہو گئی تھی۔

شرمندگی لفظ بہت چھوٹا تھا۔جس میں انصر مغل کی کیفیت بیان کی جاتی۔

ارحان نے پہلے اپنے سامنے پڑی کھانے کی ٹرے پھر سے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔پھر اسے اس کے ہاتھوں سے جو اس کے سر پر ٹھیر گئے تھے۔ان سے نرمی سے کھینچ کر اپنے سامنے بٹھایا۔وہ بے جان ہو کر اس کے سامنے گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔وہ بے جان ہو گیا تھا۔شرمندگی لفظ چھوٹا تھا۔اسے نری ذلت محسوس ہو رہی تھی۔اسے زمین میں ڈھنس جانے کا دل کر رہا تھا۔یا چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا۔

www.novelsclubb.com

ارحان نے اس کے دونوں ہاتھ جو اس نے تھام رکھے تھے۔انہیں ہلا کہ سا دبایا۔"تمہاری محبت بہت پاک ہے.....جو تمہاری آنکھوں سے دیکھتی ہے!"۔وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

انصر نے جھکے سر کے ساتھ نظریں چرائیں۔"آج کے بعد وہ ان سے نظریں کیسے ملا پائے گا؟"۔

آج اس کا سر بھی جھکا گیا تھا۔"اور اس کی آنکھوں نے اسے یہ کیسے دغا دیا تھا؟"۔اتنے بڑے راز کو اس کی آنکھوں نے اس طرح کھول دیا تھا۔آج اسے اپنی آنکھوں سے گلا ہوا۔

اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے ارحان کہہ جا رہا تھا۔"محبت کرنا گناہ نہیں ہے.....مگر غلط انسان سے کرنا ہے۔میں یہ نہیں کہہ رہا محبت نہ کرو.....مگر،شرط یہ ہے کہ، صحیح انسان سے کرو۔وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ہاتھ ابھی بھی پکڑ رکھے تھے۔یہ اسے تصلی دینے کا طریقہ تھا۔

"تمہیں پتا تھا سبزہ کا نکاح ہو چکا ہے؟"۔ارحان اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

انصر نے آنکھیں میچ کر اثبات میں سر ہلایا۔اس کی زبان بولنے سے انکاری تھی۔

"ہاں....میں نے ہی تو بتایا تھا!"۔ارحان جیسے یاد کر کے بولا۔"خیر اب تم بتاؤ!"۔ساتھ پوچھا

۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑھا کھانا اپنی ناقدری پر رو رہا تھا۔کھانا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔اور ان دونوں کو اب اس کی پروا نہیں رہی تھی۔زندگی میں کھانے سے زیادہ مسئلے مسائل موجود تھے۔جنہیں انہیں نپٹانا تھا۔

اب کمرے میں گہری خاموشی تھی۔چند لمحے خاموشی کے نظر ہو گئے۔خاموشی اِرد گرد سانس لیتی رہی۔

ارحان نے گہری سانس لی۔اور اس کے ہاتھوں کو تھپکا۔"مجھے پتا ہے تم نے بہت کوشش کی ہو گی...کہ تمہیں محبت نہ ہو۔مگر ہو گئی۔خیر اب بتاؤ کیسے ہوئی؟"۔

انصر جو اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا وہاں اب اسے ارحان کے خوبصورت ہاتھ نہیں مگر وہاں فلم کی طرح ایک سال پہلے کے مناظر نظر آرہے تھے۔جیسے سلائیڈ ہو۔جو ایک کے بعد ایک آگے پیچھے جا رہی ہو۔اس نے جیسے اپنی پسند کی سلائیڈ پر پوز کا بٹن دبایا۔پہلا منظر اس کی آنکھوں کے آگے کیسی مووی کی طرح چلنے لگا۔

("وہ دونوں۔ملک مینشن کے ڈرائینگ حال میں بیٹھے تھے۔ارحان اسے راجپوت محل کے افراد کی تصویریں دیکھا رہا تھا۔اور ان کے بارے میں ہر ایک ایک چیز باریک بینی سے بتا رہا تھا۔ اس میں مرینا کے نکاح کی بات بھی تھی۔ارحان نے اسے مرینا کی تصویر تھمائی۔اور وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر انصر مغل کے لیے وقت وہیں پر تھم گیا تھا۔ ٹھیر گیا تھا۔اس کے لیے جیسے دنیا گھومنا بند ہو گئی تھی۔

وہ بس مرینا کی تصویر کو دیکھے گیا۔

اور یہ تھا محبت کا پہلا وار۔

کوئی اتنا حسین کیسے ہو سکتا ہے؟۔

اتنا معصوم؟"۔اس نے سوچا تھا۔وہ اس کی معصومیت پر مر مٹا تھا۔جو اس نے نہ کبھی اپنی ماں یا بہن میں نہیں دیکھی تھی۔("مرد ہمیشہ دوسری عورت میں وہ چیز ڈھونڈتا ہے جو اسے اپنی گھر کی عورتوں میں نہیں دکھتی")۔وہ اس کی معصومیت کا آسیر ہوا تھا۔اس نے یہ اس دن اپنے آپ سے اعتراف کیا تھا۔")۔

www.novelsclubb.com

پہلی سلائیڈ ختم ہوئی۔اور پہلا منظر بھی ختم۔اس نے آنکھوں سے دوسری سلائیڈ کا بٹن دبایا۔ دوسری سلائیڈ۔دوسرا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے، کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

("وہ راجپوت محل کے نیم رکھ پر اپنی گاڑی ایک پیڑ کے ساتھ کھڑی کر کے۔خود درخت کے پیچھا کھڑا تھا۔سامنے راجپوت محل اپنی آب وتاب سے جگمگا رہا تھا۔ صبح کا وقت تھا۔رات بارش ہوئی تھی، تو سڑک گیلی تھی۔ تبھی راجپوت محل کا بڑا سیاہ دروازا کھولا۔وہاں سے ایک لینڈ کروزر نکلی، اس نے دیکھا۔ڈرائیونگ سیٹ پر ایک فوجیوں والی یونیفارم پہنے ہینڈسم نوجوان اسے اس نوجوان کی تصویر یاد آئی اور ساتھ ارحان کی بات۔یہ حارث صدام ہے۔، اور اس کے ساتھ پیسنجر سیٹ پر بیٹھی۔ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس اور ساتھ سفید رنگ کا سر پر اسکارف بنائے۔بنا میک اپ کے چہرہ پاک۔وہ حسین لگ رہی تھی۔اور ہاتھوں میں پکڑی فائنل جو بیٹھتے وقت اس نے ڈیش بورڈ پر رکھ دی تھی۔وہ یونیورسٹی جا رہی تھی۔یقیناً حارث

اسے چھوڑنے جارہا تھا۔مرینا ونڈو کے باہر سے ایسے ہی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔بے مطلب۔ اور تبھی اس کی ہیزل گرین آنکھیں انصر کی آنکھوں سے ملیں بس ایک لمحے کے لیے۔پھر مرینا نے آنکھیں ہٹالیں۔اسے تو شاید وہ آج یاد بھی نا ہو۔اور انصر کی آنکھیں پلٹنا اور جھپکنا بھول گئیں۔گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی تھی۔مگر انصر مغل پیچھا کا پیچھے رہ گیا تھا۔

آج وہ اس کی ان جان لیوا آنکھوں کا آسیر ہوا تھا۔")۔

تیسری سلائیڈ۔تیسرا منظر۔

یہ منظر اس کی زندگی کا بہترین منظر تھا۔جو وہ زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔کیونکہ اس منظر میں مرینا نے اس سے بات کی تھی۔ہاں!۔بات۔

("اس کو ارحان کا حکم مل ہوا تھا۔کہ اسے اس کی بہن کی حفاظت کرنی ہے۔سو وہ ہمیشہ جب بھی مرینا گھر سے باہر نکلتی وہ اس کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا۔

یہ بھی ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ اس کی یونیورسٹی کے گیٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ تھوڑا سائیڈ پر ہو کر۔ سر پر سرخ کیپ پہنے، جب مرینا یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر نکلی، یہ چھوٹی کا وقت تھا۔ سامنے گاڑی میں ڈرائیور بیٹھا تھا۔ اسے باہر نکلتے دیکھ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازا کھولا۔ وہ اندر بیٹھی دروازا بند ہوا۔ ڈرائیور آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے گھر کی طرف بھڑائی۔ وہ بھی جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ ان کی گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی بھگائی۔ مگر بیچ راستے میں ہی ان کی گاڑی فوٹ پاتھ کے پاس رک گئی۔ اس نے بھی تھوڑے فاصلے پر اپنی گاڑی روک دی۔ وہ اندر بیٹھے بھی دیکھ سکتا تھا۔ ان کی گاڑی کا پچھلا ٹائر پنچر ہو چکا ہے۔

وہ چند منٹ لب کاٹتا رہا۔ کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟۔ یا پھر مدد کرنی چاہیے؟۔ ڈرائیور باہر نکل کر اب ٹائر دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ڈرائیور تھا۔ لگ بھگ اونسٹھ کی عمر کا۔ وہ احمد نظام تھا۔

وہ فیصلہ کر کے باہر نکلا۔ ارحان نے تو اس سے کہا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا اس میں یہ بھی آتا تھا۔ ہاں حفاظت میں مدد بھی آتی ہے۔ بکول اس کے۔ اپنے دل کے چور کی کوئی بات نہیں کرتا۔

وہ نکل کر اس کے ڈرائیور کے پاس پہنچا۔

"میں مدد کروں...آپ کی؟۔اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

احمد نظام چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

"تم میری مدد کیوں کروگے؟"۔احمد نظام نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"آپ بزرگ ہیں....اور بزرگ کی مدد کرنا ثواب کا کام ہے۔اس نے احترام سے جواب دیا۔

تو انہوں نے سر ہلا دیا۔ویسے بھی وہ کام چور تھے۔کچھ عمر کا تکاذہ بھی تھا۔

"آپ میم کو کہیں باہر آجائیں...ٹائر بدلنا ہوگا!"انصر نے ٹائر کا جائزہ لیتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ صحیح بات بھی تھی۔وہ اندر بیٹھی رہتی تو وہ ٹائر کیسے بدلتا۔

تبھی پچھلی سیٹ کا دروازا کھولا۔پہلے اس کی نظر اس کے سفید ہیل میں مقید خوبصورت پیروں پر پڑی اور پھر اس پر جس نے سفید میکسی کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنا تھا۔ساتھ سر پر حجاب کیا ہوا تھا۔وہ تھوڑا آگے آکر ان سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی۔پھر پورے اعتماد سے بولی۔

“Thanks for help!”.

مگر میں نے اپنے بھائی کو کال کر دی ہے گاڑی آتی ہو گی!"۔وہ برے پر اعتماد طریقہ سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نڈر انداز میں بولی تھی۔وہ بس اسے دیکھ گیا۔مرینا نے ان کی باتیں سن لیں تھیں۔کیونکہ جب ڈرائیور باہر نکلا تو وہ سائیڈ مرر سے سب دیکھ رہی تھی۔اور جب انصر آیا تو اس نے شیشا نیچے کر کے ان کی باتیں سنی تھیں۔کال اس نے احمد نظام کے گاڑی سے نکلنے کے بعد کر لی تھی۔اور وہ حارث کو کال کرے اور وہ اس کی کال ریسیو نہ کرے یہ ہو نہیں سکتا تھا۔وہ اگر اپنی آپریشن پر بھی ہو اور اگر اسے مرینا کی کال آئے گی تو وہ اٹھائے گا۔اسے یقین تھا۔اور یہ سب بھی تھا۔

www.novelsclubb.com

انصر نے ٹرانس کی کیفیت میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔وہ ہر چیز بھول گیا تھا۔

اسی وقت ایک اور گاڑی آئی اس میں سے گارڈ باہر نکلا گارڈ نے ڈرائیور سے کچھ کہا۔ پھر مرینا گاڑی کے اندر بیٹھی۔ گاڑی آگے نکل گئی۔ احمد نظام اور وہ گارڈ اس پنچر ٹائر والی گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔ شاید اسے ٹھیک کر رہے تھے۔ یا مکینک کے پاس لے جا رہے تھے۔ مگر اسے کچھ سنائی اور دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے کانوں میں بس اس کی آواز گونج اور آنکھوں میں اس کا عکس نظر آ رہا تھا۔ آج وہ اس کی آواز کا آسیر ہوا تھا")۔

چوتھی سلائیڈ۔ چھوتھا منظر۔

("اس کی یونیورسٹی میں ایک اسپیچ کانپیٹیشن تھا۔ یہ آڈیٹوریم کا منظر تھا۔ سب اپنی نشست پر بیٹھے تھے۔ اب وہ اسے دیکھنے بھی آتا تھا۔ اب اس کا دل اسے دیکھے بنا سکون میں نہیں آتا تھا۔ وہ بھی پچھلی نشستوں پر تھوڑا سر نیچے کیے بیٹھا تھا۔ سر پر آج اس نے نیلی پی کیپ پہنی ہوئی تھی۔ اس سے چہرا ڈھکا ہوا تھا۔ اب اسے ڈر لگتا تھا۔ کیونکہ اس دن مرینا نے اس کی شکل دیکھ لی تھی۔ سو وہ احتیاط کرتا تھا۔

ہوسٹ نے مرینا کو اسپیچ کے لیے بلایا۔وہ ڈائیس کے پاس آئی۔اور اسپیچ شروع کی۔

"اسلام علیکم میرا نام مرینا عبدل ستار ہے۔

(میرا آج کا اسپیچ ٹوپک ہے۔لڑکیوں کو کمانا کیوں چاہیے؟"جی ہاں آپ لوگوں نے صحیح سنا لڑکیوں کو کمانا کیوں چاہیے۔

پہلی بات لڑکیوں کو کمانے کے لیے ان کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔مگر آج کا ہمارا ٹوپک کمانا ہے تو اس مدعے پر غور کرتے ہیں۔

لڑکیوں کے لیے کمانا ضروری ہے۔اپنے آپ کے لیے۔اپنی نظروں میں اپنی عزت کرنے کے لیے۔اپنے آپ کو ایک معاشرے میں کھڑے ہونے کے لیے۔اپنے آپ کا ایک نام بنانے کے لیے۔میں ابھی تک اپنا کماتی نہیں ہوں۔مگر کمانا چاہتی ہوں جس کے لیے میں بہت محنت کر کے پڑھتی لکھتی ہوں۔اس نے گہری سانس لی۔چند لمحے چپ ہوئی۔پھر بولنا شروع کیا۔اور انصر اسے بس سنے گیا۔کسی آسیر کی طرح وہ سحر تھی۔اور انصر اس کا آسیر۔

آپ لوگوں میں سے کچھ لڑکیاں سمجھتی ہوں گی۔وہ سامنے بیٹھے لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ کہ کمانا کیوں ضروری ہے۔جب ہمارے باپ،بھائی یا شوہر موجود ہیں۔بے شک وہ موجود ہیں ۔مگر ان کو پورا گھر چلنا ہوتا ہے۔سب کی خواہشیں پوری کرنی ہوتی ہیں۔سب کو ان کی پسند کی چیزیں دلانہ ہوتی ہیں۔باپ،بھائی یا پھر شوہر کے پیسوں سے آپ کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔خواہشات نہیں۔خواہشات پوری کرنے کے لیے آپ کے پاس پیسا ہونا چاہیے۔چلو مانا کہ آپ کے باپ،شوہر یا بھائی امیر ہیں۔مگر جب آپ اس قابل ہیں کہ خود کا کما کر کھا سکیں تو آپ ان کے پیسوں پر کیوں ڈپینڈ رہیں گیں ؟۔آپ کے والدین آپ کو کیوں پڑھاتے لکھاتے ہیں۔صرف اس لیے کے بڑے ہو کر آپ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سگیں۔آپ اپنے فیصلے لے سگیں۔اپنے پیسا کمائین اور خرچ کر سگیں۔کسی پر ڈپینڈ نہ رہیں۔یہاں تک کہ آپ ے باپ، بھائی،شوہر پر بھی نہیں۔کبھی کبھار ہمیں باپ بھائی،یا شوہر سے پیسے مانگتے شرم آتی ہے۔اپنی خواہش بتاتے ہوئے ہم ہچکچاتے ہیں۔کہ ہماری خواہش پوری ہو گی۔کیا ان کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہماری وہ خواہش پوری کر سگیں ؟۔ہم لڑکیاں بہت ایمو شنل ہو تیں ہیں۔باپ بھائی یا پھر شوہر کو اگر کم پیسے کماتے دیکھیں تو اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ دیتی ہیں۔مگر ہمیں ایسا نہیں

کرنا چاہیے۔ ہماری خواہشات ہیں۔ انہیں ہمیں پورا کرنا ہے۔ ان کے لیے ہمیں کمانا ہے۔ کہ ہم کل کو کہہ سکیں یہ میری کمائی کا گھر ہے۔ یہ میرا گھر ہے۔ آپ کے اپنے کمائے پیسے کا۔ آپ کے اپنے کمائے اپنی نظروں میں عزت کا۔ ضروری نہیں کہ گھر سے باہر نکل کر اپنی نمائش کر کے پیسے کمائے جائیں۔ آپ گھر کے اندر اپنے لیپ ٹاپ، موبائل یا ٹیبل لیٹ سے بھی پیسے گھر بیٹھے کما سکتے ہیں۔ فری لانسنگ کیسے کہیتے ہیں؟۔ فری لانسر اسے ہی کہتے ہیں۔ جو گھر بیٹھ کر بنا اپنا چہرہ دیکھائے۔ بنا اپنی آواز سنائے۔ آپ پیسے کما سکتے ہیں۔ لڑکیوں کو اپنے کمانا چاہیے۔ اپنے آپ کے لیے۔ اپنے گھر والوں کو سپورٹ کرنے کے لیے۔ اپنی نظروں میں اپنی عزت بنانے کے لیے۔

لڑکی کا کمانا کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ ایک لڑکی کے لیے اس کا اپنا پیسا کمانا ایک ایسا اعتماد ہوتا ہے۔ جو اسے اپنے کمائے ہوئے پیسوں سے ہی آتا ہے۔ آپ سب کو اگر میری بات سمجھ آئی ہو تو اس بات پر غور ضرور کیجیے گا۔ میری بات پر ضرور سوچیے گا۔ شکریہ"۔

www.novelsclubb.com

اس نے ایک گہری سانس لیتے اپنی اسپیچ ختم کی۔پورے آڈیٹوریم میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔وہ اس کو پیٹیشن میں فرسٹ آئی تھی۔لوگ اسے مبارکباد دے رہے تھے۔اسے سراہا رہے تھے۔مگر آج انصر مغل نے یہ اعتراف کیا تھا۔اس مرینا سے محبت نہیں عشق ہو گیا ہے۔عشق۔اور سب کو اپنی محبت یا اپنا عشق نہیں ملا کرتا۔")۔

سلائیڈز ختم ہوئیں۔ایک کے بعد ایک منظر ختم ہوئے۔وہ حال میں واپس لوٹا۔وہ ارحان کے ساتھ بیٹھا تھا۔اس نے اسے سب بتایا۔وہ چپ چاپ سنے گیا۔

www.novelsclubb.com

ارحان نے اس کی ساری بات سن لی۔پھر۔انصر کے ہاتھ چھوڑے انصر لرزا اسے لگا ارحان نے اسے چھوڑ دیا۔مگر وہ سائیڈ ٹیبل سے کھانے کی ٹرے اٹھا رہا تھا۔اس نے وہ ٹرے اٹھا کر ان دونوں کے درمیان بچی ہوئی جگہ پر رکھی۔

"چلو کھانا کھائیں...مجھے پتا ہے تم نے بھی کچھ نہیں کھایا ہو گا!"۔ارحان نے بولتے ہوئے ایک چمچ اسے دیا ایک خود پکڑا۔"شروع کرو!"۔ساتھ ڈپٹہ۔

"مگر سر".....اس نے کچھ کہنا چاہا۔مگر ارحان اس کی بات کاٹ گیا۔

"یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے...میں اس پر تبصرہ کرنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا۔سمجھے۔اب چپ چاپ کر کے کھانا کھاؤ!"۔ارحان نے نرم لہجے میں بولتے ہوئے پھر سخت کہا تو انصر نے ایک چمچ پلاؤ کا بے دلی سے کھایا۔

www.novelsclubb.com

"ویسے اگر عناق کو پتا چل گیا نہ تو اللہ خیر کرے!"۔ارحان نے عناق کے بارے میں سوچتے ہوئے جھرجھری لی۔

اُنہیں مت بتایے گا!... پلیز آپ کو ان کے بارے میں پتا ہے نہ کیسے ہیں وہ"۔

انصر بھی جھرجھری لیتے ہوئے بولا تھا۔

توار حان نے سر ہلا دیا۔ پھر اشارہ کر کے کھانا شروع کرنے کو کہا۔ اب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے۔ مگر انہیں یہ پروا نہیں تھی کہ کھانا ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ ان دونوں کو کھانا کھانے کے لیے ساتھی چاہیے تھا۔ جو ان دونوں کو مل گیا تھا۔ ایک دوسرے کا ساتھ۔

باہر کھڑکی کے بلائینڈز کے پار رات ڈھلتی جا رہی تھی۔ چاند اب اپنا بوریا بستر اباندھ کر آنے والی نئے سورج کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ نیا سورج۔ نئی صبح۔

"مگر کیا یہ نئی صبح ان سب کے لیے ایک نئی امید اور خوشی لائے گی؟"۔

جاری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رقابت

(ارمش ہادیہ قمر)۔

Episode (04);

"جذبات"

؛ باب چہارم

تمہیں لگتا ہے کہ

۔ محبت ہے ایک حسین خواب

۔ ایک حسین احساس

۔ ایک خوبصورت کردار

۔ایک دل کا سکون

www.novelsclubb.com

مگر در حقیقت

۔ محبت ہے ایک سحر

۔ ایک سیراب

۔ ایک آسیر

۔ ایک آسیب

تم سمجھتے ہو کہ

۔ نفرت ہے ایک انداز

۔ایک گھن

۔ ایک چڑچڑاپن

۔جو اس شخص کو دیکھتے تمہیں محسوس ہو

ایک بے بسی کہ وہ تمہارے سامنے آئے

www.novelsclubb.com

۔اور، تم اس کا گلہ دبا دو

۔ مگر تم ہوتے ہو بے بس

۔ اس کو ختم کرنے میں

۔اس کو اپنے آپ سے دور رکھنے میں

۔اس شخص کو اس دنیا سے رخصت کرنے میں

مگر، در حقیقت

۔ نفرت ہے ایک نظریہ

۔ ایک فطرت

۔ایک جان لیوا انداز

۔ ایک اپنی ذات کا چہرہ

؟تم ہوتے کون ہو کسی سے نفرت کرنے والے

www.novelsclubb.com

؟ کسی کو جج کرنے والے

؟ کسی کی سچی اور جھوٹی نیت پر بات کرنے والے

؟ مگر، اگر تم بھی نہیں بولو گے تو کون بولے گا

۔بولے گا وقت

۔ بولے گا تمہارا ضمیر

۔بولے گی اس شخص کی سچائی

۔ بولے گی اس شخص کی حقیقت

۔ اگر وہ ہوا سچا اور کھرا

مگر ہیں یہ سب جذبات۔

ایک دل کا روگ۔

ایک دل کی تسکین۔

www.novelsclubb.com

ایک انسان کی عادت۔

جس سے انسان مجبور ہوا کرتا ہے۔

بے بس ہوا کرتا ہے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی،

جذبات سے کام لیتا ہے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی،

ان کے استعمال میں آتا ہے۔

www.novelsclubb.com

کب تک تم اپنے جذبات پر قابو نہیں پاؤ گے ؟

کب تک ان کی موت مرو گے ؟

ان سے ڈرو گے ؟

جذبات بلا ہیں۔ایک کیڑا۔

جو انسان کو اندر سے ختم کر دیتے ہیں۔

انسان کو اندر سے کھا جاتے ہیں۔

پھر تم ایک کھوکھلے انسان رہ جاتے ہو۔

جو اندر سے مرا ہوا ہے۔

مگر جسم سے تر و تازہ ہے۔

جس کے اندر جذبات کے جل جانے کی خاک ہے۔

مگر باہر سے وہ ایک نکھرا ہوا کورا کاغذ ہے۔

جس پر نئے جذبات ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

ہلاکہ وہ تو جذبات کی موت مر چکا ہوتا ہے۔

پھر بھی جذبات اس پر ہملاور ہوا کرتے ہیں۔

اس پر نکھرتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

تم ایک بار پھر ان کے بہکاوے میں آتے ہو۔

ان کی سنتے ہو۔

ان کو استعمال میں لاتے ہو۔

جذبات صرف محبت اور نفرت نہیں ہیں۔

ہیں یہ بہت۔

ہیں ان کی بہت سی قسمیں۔

تم کونسی، کونسی جانو گے؟

کتنی، کتنی پہچانو گے؟

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆

ایک ہفتہ پہلے مہندی کی رات کے دو دن بعد؛

کی یہ یخ بستہ رات کا ذکر ہے کہ.....

رات ویران تھی۔اور سرد بھی۔ماحول میں گہرا سکونت تھا۔بس وقتاً فوقتاً کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی تھیں۔ تبھی ہوا کا ایک سرد جھونکا آیا درخت پر لگے پتوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔کچھ نیچے گرے۔پیڑ کے نیچے گرے پتوں پر سے ایک کتا گزر گیا تو پتوں کی چڑ چڑانے کی آواز سنائی دی۔

ایسے میں راجپوت محل اپنی شان کے ساتھ اس تاریخ اور سرد ہوتی رات میں جگمگا رہا تھا۔باہر کی ساری بتیاں اور سرچ لائیٹس روشن تھیں۔

اس کے بڑے سے دروازے کے اندر دبے پاؤں داخل ہو کر، سرونٹس کواٹر کی طرف چلو تو تمہیں دو کمرے چھوڑ کر تیسرے کمرے کی بتی کھولی ہوئی نظر آئے گی۔گو کہ کھڑکیوں پر پردے لگے ہوئے تھے۔مگر دروازے کے نیچے بنے ہوئے اس سوراخ سے تھوری روشنی باہر پھونٹتی ہوئی نظر آتی تھی۔جس سے اس نفوس کے جاگے ہونے کا پتا چلتا تھا۔

دبے پاؤں کمرے کا ہلکا سا دروازا کھول کر اندر داخل ہو تو تمہیں صیفی کچھ مضطرب،اور پریشانی لیے ہوئے اس کا چہرہ کا عکس آئینے میں نظر آئے گا۔وہ سنگھار میز کے آگے کھڑا تھا۔ہاتھ میں پکڑا ہوا فون کان سے لگایا ہوا تھا۔

"تمہیں یہاں سے.....کل نکلنا ہو گا۔"

فون سے ایک باریک آواز ابھری۔جو کہ صیفی کے کانوں سے ٹکرائی وہ اواز غالباً لڑکی کی تھی۔صیفی کا چہرہ اب بھی پریشانی لیے ہوئے تھا۔

کمرے کا ماحول بوجھل تھا۔

"مگر مجھے یہاں سے نکلنا کیوں ہے؟"

اب کہ صیفی کی آواز میں ایک اکتاہٹ پن تھا۔

"کیونکہ....."

لمحے کا ڈرامائی وقفہ لیا۔

"اب اس کے آنے کا وقت ہے اگر تم وہاں رہو گے تو وہ کیسے آئے گا۔"

اب کہ اس لڑکی کی آواز میں چڑچڑاپن تھا۔ جیسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی، کہ اسے تو سب پتا تھا پھر بھی کیوں ایسے سوالات کر رہا تھا؟

www.novelsclubb.com

"کیوں میرے ہوتے ہوئے وہ نہیں آسکتا؟"

اب کہ وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ جیسے اسے جان بوجھ کر تنگ کر رہا ہو۔

"نہیں!.....کیونکہ ایک گھر میں دو حسین مرد نہیں رہ سکتے۔"

اب کہ اس لڑکی کی آواز میں شرارت تھی۔وہ اسے تنگ کر رہا تھا وہ سمجھ گئی تھی۔

صیفی زیرِلب ہنس دیا۔جیسے وہ محظوظ ہوا تھا۔

"اب باقی کا تم پر ہے کہ، تم اس گھر سے کس طرح نکلتے ہو۔"

وہ تیزی سے بولی جیسے عجلت میں ہو۔

"چلو اب مجھے پارٹی میں جانے کے لیے دیر ہو رہی ہے۔چھٹی کے دن بھی کام کرنا پڑھ رہا ہے۔

اللہ حافظ!۔"

بڑبڑاتے ہوئے اس نے فون کاٹ دیا۔

www.novelsclubb.com

صیفی نے موبائل کان سے ہٹایا، پھر اس سنگار میز پر دھر دیا۔اب وہ اپنا عکس شیشے میں دیکھتے ہوئے۔

پراسرار سا مسکرا رہا تھا۔پراسرار مسکراہٹ۔دماغ میں آئیڈیا والا بلب جلنے والی مسکراہٹ۔

جیسے اسے پتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے؟

سارا پلین اس کے دماغ میں جمع تفریق ہوا، ہوا تھا۔اسے کوئی مشکل پیش نہیں آنی تھی اسے یقین تھا۔یہ غرور نہیں اپنے آپ پر اس کا بھروسہ اور یقین تھا۔جو لوگوں میں کم پایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

فجر کو قضاء ہوئے، کئی پہر ہو چکے تھے۔ جیسے اللہ نے چاہا اس نے اللہ کے آگے سر جھکایا۔ جسے میرے رب نے ٹھکرا دیا۔ وہ ہوش و حواس سے بے گانہ سوتا رہا۔ کسی نے نماز ادا کی، اللہ کو راضی کیا۔ تو کوئی سوتا رہتا ہوا، شیطان کو خوش کرتا رہا۔ صبح ہو چکی تھی۔ نیا سورج، نئی سازشیں اور راز اپنے ساتھ لیے طلوعِ آفتاب ہو چکا تھا۔

یہ ہی صبح راجپوت محل پر بھی اُتری تھی۔ روز کی طرح اپنے کام پر جاتے لوگ۔ عبدل ستار مہندی والی رات کے تقریب کے ایک دن بعد گھر آ گئے تھے۔ اور اب ڈائیننگ حال میں بیٹھے سب گھر کے نفوس کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

"تمہاری بزنس ٹرپ کیسی رہی؟ عبدل ستار!۔" چائے کا گھونٹ بھرتے عالمگیر فاروقی صاحب نے پوچھا تھا۔ جو ان کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھے تھے۔

عبدل ستار پراٹھے کے ساتھ انڈا کھانے میں مصروف تھے۔شاید انہوں نے گھر کا پاکستانی کھانا بہت مس کیا تھا۔"اچھی رہی! بابا۔"انہوں نے کھاتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ ہم سب کے لیے کیا گفٹس لائے ٹرپ سے؟"

زارون نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے، شرارت بھرے لہجے میں پوچھا۔وہ ان سب کے لیے کچھ بھی نہیں لائے تھے۔وہ بزنس ٹرپ تھی۔وہاں کام کرنا تھا۔ناکہ گفٹس وغیرہ لینا۔وہ وہاں بہت مصروف رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"میں صرف اپنی بیٹی کے لیے، ایک سرخ رنگ کا کوٹ لایا ہوں!۔"انہوں نے کہتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔

زارون نے نفی میں سر ہلایا۔"بس اپنی بیٹی یاد رہی آپ کو، ہم تو آپ کے کچھ نہیں لگتے؟"وہ منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے، تم تو میرے لاڈلے ہو۔"انہوں نے اس کی ناراضگی دور کرنی چاہی۔

"تم مجھے سے جل کیوں رہے ہو۔"مرینا جو کہ ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔اسے چڑانے کو بولی۔

"میرے بابا ہیں تو، میرے لیے ہی لائیں گے نہ۔"

اس نے کہتے ہوئے جوس پینا شروع کر دیا۔

سب لوگ ان کی نوک جھوک سن کر مسکرا رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

تبھی حارث ڈائینگ حال کے اندر داخل ہوا۔اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔جیسے وہ ضبط کرنا چارہا ہو۔

"حارث کیا ہوا ہے؟اتنے غصے میں کیوں ہو؟"اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے صدام نے ناشتے سے ہاتھ روک کر پوچھا۔

اب سب بھی حارث کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا کیا ہوا ہے؟"عالمگیر فاروقی نے بھی پریشانی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"صیفی کو گھر سے نکالیں،ابھی کے ابھی!۔"

اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا تھا۔سب لوگ اسے منہ کھولے دیکھتے رہے۔کہ مسئلہ کیا تھا؟

"کیوں کیا ہوا ہے؟کچھ بتاؤ تو سہی!۔"نازیہ بیگم نے اس سے پریشانی سے پوچھا۔انہیں کچھ تو غلط ہونے کا پتا چل رہا تھا۔

"اندر آؤ!۔"حارث نے حکم دیا۔تبھی صیفی اندر داخل ہوا۔وہ تیار ہوا کھڑا تھا۔نئ شلوار قمیض استری کی ہوئی میں ملبوس۔ہمیشہ کی طرح ہینڈسم۔

www.novelsclubb.com

"آپ ابھی کہ ابھی اسے گھر اور نوکری سے فارغ کریں!۔"وہ عالمگیر فاروقی کو دیکھتے ہوئے ہوے بولا۔غصے کی وجہ سے اس کی آواز بلند تھی۔

"مگر بھائی ایسے کیوں؟ایسا کیا کیا ہے صیفی نے؟"مرینا نے کھڑے ہوتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔اس معاملہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ،ہوا کیا تھا۔

"تم بیچ میں مت بولو!گڑیا۔"حارث نے ایک دھاڑ کی صورت میں اس سے کہا تھا۔نظریں ابھی بھی عالمگیر فاروقی پر مرکوز تھیں۔

مرینا اس دھاڑ کے لیے تیار نہ تھی۔وہ بری سہمی اور دو قدم پیچھے ہوئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے حارث؟مرینا سے صحیح سے بات کرو!۔"عالمگیر فاروقی بھی چلائے تھے۔اب کہ انہیں اس کے اس طرح مرینا پر چلانے پر غصہ آیا تھا۔

"آپ صیفی کو فارغ کر رہیں ہیں یہ نہیں؟" بے حد سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔ پھر اس نے سب کی طرف دیکھا۔ "کوئی بھی مجھے سے نہیں پوچھے گا کہ میں اسے کیوں نکال رہا ہوں!۔" تنبیہہ کی گئی۔

عالمگیر فاروقی کچھ نہیں بولے بس اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے صیفی کو ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔ صیفی نے ایک نظر مرینا کو دیکھا۔ جو بری طرح سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ وہ بری طرح ڈر گئی تھی۔ ایک اچٹتی نظر سب لوگوں پر ڈالی اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ہمیشہ۔ ہمیشہ۔ کے لیے۔

www.novelsclubb.com

اس دن کے بعد کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ کہ حارث صدام سے پوچھے کہ اس نے صیفی کو کیوں نکالہ تھا۔ یا بات کیا ہوئی تھی؟۔

وہ راز بھی کئی رازوں کی طرح راجپوت محل کے موٹے ستونوں نے اپنے اندر چھپا لیا تھا۔ جیسے کئی سال پہلے کئی راز اپنے اندر دفن کر لیے تھے۔

☆☆☆☆☆

پورا ناوقت۔

کچھ مختلف حالات۔

کچھ نئے کردار۔

www.novelsclubb.com

کچھ نئی کہانی؛

وہ ایک رات تھی۔ سرد۔ بوجھل۔ فیصلے کرنے والی۔ ماضی اور مستقبل کے بیچ پلٹنے والی۔ ان سب کی زندگیوں کو ایک موڑ دینے والی۔ رات۔

کیا تھی یہ رات؟مشکل، کٹھن،اور جذبات سے کیے گئے فیصلوں ولی۔جذبات سے لیے گئے فیصلوں والی۔

جذبات سے لیے گئے فیصلے کبھی صحیح نہیں ہوا کرتے۔

ہماری کہانی شروع ہوتی ہے،وہاں سے جب مرزہ فاروقی شاہنواز نے اپنا گھر،گھر والے سب چھوڑے۔کس لیے؟

دولت۔پیسے۔کے لیے؟

جس کی قدر ایک مٹی یا دھول کے ڈھیر کے برابر ہوتی ہے۔جو کبھی بھی کہیں بھی پھسل کر بھسم یا ختم ہو جائے۔

ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔

دولت۔پیسہ۔مٹی کی دھول کی طرح ان دونوں میاں،بیوی کے ہاتھ سے پھسلا تھا۔

جس طرح انہوں نے فاروقی شاہنواز سے ہڑپہ تھا۔اسی طرح ان سے ہڑپہ گیا تھا۔جس طرح انہوں نے چھینا تھا۔اسی طرح ان دونوں سے چھینا گیا تھا۔ان باپ،بیٹے کے پاس رہنے کے لیے سر پر چھت تو سلامت تھی ان دونوں کے پاس رہنے کے لیے چھت تک نہیں بچی تھی۔

یہ بھی ایک غلط فیصلہ کی وجہ سے ہوا تھا۔

ہئے!کیا ہے یہ انسان؟کیا ہے یہ زندگی؟

جو فیصلہ لے وہ غلط!۔

جو سوچے اس کے الٹ!۔

پھر بھی تمہیں اپنے فیصلے درست لگتے ہیں؟

اپنی کہی بات صحیح لگا کرتی ہے؟

جس کا ابھی تم الٹ اور غلط ہوتے ہوئے دیکھتے ہو؟

www.novelsclubb.com

مرزہ فاروقی شاہنواز کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں دیں تھیں۔ان دونوں میں تین سال کا فرق تھا۔ دونوں ہی بلا کی حسین تھیں۔دونوں ہی پڑھی لکھیں، جوان جہان۔یہاں تک کے شادی کی عمر تک پہنچی تھیں۔بڑی بیٹی فاریہ مرزہ فاروقی۔دوسری بیٹی ہدیہ مرزہ فاروقی۔

جب ان دونوں بہنوں کی گرو جئجشن ہوئی۔اب مرزہ فاروقی شاہنواز کو ان دونوں کی شادی کی فکر ستانے لگی۔اللہ نے بیٹا دیا نہیں تھا۔اس بات کا انہیں سخت افسوس تھا۔بیٹیوں سے لگاؤ کبھی انہیں محسوس ہوا نہیں۔یا کرنے کی کوشش انہوں نے خود بھی نہیں کی تھی۔بیٹیاں ان کے لیے ایک بوجھ تھیں۔جیسے وہ جلد از جلد اپنے سر سے اُتار کر پھینکنا چاہتے تھے۔

انہیں دونوں ان کی ملاقات ایک خوبصورت، خوبرو نیلی سمندر جیسی گہری آنکھوں والے۔ نوجوان سے ہوئی تھی۔جس کا نام زلفکار ملک تھا۔جو کہ ان کی ایک بزنس کی نوعیت کے حوالے سے ہوئی تھی۔وہ نوجوان خوبصورت تھا۔ہینڈسم بھی۔سب سے بڑھ کر امیر بھی۔

جس طرح کتوں کی اپنی کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر کی رال ٹپکتی ہے،اسی طرح لالچی انسان کی امیر یا پیسوں والی ہر چیز یا انسان کو دیکھ کر لالچ کی رال ٹپکنے لگ جاتی ہے۔انہیں کے ساتھ بھی یہ ہی ہوا تھا۔بنا سوچے سمجھے یا اس نوجوان کی کوئی معلومات نکلوائے انہوں نے ہدیہ کا نکاح اس کے ساتھ کروا کر اسے رخصت کر دیا تھا۔

گو کہ فاریہ بڑی تھی۔مگر اس نے اس نوجوان کو بنا دیکھے ہی شادی کے لیے انکار کیا تھا۔

کیوں کہ اسے اپنے باپ سے نفرت تھی۔نہ ہی باپ نے انہیں کبھی محبت دی تھی۔نہ ہی شفقت۔ہاں تین وقت کی روٹی۔اس نے باپ کی مخالفت میں اس رشتے سے انکار کیا تھا۔

جب آفرین شہریار نے اس سے پوچھا تھا،کہ تمہیں یہ رشتہ کیوں منظور نہیں تو اس نے،

"جو بھی میرا رشتہ بابا لائیں گے میں اس ہر ایک رشتے کے لیے انکار کروں گی!۔"فاریہ کا لہجا اٹل تھا۔

"تو ساری عمر گھر بیٹھی رہو گی، ہمارے سروں پر!۔"تب آفرین نے کہا تھا۔اسے اپنی بیٹیاں پیاری تھیں۔ مگر اسے اس کی ضد پر غصہ آیا تھا۔اس لیے کہہ دیا تھا۔

"ہاں! جب تک بابا میرے لیے رشتے لائیں گے، میں تب، تب انکار کروں گی!۔"اس نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی۔یہ ضد، نفرت اور باگی پن میں لیا گیا فیصلہ تھا۔

ایک بار پھر جذبات سے لیا گیا فیصلہ۔جو کہ دکے کے ساتھ صحیح ثابت ہوا تھا۔

ہدیہ صرف اس لیے مان گئی تھی۔اسے اپنے باپ سے محبت تھی۔وہ بچپن سے اپنے باپ سے محبت، شفقت کی بھوکی رہا کرتی تھی۔یہ فیصلہ بھی انہیں خوش کرنے کے لیے اسنے لیا تھا۔اور ہاں کر دی تھی۔بنا سوچے سمجھے۔ایک اور مرتبہ جذبات سے لیا گیا فیصلہ۔

ہدیہ کی خواہش پوری ہوئی تھی۔جب مرزہ نے زندگی میں پہلی بار اس سے خوش ہونا کا اظہار کیا تھا۔

"تم میری اچھی بیٹی ہو، فاریہ میری نافرمان بیٹی ہے!۔"تاسیف سے سر ہلاتے ہوئے انہوں نے یہ جملا کہا تھا۔پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔جوان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اور یہ زندگی میں پہلی بار محبت اور شفقت کے بھوکے انسان کے لیے بہت تھا۔

یہ لمس اور یہ جملا ہدیہ کے لیے آب حیات تھا۔

زلفکار نہ ہی ہدیہ کو مارتا تھا،نہ ہی تذلیل کیا کرتا تھا۔ان دونوں کا رشتہ عام میاں،بیوی کی طرح نہیں تھا۔نہ ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے بات کرتے۔نہ ہی اظہار۔دونوں کی الگ تھلگ دنیا تھی۔الگ راستے تھے۔جن پر وہ دونوں کامزن تھے۔اس کی ایک بات عجیب تھی۔وہ سارا دن گھر سے باہر رہتا اور رات دیر سے گھر کو لوٹتا تھا۔گھر ان کا اچھا کھاسا اس دور کے حساب سے خوبصورت تھا۔ہدیہ کو تین وقت کی روٹی اور کپڑے وغیرہ ٹائیم سے ملا کرتے تھے۔جس طرح اس کا باپ دیتا تھا۔نہ ہی محبت تھی۔نہ ہی کوئی ایک دوسرے کے لیے جذبات۔

یہ ایک دن کا ذکر تھا۔ جب زلفکار ایک مہینے کے لیے اپنے کام سے شہر کے باہر تھا۔ کم از کم ہدیہ کو یہ معلوم تھا۔ سوا سے انہیں دنوں معلوم ہوا تھا کہ، وہ ماں جیسے عہدے پر فائز ہونے والی ہے۔ وہ بہت خوش تھی۔ ممتا کا ایک خوبصورت احساس۔ ایک امید کہ زلفکار اسے ایک محبت بھری نظر سے دیکھے۔ یا پھر اب ان کا رشتہ ایک عام میاں بیوی جیسا ہو جائے۔

زلفکار جو ایک مہینے کا کہہ کر گیا تھا۔ وہ پورے ایک سال بعد لوٹا تھا۔ جب اسی دن ہدیہ نے ایک اپنے شوہر جیسی نیلی آنکھوں والے شہزادے جیسے حسن رکھنے والے بیٹے کو جنم دیا تھا۔

اس کا نام اس نے ارحان زلفکار ملک رکھا تھا۔

زلفکار اپنے بیٹے کو دیکھ کر نہ ہی خوش ہوا تھا۔ نہ ہی کوئی اس کے دل میں ایک احساس جاگہ تھا۔

ہاں! وہ شاک ضرور ہوا تھا۔ جیسے اسے اس چیز کی متوقع نہ تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کی ارحان کے ساتھ زیادہ دلی وابستگی نہیں تھی۔اور نہ ہی ارحان باکی کے بچوں کی طرح اس کے ساتھ لپٹا تھا۔نہ ہی محبت کا اظہار کیا تھا۔ارحان ایک سمجھدار بچا تھا۔اس نے اپنے باپ کی بے رو کھی پر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ارحان جب آٹھ سال کا ہوا تھا تب ان کے گھر ایک خوبصورت، حسین پری آئی تھی۔جس کا نام

اس کی ماں نے مریناز لفکار ملک رکھا تھا۔

اس پری کے گھر آنے سے ارحان کو گھر، گھر اور زندگی، زندگی لگی تھی۔وہ باتیں سچ ہوئی تھیں جو اس کی ماں نے کہیں تھیں کہ پریوں کے آنے سے خوشیاں آتی ہیں۔اس کی زندگی میں خوشی لانے والی پری اس کی بہن تھی۔اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ہیزل گرین آنکھیں۔اس لیے ارحان نے اس کا نام سبزہ رکھا تھا۔وہ بہار تھی۔خوشی تھی۔زندگی تھی۔اس کی پری جیسی خوشیاں لانے والی بہن۔

سبزہ۔

زلفکار ملک جس کی آنکھوں یا چہرے پر کوئی کبھی بھی، تاثر ہدیہ نے نہیں دیکھا تھا۔ مرینا کے پیدا ہون ءپر پہلی بار ان نیلی آنکھوں میں ہدیہ نے ایک محبت، شفقت و نرمی اور چمک دیکھی تھی۔ جس کے لیے وہ مرا کرتی تھی۔ زلفکار نے کبھی مرینا کو یا ارحان کو گود میں نہیں لیا تھا۔ بس دور سے دیکھ لیا کرتا تھا۔ ایسے ہی کرتے کرتے وہ دونوں برے ہو گئے تھے۔ ارحان سات سال کا۔ مرینا ایک سال کی۔ زلفکار ایک مرتبہ پھر ایک سال کے لیے غائب ہو گیا تھا۔ اور جب واپس آنے کی گھڑی آئی تو۔ زلفکار نہیں بلکہ ایک ان کے گھر کے سامنے لفافہ آیا تھا۔

مگر پھر زندگی نے عجیب موڑ لے لیا۔ جو ایک حسین خواب تھا۔ وہ ایک سیراب بن گیا۔ جو ایک دل کا سکون تھا۔ وہ درد دل بن گیا۔ جو ایک سحر تھا۔ وہ حقیقت بن گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ طلاک کے کاغذات تھے۔وہ بربادی کے کاغذات تھے۔ان دونوں گھروں کے لیے۔اس نے ہدیہ کو تلاک تودے دی تھی۔ساتھ اس کے باپ کی اسی طرح ساری دولت اور پیسا اُڑا کر لے گیا تھا۔جس طرح مرزہ فاروقی شاہنواز نے،فاروقی راجپوت کے اُڑا کر لے گیا تھا۔

مکافات۔

جس میں ہدیہ اور وہ دونوں بچے تڑپے تھے۔

بنا کسی جرم کے۔بنا کسی گناہ کے۔

بس ایک غلط فیصلہ کی وجہ سے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆

پورے مرزہ ہاؤس میں افراہ تفری مچ گئی تھی۔آفرین۔اپنی دونوں بیٹیاں اور وہ دونوں بچے لے کر شہریار عالم کے وہاں چلی گئی تھی۔پیچھے مرزہ اکیلے۔تن تنہا رہ گئے تھے۔

دوسری طرف عالمگیر فاروقی کے ان سالوں میں راجپوت محل میں کمی یا خوشی کیا نہیں آیا تھا؟۔ ان کے پہلے بیٹے اورنگزیب کے یہاں ان کا پہلا بیٹا۔ عناق پیدا ہوا تھا۔ ان کی پہلی بیوی سے جو کہ ان کی پہلی محبت تھیں۔ عائیزہ سے۔ جو عناق کو پیدا کرتے وقت زندگی سے ہار گئی تھی۔ عناق کو دیکھنے سے پہلے ہی دنیا چھوڑ گئی تھی۔ وہ معصوم بچہ ماں کے پیار کے بغیر پل رہا تھا۔ جس دن ارحان پیدا ہوا تھا۔ اسی کے ایک مہینے بعد عناق نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا۔ وہ دونوں ہم عمر تھے۔ نازیہ ان دونوں اپنے بچوں میں ہوا کرتی تھی۔ مگر عناق کو بھی دیکھ لیا کرتی تھی۔

عبدل ستار نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ ان کے مطابق وہ فلحال ایک فیملی کے لیے تیار نہیں تھے۔

www.novelsclubb.com

عالمگیر فاروقی کی زوجہ تو عناق کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں۔

فاروقی شاہنواز تب زندہ تھے۔ وہ اورنگزیب کو شادی کرنے کا کہا کرتے تھے۔ بیٹے کو ایک ماں دینے کے لیے۔

وہ راضی بھی ہو گئے تھے۔

پھر وہ سرد رات آئی۔ مشکل فیصلوں والی رات۔

جب روتے ہوئے مرزہ فاروقی شاہنواز۔

راجپوت محل کے دروازے کے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنے بھائی اور باپ کے سامنے کھڑے تھے۔

اب کیا فیصلے ہونے والے تھے؟

اب کس کی زندگی برباد ہونے والی تھی؟

اب کس کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی تیاری تھی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆

نیا وقت، نئی کہانی:۔

ایک ہفتہ بعد،

موجودہ دن؛

اسلاآباد کی صبح کا منظر تھا۔ سردی کے دن تھے۔ آسمان میں گہرے کالے بادل۔ جن میں سورج ڈھکا ہوا تھا۔ مگر، سورج میں سے آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی کرنیں پھوٹتی ہوئی زمین پر پڑتی تھیں تو ایسی سردی میں راحت پہنچاتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

سڑکیں، اُنچیں لمبے پہاڑ، جو گھنے سبزہ زار اور درختوں سے ڈکھے ہوئے تھے۔ وہ گیلے تھے۔ جو رات بارش ہونے کا پتا دیتے تھے۔

ایسے میں ملک مینشن میں ناشتہ کیا جا چکا تھا۔اج سنڈے تھا۔مطلب فن ڈے۔ارحان اور انصر دونوں ہی فن ڈے منانے میں مصروف تھے۔وہ دونوں ہوم تھیٹر میں موجود،جو کہ سیاہ،اور سنہری طرز کا بنا ہوا تھا۔جس کی چھت پر لگے ستارے اندھیرا ہونے کی وجہ سے جگمگا رہے تھے ۔اس تھیٹر کے بڑے اور چوڑے مکمل کے بنے ریک لائیز پر آرام دہ کھلے پجامے اور شرٹ میں ملبوس بیٹھے ہوئے ارحان اور انصر۔وہ براؤن رنگ کے ریک لائیز زبہت آرام دہ تھے۔

وہ دونوں آگے والے صوفوں پر موجود تھے،پیچھے والے خالی تھے۔ان کے سامنے بڑی اور چوڑی اسکرین نسب تھی،جس کی روشنی سے آدھا تھیٹر روشن تھا۔اس پر کوئی دوستوں پر مبنی مووی جاری تھی۔وہ آدھی ہو چکی تھی۔آدھی بچی تھی۔ان کے دائیں طرف بنی دیوار پر ایک بار بنا ہوا تھا۔جس میں پاپ کورن مشین،منی فرج اور گولڈ رنگ وغیرہ موجود تھے۔اس بار کی چھت سے خوبصورت شیشے کے گلاس لٹک رہے تھے۔جو اس بار کو مزید خوبصورت بناتے تھے۔

وہ آنکھوں کو کھیری کر دینے والا ہوم تھیٹر تھا۔

ان دونوں کے چہروں سے لگتا تھا کہ موووی

صحیح تھی۔ کم از کم ارحان کے چہرے سے۔انصر کا پتا نہیں۔ان دونوں کا سنڈے اچھا گذر رہا تھا۔

"ہم دوستوں پر بنی یہ بورنگ موووی کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

اس نے اکتا کر پوچھا۔پھر سامنے پڑے گول ٹیبل سے پارپ کارن کا باؤل اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔اس ٹیبل پر گولڈ رنگ کے کین بھی رکھے ہوئے تھے۔

"کیوں کہ آج.....فرینڈ شپ ڈے ہے۔"

اسے اطلاع دے کر ہاتھ بھرایا پھر اس کی گود سے باؤل لے کر اپنی گود میں منتقل کیا۔

"آج فرینڈ شپ ڈے ہے؟"انصر نے اس کی طرف گردن موڑ کر حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں! تمہیں یاد نہیں۔"وہ اب بھی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ساتھ باؤل میں سے پارپ کورن لے کر منہ میں ڈالتا جا رہا تھا۔

"نہیں ہمیں یاد نہیں تھا۔"اس نے واپس اسکرین کی طرف گردن موڑی۔"کیا ویسے کوئی ایسا law پاس ہوا ہے، جس میں لکھا گیا ہے کہ.....فرینڈ شپ ڈے پر صرف دوستوں والی بورنگ مووی دیکھی جاتی ہے۔"

سادگی سے کہتے ہوئے اس نے بورنگ پر زور دیا۔اس کا مطلب تھا اسے یہ مووی پسند نہیں آئی بند کی جائے۔

"ہاں! تمہیں پتا نہیں تھا۔ایسالوُپاس ہو چکا ہے۔اس لیے تو ہم یہ موووی دیکھ رہے ہیں۔اگر نہیں دیکھے گے تو ہم دونوں پر کیس ہو گا۔"

اس نے ہونٹ دباتے ہوئے مسکراہٹ چھپائی۔

انصر نے اب کے پورا رخ موڑ کر اسے دیکھا۔انکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ کب ہوا؟ہمیں نہیں پتا؟"اس کے چہرے پر بے یقینی تھی۔

www.novelsclubb.com

ارحان بھی اس کی طرف گھوما۔"تبھی کہتا ہوں، نیوز پیپر پڑھا کرو!۔یہ اس کا نتیجہ ہے۔"

تاسیف سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا۔پھر پاپ کورن اٹھا کر منہ میں ڈالے۔

انصر نے باؤل اس کی گود میں سے اٹھا کر واپس ٹیبل پر رکھا۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں؟" اس نے تفتیش سے آبرو اٹھایا۔

ارحان جو کب سے ہنسی کنٹرول کر رہا تھا۔ وہ ہنسا۔ "یار کیا ہو گیا ہے۔ ایسا کوئی بھی لوپاس نہیں ہوا۔ تم سچ سمجھے بیٹھے ہو۔" وہ ہنستا جا رہا تھا۔ پیٹ پکڑ کر۔

انصر کے آبرو خفگی سے اکھٹے ہوئے۔

"ہمیں لگا ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے؟" وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں! جب مرد کی دو شادیوں کا ہو سکتا ہے کہ، اگر مرد دو شادیاں نہیں کرے گا تو اس پر کیس ہو گا۔ تو مجھے لگا ایسا بھی ہوا ہو گا۔"

سادگی سے کہتے ہوئے اس نے کندھے جھٹکے۔

ارحان نے ہنسی روک کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

"یہ کب ہوا؟" کہتے ہوئے وہ پھر ہنسنے لگا۔

"دیکھا آپ کو نہیں پتا۔ اور ہمیں کہتے ہیں کہ ہم نیوز نہیں پڑھتے۔"

خفگی سے کہا گیا۔ آدھی مووی اب ختم ہونے کو تھی۔

www.novelsclubb.com

"یار اب دیکھنے دو۔" اکتا کر کہتے ہوئے وہ پھر مووی کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر باؤل اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

بیچارہ باؤل بھی چکرا گیا ہو گا۔ کہ ہو کیا رہا ہے؟ کبھی اِدھر تو کبھی اُدھر۔

"ہم کہہ رہے تھے کہ....."

www.novelsclubb.com

"مووی دیکھنے دو یار۔ بلکہ ایسا کرو منہ پر انگلی رکھو۔" سختی سے کہتے ارحان اس کی بات کاٹ گیا۔ انصر نے اپنے لبوں پر انگلی رکھ لی۔ لب سی لیے۔

کچھ لمحے بیتے۔ گھڑی اپنی سویاں آگے بھراتی رہی۔ وقت بیتتا رہا۔

اب کے مووی ختم ہو گئی۔ انصر نے سکھ کا سانس لیا۔ مووی نہایت بور نگ تھی۔ اس کے مطابق۔ باقی ارحان خوش نظر آرہا تھا۔

"ہاں! اب بولو کیا کہنا چاہتے تھے۔" ارحان اب اس کی طرف گھوم کر بولا۔

"ہم اب نہیں بتائیں گے۔" روٹھے لہجے میں کہتے ہوئے۔ اس نے اپنی گود میں رکھا ہوا کشن اٹھایا صوفے پر واپس رکھا۔ سیٹ کر کے۔ پھر ہوم تھیٹر سے باہر نکل گیا۔

ارحان منہ کھولے ہونکوں کی طرح چند لمحے بیٹھا رہا۔

یہ کیا تھا؟۔پھر اس کی طرف لپکا۔

وہ دونوں اب سیڑیاں اُترتے ہوئے دیکھائی دے رہے تھے۔ارحان پیچھے تھا انصر آگے۔

"انصر! فرینڈ شپ کے دن کون ناراض ہوتا ہے یار۔"ارحان بے بسی سے بولا۔

"ہم!۔"یک لفظی جواب دیکر وہ باہر گارڈن میں آگیا۔باہر موسم خوشگوار تھا۔بادلوں سے ڈھکا ہوا آسمان اور نیچے سبزہ زار۔انصر نیچے گھاس پر بیٹھ گیا۔دونوں پیر فولڈ کر کے۔

www.novelsclubb.com

"دو چائے کے کپ۔اور ساتھ سموسے پکوڑے۔جلدی سے باہر لے کر آؤ۔"

ملازم کو حکم دیکر ارحان باہر نکلا۔سامنے وہ گھاس پر بیٹھا ہوا اسے نظر آیا تھا۔

ارحان بھی جا کر گھاس پر اس کے ساتھ چوکڑی مار کر بیٹھ گیا۔

"ناراض ہو گئے ہو۔اس نے اپنے کندھے کو اس کے کندھے کے ساتھ مس کر کے کہا۔

انصر نے منہ موڑ لیا۔

"یوں منہ نہ موڑو سنم۔" وہ شریر لہجے میں گا کر بولا۔

www.novelsclubb.com

انصر نے اس کی طرف گردن موڑی۔"سر ہم کہہ رہے تھے کہ....."

اس نے سنجیدگی سے بات شروع کی۔ مگر، تبھی سامنے سے ملازم ٹرالی دیکھلتا ہوا آیا۔اس کی بات پھر ادھوری رہ گئی۔وہ چپ ہو گیا۔

وہ نیا ملازم تھا۔اس نے پہلے گھاس پر میٹ بچھایا۔پھر اس پر دو کپ چائے اور گرما گرم سموسے ،پکوڑے رکھے۔

"تھینکس!۔"ارحان کہتے ہوا انصر کی طرف متوجہ ہوا۔"بولو!۔"

ملازم وہیں پر کھڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

مگر،انصر نے آبرو سے ملازم کی طرف اشارہ کیا۔ارحان نے اس کی نظروں کی سیدھ میں آبرو اکھٹے کر کے ملازم کو دیکھا۔

"کچھ چاہیے؟"

ملازم نے سر ہلایا۔"وہ میں نیا ہوں، آج پہلی بار چائے بنائی ہے اگر آپ بتادیں کہ چائے آپ کو کیسی لگی تو مجھے خوشی ہو گی صاحب۔"

وہ مؤدبانہ لہجے میں سر جھکا کر بولا۔

ارحان نے سر ہلاتے ہوئے۔چائے کا کپ اٹھایا۔چائے تب تک نارمل ٹیمپریچر پر آچکی تھی۔

اس نے پہلے گھونٹ لیا۔پھر دوسرا۔

ملازم اسے امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ :اب صاحب تعاریف کریں گے۔کہ....

www.novelsclubb.com

"شادی ہوئی ہے! تمہاری؟" ارحان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں! کیوں؟" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"اب پتا چلا کیوں نہیں ہوئی۔" اس نے چائے کے کپ کو دیکھتے ہوئے تاسیف میں سر ہلایا۔

انصر چپ چاپ ان کو ملاحظہ فرما رہا تھا۔

ارحان نے ہاتھ سے اشارہ کر کے ملازم کو نیچے جھکنے کا کہا۔ ملازم کچھ مضطرب سا جھکا۔

www.novelsclubb.com

"اگر کبھی شادی ہو جائے.....اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ کی بنی چائے مت پلانا.....ورنہ پھر کنوارے ہو جاؤ گے۔" سنجیدگی سے مخلصانہ مشورہ دیا گیا۔

انصر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ملازم شرمندگی سے سیدھا ہو کر جلدی سے ٹرالی لے کر اندر بھاگ گیا۔

"آج کے دن اتنی بعزتی کافی تھی۔" ملازم نے سوچا تھا۔

ارحان نے اس کی پھرتی دیکھ کر تاسیف میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"کیا چائے سچ میں اتنی بری تھی؟" ملازم کے جانے کے بعد۔ ابنی ہنسی روک کر انصر نے شریر لہجے میں پوچھا۔

ارحان نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔ وہ چپ ہو گیا۔ ہنسی بھی رک گئی تھی اب اس کی۔

"کام کی بات بتاؤ۔ کیا کہنا چاہتے تھے؟"

انصر چند منٹ لب کاٹتا رہا۔

"وہ آ گئے ہیں سر!" اس نے عاجزی سے کہا۔

انصر کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے۔

"کون؟"

"وہ سر جو پورے ایک سال آپ سے نہیں ملا۔" ارحان سانس نہیں لے سکا۔ انصر بولتا رہا۔

www.novelsclubb.com

"وہ سر جو آپ کا جگری دوست ہے۔شاید اب ان کی فلائٹ لینڈ ہو بھی چکی ہو گی۔"

(وہ اسلام آباد ائیر پورٹ کا منظر تھا۔ہر طرف رونق تھی۔قہقہہ۔باتیں کرتے لوگ۔یا کچھ لوگ اپنے سوٹ کیس اور ہاتھ میں پکڑے ٹکٹس، پاسپورٹ لے کر اِدھر سے اُدھر جاتے لوگ ۔کچھ لوگ اپنے پیاروں کا واپس لوٹنے کا انتظار کرتے ہوئے۔تو کچھ کوفی شاپ پر کھڑے ہوتے کافی لیتے ہوئے۔

تبھی ایگزٹ کی گیٹ سے نکلتا۔شہزادوں جیسا حسن رکھنے والا مرد۔اس کے دائیں بائیں دو لوگ تھے۔انہیں آتے دیکھ کر ایک ملازم ان کے سامنے آیا۔

"اسلام علیکم!"سلام کیا۔

سامنے نفوس نے سر کو خم دے کر جواب دیا۔پھر اس ملازم نے ان کے سوٹ کیس پکڑے۔

اب ان سب کا رخ ائیر پورٹ سے باہر کی طرف تھا۔)

"وہ جس کی وجہ سے اب خاندان ایک ہونگے سر!۔"

وہ سر جھکائے گھاس کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ارحان سانس تک نہیں لے رہا تھا۔

(وہ سب ائیر پورٹ سے باہر نکلے۔سامنے دو سیاہ۔ چمچماتی ہوئی رینج رؤور کھڑی تھیں۔ان دونوں کے آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔ان دونوں کے اگے۔سفید سوٹ اور سر پر سیاہ کیپ پہنے۔ڈیوٹی پر موجود ڈرائیور۔ان سب کو آتے دیکھ۔جلدی سے دونوں ڈرائیوروں نے اپنی،اپنی گاڑیوں کے پچھلے دروازے کھولے۔

وہ پہلی والی میں اندر بیٹھا۔لمبا،چوڑا،خوبصورت مرد۔

دوسری والی میں وہ دونوں نفوس۔

ملازم نے پچھلی والی گاڑی کی ڈگی میں۔ان کا سامان لوڈ کیا۔

پھر وہ گاڑڈ والی گاڑیوں میں سے جا کر ایک میں بیٹھ گیا۔)

"وہ جو میرا کمفرٹ ہے۔"ارحان نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولنا شروع کیا۔انصر نے نظر اٹھا آکر اسے دیکھا۔ارحان کے چہرے پر۔اپنے دوست کے لیے۔محبت،خلوص اور سچائی تھی۔وہ بولتا رہا۔انصر سنتا گیا۔

"وہ جسے دیکھنے کے بعد۔میرا اندر کا،ڈپریشن اور انسائیٹی سب ختم ہو جایا کرتا ہے۔"

ٹرانس میں وہ بولتا جا رہا تھا۔

(ملازم اندر بیٹھ گیا۔ پھر گارڈنے واکی ٹاکی اپنے منی کے قریب لے گیا۔

"!Move, everything is clear"

اس کگ حکم دینے کی دیر تھی۔ تبھی۔پہلے دو گاڑیاں ایک جھٹکے کے ساتھ زن سے آگے بڑھیں۔ان دونوں کے بیچ میں وہ دونوں سیاہ رینج رؤور تھیں۔اوران کے پیچھے پھر دو گارڈز کی گاڑیاں۔

اگر ڈرون کی شاٹ کی طرح اوپر سے دیکھو تو وہ سب گاڑیاں۔

اب اسلام آباد کے خوبصورت، گیلے اور چوڑے راستوں پر روادوا تھیں۔

سامنے انچیں، لمبے پہاڑ کھڑے تھے۔ان میں دھندھلا سا سورج بھی نظر آرہا تھا۔راستوں پر دائیں بائیں۔لمبے، گھنے، خوبصورت سبز رنگ کے درخت اور پودے لگے ہوئے تھے۔

وہ گاڑیاں ان خوبصورت راستوں پر اپنی منزل کے لیے کامزن تھیں۔)

"وہ جس کے آنے کے بعد مسئلے خود باخود ہل ہو جایا کرتے ہیں۔""

یا بڑھ جایا کرتیں ہیں؟"خود سے دل میں پوچھا گیا۔پھر ڈھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس نے بات ختم کی۔

www.novelsclubb.com

"اب کیا ہو گا سر!۔"انصر خوف کے زیرِاثر بولا۔

"وہی جو منظورِ خدا ہو گا۔" وہ بڑبڑایا۔

اب وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ رہا تھا۔اب اس کا رخ گھر کے اندر کی طرف تھا۔اسے اب بہت کام کرنے تھے۔

انصر وہیں گھاس پر بیٹھا ہوا رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر۔شہر کے اس طرف آؤ جہاں راجپوت محل واقع ہے۔تو وہاں آسمان اندھیرا اور صاف تھا۔شہر کے اس حصے میں بارش نہیں ہوئی تھی۔رات کو بھی نہیں ہوئی تھی۔

راجپوت محل کا شاندار سیاہ گیٹ عبور کر کے اندر داخل ہو تو تم دیکھو گے کہ۔مرینا دائیں جانب بنے گارڈن میں موجود تھی۔کھلے کپڑوں میں ملبوس۔بالوں کا جھوڑا بنائے ہوئے جس میں سے

چند لٹیں لٹک رہی تھیں۔گلے میں اسکارف ڈالے۔اس کے آگے گھڑا کھدا ہوا تھا۔اور وہ ان میں گلاب کے پھول لگا رہی تھی۔اس کے رخساروں پر بھی گیلی مٹی لگی ہوئی تھی۔جو کہ لٹیں بار بار کان کے پیچھے کرنے کی وجہ سے لگی تھی۔آس پاس ٹول بھکرے ہوے تھے۔وہ گارڈننگ کر رہی تھی۔گارڈ کی نو سالہ بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی۔اس کا بھی حال مرینا سے مختلف نہ تھا۔

وہ گیٹ کیپر والے گارڈ کی بیٹی تھی۔مرینا کو بچے پسند تھے۔اور بچی کو مرینا سو وہ چھوٹی والے دن اس سے روز ملنے آتی تھی۔وہ اس کا معمول تھا۔آج سنڈے تھا اور وہ آئی ہوئی تھی۔دونوں ہی اس دن مل کر کوئی نہ کوئی ایکٹویٹی ضرور کرتے تھے۔آج گارڈننگ ڈے تھا۔

مالی روز آتا تھا۔مگر آج وہ مرینا کے حکم سے پچھلے گارڈن میں اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

سامنے راجپوت محل کھڑا تھا۔پوری شان و شوکت سے۔اس کے آگے پتھریلی روش تھی۔پھر بائیں طرف کارڈن۔ان دونوں گارڈنز کے بیچ میں پتھریلی روش بنی ہوئی تھی۔جو قدرے چوڑی بھی تھی۔ان دونوں گارڈنز مین مختلف قسم کے پھول۔درخت۔پودے۔لگے ہوئے تھے۔صرف گلاب نہ تھا۔جسے لگانے میں وہ مصروف تھی۔

"مرو آپی اس سے کیا ہو گا؟" وہ بچی کھودنے والی shovel ہاتھ میں پکڑے ہوئے بولی۔

وہ دونوں ایک درخت کے سائے تلے کھڑی تھیں۔

مرینا نے نظر اُٹھا کر اسے دیکھا۔پھر مسکرائی۔اس کی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی ہیزل گرین آنکھوں نے بھی ساتھ دیا۔اسے اس بچی میں اپنا بچپن نظر آتا تھا۔آج وہ بہت خوش تھی۔ایک

تو گارڈننگ اسے پسند تھی۔اور اوپر سے وہ گلاب کے پھول لگا رہی تھی۔جو اسے سکون پہنچاتے تھے۔موسم بھی کتنا خوشگوار تھا۔

لائیف کتنی پرفیکٹ تھی نہ؟

"یہ شوول ہے!۔بیلچہ۔جیسے میں نے یہ کھڈا کھودا ہے ناں۔"

اس نے سامنے کھودے ہوئے کھڈے کی طرف اشارہ کیا۔

"اسی طرح دوسرے کھڈے کھودنے کے لیے۔یہ استعمال ہوتا ہے۔"

اس نے بچی کے ہاتھ سے بیلچہ لیا۔پھر اسے سمجھانے کے لیے ایک اور تھوڑی دوری پر کھڈا کھودا

۔

"واؤ!۔"بچی کھلکھلاتے ہوئے تالیاں بجانے لگی۔

مرینا بھی اسے دیکھ کر مسکرائی۔

لیکن عین اسی وقت راجپوت محل کا سیاہ گیٹ کھلا۔ مرینا نا سمجھی سے اٹھ بیٹھی۔ کہ اس وقت کون آیا ہو گا؟

اس بچی نے مرینا کا ہاتھ پکڑا۔ مرینا چونکی۔ اس نے پہلے بچی کو دیکھا۔ پھر اس کی اپنے ہاتھ پر بنی گرفت کو۔ ان دونوں کے ہاتھ مٹی سے لتھ پتھ تھے۔ وہ مسکرائی پھر اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔

www.novelsclubb.com

وہ تھوڑا آگے کھڑی تھیں۔ ان دونوں کے نیم رکھ سے وہ گلاب کا نیا لگایا ہوا پودا نظر آ رہا تھا۔

وہاں سے پہلے زن سے دو گاڑیاں آگے آئیں۔ پھر ان کے پیچھے وہ دونوں سیاہ رینج رؤور۔

مرینا آبرو پھینچ کر وہاں ہوتی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

پھر ان کے پیچھے سیاہ گیٹ بند ہو گیا۔ باہر دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ جوان بند ہوئے گیٹ کی سلاخوں سے نظر آ رہی تھیں۔

پہلے ڈرائیور باہر نکلا۔ اس نے گاڑی کی پچھلی نشست والا دروازا کھول۔

مرینا کی پہلی نظر ان چمچماتے ہوئے سیاہ جوتوں پر گئی۔ پھر اس سے اوپر سیاہ جینز پر۔ پھر اس کے بالوں پر۔ کیونکہ کہ وہ نکلنے کے لیے جھکا تھا۔ پھر اس کی نظر سفید شرٹ اور اس پر پہنے سیاہ کوٹ پر سے پھسلتے ہوئے اس کے چہرے پر ٹکی۔۔۔۔۔۔اور.....

وہ سانس لینا بھول گئی۔اس نے سانس لینا چاہا۔ وہ سانس نہیں لے سگی۔اس کا اوپر کا سانس اوپر رہ گیا اور نیچے کا نیچے۔ وہ ساکت۔ جامد۔ شل رہ گئی۔ نمک اور برف کا مجسمہ۔ جسے کسی نے ہاتھ لگایا تو وہ ڈھ جائے گی۔ ختم ہو جائے گی۔اس نے جو پچی کا پکڑا ہوا تھا وہ ہاتھ چھوٹ کر اس کے پہلو میں گر گیا۔ پہلے اس کا دماغ ماؤف ہوا۔ پھر اسے اپنا جسم مفلوج ہوتا محسوس ہوا۔اس کے اعصاب کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے اس گھاس پر بیٹھتی چلی گئی۔ کسی کٹی ڈھال کی طرح گرتی گئی۔ پچی نے اس بے حد حیرت اور پریشانی سے تکا۔ وہ پچی حالات سمجھنے سے کاثر تھی۔

وہ جو کہتی تھی کہ وہ اسے نہیں پہچان سکے گی۔۔۔۔۔

وہ پہچان گئی تھی۔

ہاں! مرینا عبدل ستار بیس سال بعد بھی عناق اور نگزیب کو پہچان گئی تھی۔

اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اسے کڑوڑوں کی بھیڑ میں بھی پہچان سکتی ہے۔

دوسری رینج رؤور سے۔فاریہ اور اورنگزیب عالمگیر باہر نکلے تھے۔

www.novelsclubb.com

عناق نے یوں ہی بے مقصد ماحول کا جائزہ لینے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا۔وہ دونوں ایک درخت کے سائے تلے کھڑی تھیں۔اس کی نظر ان پر نہیں گئی۔اورنگزیب گھر کے اندرونی لکڑی کے دروازے کی طرف آگے بڑھے ان کے پیچھے فاریہ اور عناق تھے۔

پیچھے مرینا نے اپنی آنکھیں بھاری ہوتے ہوئے محسوس کیں۔ پھر دھیرے دھیرے بند۔اور اب اندھیرا تھا اندھیرا۔ہاں اسے اس چیز کی ضرورت تھی۔وہ وہیں گھاس پر لیٹتی چلی گئی۔وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

پچی ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپی!۔" وہ پچی اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے پوری قوت سے چلائی تھی۔وہ اس کے اس طرح گرنے اور بے ہوش ہونے سے ڈر گئی تھی۔

اندر لاؤنج میں بیٹھے چائے پیتے حارث، نازیہ بیگم، صدام، عالمگیر فاروقی، عبدل ستار اور زارون اس چیخ پر چونکے تھے۔

"یہ چیخ کیسی تھی؟" پہلے حارث ہوش میں آیا اور باہر کی طرف بھاگا۔

مگر سامنے ان نفوسوں کو دیکھ اس کے قدم تھمے۔ وہ سانس نہیں لے سگا۔ ساکت۔ جامد۔ شل۔ بے یقین۔

اس چیخ پر تو وہ تینوں بھی چونکے تھے۔ مگر کچھ خاص نوٹس نہ لیا۔ ہاں مگر عناق نے کچھ غیر آرام ہو کر پہلو بدلا جیسے اسے محسوس ہوا ہو کہ باہر کچھ غلط ہوا ہے۔

www.novelsclubb.com

وہ سب بھی لاؤنج سے باہر نکلے تھے۔ اور وہ سب سانس لینا بھول گئے۔ ساکت۔ جامد۔ شل۔ بے یقینی کیا کچھ نہیں تھا۔ ان سب کے چہروں پر۔

وہ سب آمنے سامنے کھڑے تھے۔

اورنگزیب اور فاریہ بھی سانس نہیں لے سکے تھے۔

وہ سب بھول گئے کہ باہر سے چیخنے کی آواز آئی تھی۔

پہلے عالمگیر فاروقی اور سامنے سے اورنگزیب چھوٹے چھوٹے قدم لیکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے

www.novelsclubb.com

۔ایک۔چار۔چھ۔

کیوں تھے یہ قدم؟ کیونکر نہ یہ ختم ہوتے تھے۔وہ اُڑ کر اپنے باپ تک پہنچنا چاہتے تھے۔آج انہیں ان قدموں سے کوفت ہوئی۔

پھر عالمگیر فاروقی تھوڑا تیز ہوئے۔اور نگزیب نے بھی رفتاری پکڑی اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب پہنچے۔اگلے ہی پل، عالمگیر فاروقی صاحب نے انہیں اپنے سینے میں پہنچ لیا۔ وہ دونوں ہچکیوں۔اور سسکیوں سے رونے لگے۔

"اور نگزیب۔۔۔میرا بیٹا۔۔۔میری۔۔۔جان۔الفاظ ان کے لبوں سے ہچکیوں کی صورت اٹک اٹک کر ادا ہوئے۔

وہ کبھی ان کے منہ پر ہاتھ پھیرتے کبھی ان کے سر کو چومتے۔تو کبھی ماتھا۔

www.novelsclubb.com

وہ جیسے یقین کرنا چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا واپس آ گیا تھا۔

ہاں،اور نگزیب عالمگیر بیس سال بعد پاکستان واپس آ گئے تھے۔

ان کا بیٹا۔ان کی جان۔ان کا لخت جگر۔ان کی پہلی اولاد۔جس نے انہیں باپ ہونے کا شرف بخشا تھا۔

وہ واپس آ گئے تھے۔اپنی پوری فیملی کے ساتھ۔ہاں یہ سچ تھا۔ان کا خواب نہیں تھا۔

روتوا اور نگزیب بھی رہے تھے۔ہچکیاں اور سسکیاں وہ بھی لے رہے تھے۔

"بابا!.....،..... بابا!۔"وہ بھی کہہ رہے تھے۔

وہاں ان سب کی آنکھیں بھی نم ہوئیں تھیں۔ان کی آنکھوں سے بھی آنسوں لڑیوں کی صورت گر رہے تھے۔

حارث صدام بس۔بے یقینی سے نمک کا مجسمہ بنے عناق کی ہیزل گرے آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

ان سب کے لیے شاک بڑا تھا۔پر اسس کرنے میں وقت لگنا تھا۔

حارث صدام اپنے جگری بھائی۔کزن۔دوست۔سب کو دیکھے گیا۔

اس کی آنکھوں کے آگے سارا بچپن کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔

ان کی دوستی۔ساتھ کھیلنا کھودنا۔ایک دوسرے کے ساتھ چیزیں بانٹنہ۔ان دونوں کا ایک ساتھ بڑا ہونا۔عناق،حارث سے تین سال بڑا تھا۔مگر ان میں بڑا چھوٹا جیسا کچھ نہ تھا۔وہ دونوں ایک تھے۔ساتھ تھے۔جن میں بھائی چارہ تھا۔محبت تھی۔یاری تھی۔

وہ چپ چاپ ساکت بنا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

فاریہ اور نازیہ بھی ایک دوسرے کو گلے لگا کر رو رہی تھیں۔ وہ دونوں کسی وقت میں بہت اچھی دوستیں ہوا کرتی تھیں۔

زارون تب دو سال کا تھا سو اسے یہ سب یاد نہ تھا۔ مگر اسے سب پتا تھا۔ اور ان سب کے تاثرات دیکھ کر اسے پتا چل گیا تھا کہ، گھر میں کس نے قدم رکھا ہے۔

باہر پچی نے پہلے گھاس پر گری ہوئی مرینا کو ایک نظر دیکھا۔ پھر ہمت جما کر کے گھ کی طرف اندر گئی۔ وہ اس کے بے ہوش ہونے سے اتنی ڈر گئی تھی کہ اس کے پورے جسم میں لرزش تھی۔ وہ پچی بھی ہچکیوں اور سسکیوں سے رو رہی تھی۔

"کیسی ہو نازیہ؟" فاریہ بیگم نے روتے ہوئے پوچھا۔

"میں ٹھیک آپ کیسی ہیں؟" وہ آنسوں پہنچ کر مسکرائیں۔

"میں ٹھیک!۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولیں۔

www.novelsclubb.com

"کیسے ہیں بھائی آپ؟" صدام اور عبدل بھی کہتے ہوئے آگے بڑھے اور نگزیب کو گلے لگایا۔

انہوں نے بھی ان دونوں کے کندھے چومے۔

عالمگیر فاروقی صاحب مسکراتے ہوئے عناق کی طرف پہنچے۔ پھر اسے سینے میں پیھنچا۔ اس نے بھی انہیں گلے لگایا۔

"میرا پوتا۔ میرا عناق۔" فخر سے کہتے ہوئے انہوں نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ پھر ماتھا چوما۔

وہ مسکرایا۔

اس کی مسکراہٹ کتنی دلکش تھی۔

پھر وہ باری، باری اپنے دونوں چچاؤں سے ملا۔

پھر چچی سے۔ نازیہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اسے دعائیں دیں۔

تبھی ان سب کو بچی کی رونے کی آواز آئی۔وہ سب چونکے۔ان کی نظر سامنے دروازے پر گئی، جہاں وہ بچی آنسوں پہنچتے ہوئے اندر آرہی تھی۔مگر اس کی آنکھوں سے آنسوں گرتے جارہے تھے۔وہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"ڈول کیا ہوا؟آپ رو کیوں رہی ہیں؟"

زارون نے آگے بڑھ کر نرمی سے اس سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ..."اس نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔وہ رونے کی وجہ سے بول نہیں پارہی تھی۔آواز گلے میں لٹکتی جارہی تھی۔

"بچے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" حارث نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

وہ شاک اور بے یقینی پر اسس کر چکا تھا۔

بچی کو تھوڑی ڈھارس ملی۔اس نے اپنے چھوٹے ہاتھوں کی پشت سے آنسوں پہنچے۔ مگر پھر آنسوں جما ہونے لگے۔

"بتاؤ!۔" نرمی سے کہتے ہوئے زارون نے اسے دلاسہ دیا۔

"وہ.... وہاں... باہر... مرو... آپی...."

وہ ہچکیوں کی زیادتی کی وجہ سے بول نہیں پا رہی تھی۔وہ بچی بری طرح سہم گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بچی کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ مگر عناق اور نگزیب اس کی مروآپی سن کر ہی باہر کی طرف دیوانہ وار بھاگا تھا۔

جیسے لوگ اپنی زندگی کی طرف بھاگتے ہوئے۔ جیسے لوگ سکون کی طرف بھاگتے ہیں۔

ہاں ! عناق اور نگزیب کی زندگی اور سکون۔ مرینا عبدل ستار ہی تو تھی۔

وہ بھاگ کر باہر آیا۔اس کے پیچھے حارث اور زارون بھی تھے۔

بچی کو نازیہ بیگم کے پاس وہ چھوڑ کر آئے تھے۔ عناق کا تنفس تیز تھا۔اس نے بے تابی سے نظریں اِدھر اُدھر ڈوڑائیں۔

جیسے پیاسہ کنوئیں کی تلاش میں ڈوڑاتا ہے۔

جیسے اسے پانی یا کنوا مل جائے۔اور وہ جی اٹھے۔

وہ دیوانہ ہی تو تھا۔جو اپنے جینے کی وجہ کو ڈھنڈھ رہا تھا۔

اسے سامنے گارڈن میں درخت کے سائے تلے تھوری دوری پر وہ گری ہوئی نظر آئی۔وہ اس سمیت بھاگا۔وہ دونوں بھی اس کے پیچھے بھاگے۔

www.novelsclubb.com

وہاں پہنچ کر اس نے مرینا کا چہرہ دیکھا وہ پیلا ہو گیا تھا۔اس کے رخساروں پر لگی گیلی مٹی اب سوخ چکی تھی۔

اسے اس طرح دیکھ کر عناق اور نگزیب کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔اس کی آنکھوں میں مرینا کے لیے فکر مندی اور پریشانی ہلکورے لے رہی تھی۔

ان دونوں سے یہ منفی نہیں رہے سگا تھا۔ان دونوں نے اس کی آنکھوں میں وہ سچے جذبات دیکھے تھے۔

اس نے ایک لمحا بھی ذایعہ کیے بغیر مرینا کو نرمی سے اپنے مضبوط بازوؤں میں بھرا۔

www.novelsclubb.com

پھر ان دونوں کو کچھ بھی کہنے۔یا خود کو سننے کا موقع دیے بغیر

۔

اسے لیے وہ گھر کے اندر کی طرف چل دیا۔

وہ دونوں ہونکوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

یہ کیا تھا؟ان دونوں کے دماغ نے ان سے پوچھا تھا۔

وہ عناق اورنگزیب تھا۔جواب ان دونوں کے دل نے دیا تھا۔

جو مرینا کے لیے جان دے بھی سکتا تھا۔اور جان لے بھی۔

ہاں! وہ عناق اورنگزیب تھا۔مرینا کا منکوح، شوہر۔عالمگیر فاروقی کا پہلا پوتا۔ارحان ملک کا جگری دوست۔

☆☆☆☆☆

وہ "چار سالہ معصوم بچی تھی!۔"

جو "ماما!، ماما! مجھے ڈھنڈے چلا رہی تھی۔" مگر اس کی آواز اس کی ماں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

وہ مڑی اور ایک راہداری میں قدم رکھا لیکن.....وہ اگلے پل سانس نہیں لے سکی۔ ساکت۔ جامد۔

www.novelsclubb.com

راہداری کے زینوں کے اختتام پر خون تھا بے تحاشا خون۔ بے شمار۔ جو بڑھتا جا رہا تھا۔ رکنا کا نام نہیں لے رہا تھا وہ خون کسی اور کا نہیں اس کی جان سے عزیز ماں کا تھا۔ اس کی ماں زینوں کے

اختتام گری پڑی تھی آنکھیں ایک نقطہ پر ساکت تھیں اور کنپٹی سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ان کا خوبصورت چہرہ سفید پر گیا تھا۔اس معصوم بچی کے جسم میں لرزش طاری ہونے

لگی وہ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں پائی،آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن ٹانگیں آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔ایک دم اسے احساس ہوا اس کے پیچھے کوئی ہے اس نے گردن موڑی اور پوری قوت سے چلائی "ماما!۔"

وہ ایک چیخ کے ساتھ آٹھ بیٹھی۔اس کا تنفس بھاری تھا،سانس رک،رک کر آرہا تھا۔وہ حراساں سی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

وہ اپنے پر تعش کمرے میں تھی۔پورے کمرے نائیٹ لیمپ کی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"مرو میری بچی!۔تم ٹھیک ہو؟"

نازیہ بیگم جو اس کے ساتھ سو رہی تھیں۔وہ بھی ہڑبڑاہ کر اٹھیں۔

اس کے بے ہوش ہونے کے بعد عناق اسے اس کے کمرے میں لٹا گیا تھا۔پھر ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے چیک کیا۔اور بتایا کہ شاک کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ساتھ کمزوری بھی تھی۔اسے ڈرپ لگائی گئی تھی۔اور نشے والی دوائی بھی دی گئی تھی۔تو اس کی طبیعت کو مدے نظر رکھتے ہوئے عالمگیر فاروقی صاحب نے نازیہ بیگم سے کہا تھا کہ وہ مرینا کے ساتھ سو جائیں۔سو وہ وہیں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں سو گئی تھیں۔

اس کی ہاتھ کی پشت پر بینڈ یج لگی ہوئی تھی۔ڈرپ کی وجہ سے۔

وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔نازیہ بیگم نے پانی کا گلاس اسے تھمایہ اس نے وہ پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کر دیا۔

"مرو! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی میں کسی کو بلاؤں؟ کیا ہوا ہے بچے؟"

نازیہ بیگم پریشانی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

مرینا نے نفی میں سر ہلایا۔پھر اس کی نظر سامنے دیوار پر ٹی وی سے تھوڑا اوپر نسب ہوئی اس سال وال کلاک پر پڑی۔جہاں بڑا سا

3:03, AM.

اسے منہ چڑا رہا تھا۔اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔وہ اتنے گھنٹے سوئی ہوئی تھی۔

"میں اتنی دیر سے سوئی ہوئی تھی؟"اس نے خود کو کہتے سنا۔اس کی آواز سونے اور کچھ دوائیوں کی وجہ سے خراب گلے جیسی تھی۔

نازیہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟"وہ اس بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہوں اب۔"اس کے لہجہ اب ناراضی لیے ہوئے تھا۔

"مجھے سے ناراض ہو۔'

نازیہ بیگم بے بسی سے بولیں۔ان کی آواز گیلی تھی۔

مرینا نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ پھر اس کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ ان کے گلے لگ کر۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نازیہ بیگم بھی اسے اتنی تکلیف میں دیکھ کر رونے لگی تھیں۔ ساتھ ساتھ اس کو پر سکون کرنے کے لیے اس کی پشت سہلا رہی تھیں۔

"آپ نے.. بھی میرے.. ساتھ غلط کیا.. کیسے آپ نے.."

ہچکیوں کی وجہ سے الفاظ اس کے لبوں سے اٹک اٹک کر ادا ہو رہے تھے۔ میری ماں کے قاتلوں کو، گھر میں داخل ہونے دیا۔

"مرو! ایسا نہیں بولتے۔" نازیہ بیگم نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے۔ہاتھ ہٹایا۔

"نہیں! آپ ایسے کیسے کر سکتی ہیں میرے ساتھ؟ دادا ایسے کیسے کر سکتے ہیں؟"

آنسوں اس کی آنکھوں سے لڑیوں کی صورت گر رہے تھے۔

"آپ بھول گئی ہیں۔ہاں آپ وہ دن بھول گئی ہیں؟ جس دن میری ماں مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی ہاں!۔"

وہ آخر میں ہذیانی انداز میں چلائی۔کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔باہر تک آواز نہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں بیٹا مجھے سب یاد ہے۔مجھے سب یاد ہے۔تم سو جاؤ صباح کچھ سوچتے ہیں کیا کرنا ہے۔"
نازیہ بیگم اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں۔

انہوں نے آرام سے اسے پھر سے لٹایا۔اس نے بھاری ہوتے سر کو تھک کر تکیہ پر گرا دیا۔وہ لیٹ گئی اس میں مزاحمت کرنے کے لیے طاقت نہ تھی۔دوائیوں کے اثر کی وجہ سے اسے اس کا جسم بھاری لگ رہا تھا۔اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جسم میں جان نہ ہو۔

"نہیں! مجھے پتا ہے۔آپ سب لوگ وہ دن بھول گئے ہیں۔مگر مجھے یاد ہے۔"
وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"بس چپ سو جاؤ بچے۔ سو جاؤ۔" وہ اس کے سر کو نرمی سے تھپک رہی تھیں۔ دھیرے دھیرے مرینا کی آنکھیں بند ہونے لگی۔ پھر چند منٹ بعد وہ نیند کی وادیوں میں داخل ہو گئی تھی

۔

نازیہ بیگم نے گہری سانس لی۔ اس کے اوپر کمبل اوڑھا۔ پھر اٹھ کر۔ وضو کیا۔ تہجد ادا کی۔ وہ جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب پرانی یادوں نے ان کا ذہن کھٹکھٹایا۔ وہ انہیں کھولنا نہیں چاہتی تھیں۔ مگر ان کا شور بھرتا جا رہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے دروازا کھولا۔ مگر ان کے ہاتھ کپکپائے۔ دھیرے دھیرے دروازا کھولتا چلا گیا۔ اور انہیں ماضی میں دخیل کر لے گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ گرمیوں کے چھٹیوں کے دن تھے۔ تیز گرمی۔ جو جسم کے اندر آگ کے شعلے بھڑکاتی تھی۔ گرم ہوا جو انسان کو اندر تک جلادے۔ دو منٹ بندہ گھر سے باہر نکلے تو پسینہ میں نہا جائے۔ وہ بھی ایسی تپتی ہوئی گرمی کے دن تھے۔

سورج پوری قوت سے زمین پر تپش پہنچا رہا تھا۔ ایسے میں راجپوت محل کے لونگ روم کی طرف آؤ تو وہاں کا ماحول تناؤ بھرا تھا۔

وہاں سب بیٹھے تھے۔ عالمگیر فاروقی صاحب، اورنگزیب اور عبدل ستار۔

صدام ان دونوں اپنے کام سے شہر کے باہر گئے ہوئے تھے۔

پولیس والوں کی نوکری آسان نہیں ہوا کرتی۔

ان سب میں ایک چیز مختلف تھی۔وہ سب تب جوان تھے۔اور اب حال میں ان کے بچے۔

"بابا! میں نے جرمنی میں ایک گن میکنگ فیکٹری کھولی ہے۔اپنے دوست کے ساتھ پارٹنر شپ کر کے۔"

اورنگزیب نے عالمگیر فاروقی کو اطلاع دی۔

عالمگیر فاروقی غور سے اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"اور تم جرمنی جانا چاہتے ہو؟"انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

www.novelsclubb.com

اورنگزیب نے تھوک نگلا۔انہیں معلوم تھا۔ان کہ باپ کو ملک سے باہر جانا کتنا ناگوار گزرتا تھا۔

"جی۔"پھر تھورا جھجکے۔"میں اپنے بیٹے اور بیوی کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ایسا کرو ہمارے گھر کے سب افراد لے جاؤ۔"ان کی آواز میں ناگواری تھی۔

"بابا! گنز کا بزنس کرنا میرا خواب ہے۔آپ نے عبدل ستار اور صدام کو منا نہیں کیا۔ان کے پسندیدہ کام کرنے میں؟"ان کے لہجے میں دکھ تھا۔

"وہ دونوں ملک چھوڑ کر باہر نہیں گئے تھے۔"

"مگر...."

انہوں نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔ مگر عالمگیر فاروقی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔ اور نگزیب خاموش ہو گئے۔

عبدل ستار ان سب میں کچھ نہیں بولے۔ وہ خاموش تماشائی بنے رہے۔

www.novelsclubb.com

"تم کہیں نہیں جا رہے جو کرنا ہے یہیں پاکستان میں بیٹھ کر کرو۔ یہاں بھی یہ کام ہو سکتا ہے جو بیرون ملک جا کر ہو گا۔"

دوٹوک لہجے میں انہوں نے بات ختم کر دی۔

اوران کی اولادوں پران کا اتنا تورعب تھا کہ انہیں یقین تھا۔اب وہ چپ ہو جائیں گے۔ہوا بھی یہی تھا۔

یہاں ان دونوں کو چھوڑ کر باہر گارڈن کی طرف آؤتو۔فاریہ،ہدیہ اور نازیہ تینوں شیڈ تلے رکھے صوفوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔نازیہ نے اپنی گود میں ڈھائی سالہ زارون پکڑ رکھا تھا۔موٹا پیارا بچا۔جس کے منہ میں انگوٹھا تھا۔اوران کے سامنے ان کے بچے فٹ بال گراؤنڈ میں لگے ہوئے تھے

۔

www.novelsclubb.com

تب ان کے گھر میں فٹ بال گراؤنڈ آدھا گارڈن کاٹ کر بنایا گیا تھا۔بچوں کے لیے۔جو حال میں راجپوت محل میں نہیں تھا۔

اس فٹ بال گراؤنڈ کے سر پر بھی شیڈ تھا۔وہاں دھوپ وغیرہ نہیں تھی۔ مگر پھر بھی سورج کی تپش اندر تک آتی تھی۔

تیرہ سالہ عناق اپنے سامنے کھڑی سفید رنگ کی فراک جس پر گلاب رنگ میں جگہ جگہ اسٹابری بنی ہوئی تھی۔اس میں ملبوس چار سال کی مرینا کو دیکھ رہا تھا۔جس کے پیر میں جوتے نہیں تھے۔

دس سالہ حارث بھی وہاں موجود تھا۔

"تمہارے جوتے کہاں ہیں؟ جسمن!۔

"فرش گرم ہے۔ تمہیں گرمی لگ جائے گی۔"

www.novelsclubb.com

عناق فکر مندی سے اس کے پیروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

اس بات سنتے ہوئے حارث نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"یس گڑیا۔ تم نے جوتے کیوں نہیں پہنے؟"

چھوٹی مگر خوبصورت مرینا نے معصوم سا چہرہ بنایا۔

"ماما! میرے اس ڈریس کے ساتھ میچنگ جوتا نہیں لائیں۔"

اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں نمی چمکی۔

واہ اس جھٹانک بھر لڑکی کے نخرے چیک کریں۔ میچنگ جوتا نہیں ملا تو میڈم ننگے پیر گرمی میں ایڈونچر کرنے چلی ہیں۔

www.novelsclubb.com

"جسمن رو نہیں!۔" وہ تو تڑپ گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں اس طرح نمی دیکھ کر۔وہ اس کا ایک آنسوں بہنا تک نہیں برداشت کرتا تھا۔اسے مرینا بس مسکراتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔اور اسے مسکراتے دیکھ عناق کے دل میں سکون اترتا تھا۔

"میں ابھی چچی سے پوچھتا ہوں۔وہ تمہارے لیے اس ڈریس سے ملتے جلتے جوتے کیوں نہیں لائیں۔"

وہ ان تک گیا۔جہاں وہ تینوں مزے سے چائے پیتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔

"چچی! آپ جسمن کے جوتے کیوں نہیں لائیں؟"

ہدیہ جو نازیہ سے بات کر رہی تھی۔رک کر اسے دیکھا۔پھر پرنا سمجھی سے آبرو اُٹھایا۔"کون سے جوتے؟"

"آف ہو!۔"چھوٹے عناق نے اپنے ہاتھ سے پیشانی چھوئی۔

فاریہ بے ساختہ ہنس دیں تھیں۔

"کیا ہوا اماما کے پرنس کو؟ کس بات پر پریشان ہو؟"انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

مگر وہ اب بھی ہدیہ کی طرف متوجہ تھا۔جو اسے نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کس پتا ہے نہ کہ جسمن کو اپنے ڈیس کے ساتھ جوتے چاہیے ہوتے ہیں۔اب وہ بنا جوتوں کے گرمی میں گھوم رہی ہے۔"

جلدی جلدی بولتے ہوئے۔وہ آخر میں پھر سے فکر مندی سے بولا۔

"اوہ۔اچھا یہ بات تھی۔"انہیں حیرانی ہوئی۔

"میرے پیارے بیٹے میں گئی تھی۔اس ڈریس سے میچنگ جوتے لینے۔مگر اس کے ساتھ ایسے رنگ کے جوتے نہیں ملے تو میری کیا غلطی۔"

www.novelsclubb.com

پھر سامنے دیکھا۔جہاں مرینا کو اب حارث اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔

"اس کو میں نے کہا تھا۔اس ڈریس کے ساتھ جوتے نہیں ہیں تو نہ پہنے مگر تم اسکی ضد سے واقف ہو۔میری سنتی کہاں ہے یہ۔"آخر میں وہ اکتائے ہوئے بولیں

۔

تو عناق نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔پھر گھر کے اندر جانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو؟بیٹا۔"

فاریہ بیگم نے پیچھے سے آواز لگائی۔

www.novelsclubb.com

وہ مڑا۔"ابھی آتا ہوں ممی۔"کہتے ہوئے اندر غائب ہو گیا۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔عناق کو مرینا کی بہت فکر ہے۔"نازیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔

فاریہ نے کندھے اچکا دیے۔

کچھ لمحوں بعد جب وہ واپس آیا تو ان تینوں نے دیکھا۔اس کے ہاتھ میں گلابی رنگ کا جوتا تھا۔ مرینا کی ڈریس کے نسبت اس جوتے کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔

وہ آکر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔پھر حارث کو مرینا ادھر لانے کو اشارہ کیا۔حارث مرینا کو لیکر آیا

"اِدھر ٹیبل پر بٹھاؤ اسے۔"صوفوں کے آگے پری چکور ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

حارث نے مرینس کو ٹیبل پر بٹھایا۔پھر پیچھے ہو کر ان تینوں کی طرح کاروائی دیکھنے لگا۔

عناق مرینا کے آگے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔پھر اس کے چھوٹے چھوٹے پیر اپنے گھٹنوں پر رکھے اسے محسوس ہوا اس کے پیر گرمی کی تپش کی وجہ سے گرم ہو رہے تھے۔اور ان میں وہ گلابی جوتے پہنانے لگا۔

"یہ اس کے ساتھ میچ نہیں ہے۔"مرینا نے کہتے ہوئے احتجاجاً پیر ہلائے۔

مگر عناق اثر لیے بنا۔اس کو جوتے پہنائے۔پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھا۔

"اب ٹھیک ہے۔"ایک گہری سانس لی۔اب اسے سکون ملا تھا۔پیر اس کے گرم ہو رہے تھے۔مگر پریشانی عناق کو تھی۔

ہدیہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔انہوں نے آنسوں رگڑے۔انہیں محبت نہیں ملی۔مگر ان کی بیٹی کی زندگی میں محبت تھی۔انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

فاریہ بیگم نے فخر سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔پھر اس کا ماتھا چوما۔اب وہ اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھیں۔

"میرا پیارا بیٹا۔" وہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

وہ مسکرایا۔پھر وہ تینوں بچے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلنے شروع ہو گئے۔وہ سب انہیں مسکراتے ہوئے دیکھنے لگیں۔

رات ہر اور اپنے پر پھیلائے ہوئے تھی۔یہ عشا کی اذان کے گھنٹے پہلے کی بات ہے۔جب عالمگیر فاروقی نے ہدیہ جو اپنے اسٹڈی میں بلایا۔

انہوں نے وہاں جا کر پہلے دروازا کھکٹایا۔اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئی۔عالمگیر فاروقی سامنے پاور سیٹ ہپر بیٹھے تھے۔

"بابا!آپ نے بلایا تھا؟کچھ کام ہے؟"وہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔

www.novelsclubb.com

انہوں نے انہیں آبرو سے اپنے سامنے ٹیبل کے پار پڑے صوفوں کی طرف اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گئیں۔

"اگر میں مرینا کے لیے فاصلہ لوں تو کیا تم مانو گی؟"وہ سنجیدہ تھے۔

"جی ضرور بابا۔آپ میرے بڑے ہیں۔آپ کا ہر فیصلہ سر آنکھوں پر۔"وہ جھٹ سے بولیں۔

"میں عناق اور مرینا کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔"

ہدیہ چند لمحے کچھ کہے نہیں سگیں۔ششدہ۔

"بولو! تمہیں منظور ہے؟"وہ ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے۔

"بابا! مجھے آپ کے فیصلے سے کوئی مسلئہ نہیں۔مگر مرینا چھوٹی....."

وہ اس سے آگے کچھ کہہ نہیں سگیں۔ان کے بہت احسانات تھے۔وہ چپ ہو گئیں۔

"میں سمجھتا ہوں ہدیہ بیٹی۔ تم ایک بیٹی کی ماں ہو۔ تمہیں اس کی فکر ہے۔ مگر عناق کی میں گرنٹی لیتا ہوں۔ وہ ہمیشہ میری پوتی کو خوش رکھے گا۔" اب کے انہوں نے نرمی سے کہا۔

تو ہدیہ نے سر ہلا دیا۔ "جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے بابا۔"

"تم ان دونوں کے نکاح کے لیے راضی ہو؟" انہوں نے خدشہ کے تحت پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"جی!۔" راضامندی دی گئی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں ایک بات پوچھوں؟" انہوں نے احتیاطاً پوچھا۔

عالمگیر فاروقی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اتنی اچانک سے سے نکاح کا فیصلہ۔" انہوں نے کچھ مضطرب سا کہا۔

میں اورنگزیب کو جرمنی جانے سے روکنا چاہتا ہوں۔اس لیے۔" وہ کرسی سے اٹھے۔پھر رکے ۔"اور نکاح ابھی ہو گا۔" فیصلہ سنا کر وہ اسٹڈی سے نکل گئے۔

www.novelsclubb.com

ہدیہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔

یہ کچھ گھنٹے بعد کا ذکر تھا۔نکاح سرانجام ہو چکا تھا۔مٹھائی بانٹیں جا چکی تھی۔سب گھر کے افراد تھے۔فاریہ کو نکاح سے کچھ مسلئہ نہ تھا۔

عناق کو بھی جو ماں باپ نے کہا اس نے وہی کیا۔ہاں مگر اورنگزیب نے تھوڑا سا برا بلم کرئیٹ کیا پھر وہ بھی مان گئے۔ مگر خوش نہ تھے۔اور سب سے ناراض تھے۔

عناق سادہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔اور مرینا فراک کے اوپر سرخ رنگ کا دوپٹہ۔

"یہاں بیٹھے رہو۔"عبدل ستار نے ان دونوں سے کہا۔جو سامنے صوفے پر بیٹھے تھے۔ان کے ہاتھ میں کمرا تھا۔

www.novelsclubb.com

انہوں نے کیمرا انگل سیٹ کیا۔پھر بٹن دبایا۔کلک کی آواز کے ساتھ وہ لمحا تصویر میں قید ہو گیا۔ جس میں وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔

یہ وہی تصویر تھی۔جو حال میں صیفی سے خراب ہو گئی تھی۔

ہدیہ سامنے بیٹھی مسکراتے ہوئے انہیں دعائیں دے رہی تھیں۔وہ مطمئن تھی کہ عناق ان کی بیٹی کے لیے بہتر نہیں بہترین فیصلہ ہے۔

"تم بہت خوش ہو گی ہدیہ۔"اورنگزیب ان کے صوفے کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

www.novelsclubb.com

"جی!۔"انہوں نے گردن موڑ کر نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"تم دونوں بہنوں کی زندگی صنور گئی۔اور تمہاری بیٹی۔جس کے باپ تک نے۔اسے چھوڑ دیا۔اسے۔میرے بیٹے کے پلے لگا دیا۔

میری کوئی اور اولاد ہے نہیں۔تم نے سوچا ہو گا برا کیا ہے شکل وصورت کا اچھا لڑکا ہے۔اور تو اور امیر بھی۔"

وہ غصے میں تیز تیز کچھ بھی بول رہے تھے۔ان کے ماتھے پر بل تھے۔

ہدیہ کا چہرہ احساس توحین سے لال ہوا۔

"بھائی یہ آپ کیا بول رہے ہیں؟"ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا بولیں۔

"ہاں اب تمہیں کیوں کچھ سمجھ آئے گا۔تمہاری خواہش جو پوری ہو گئی۔"وہ چلائے۔

جو سب سامنے بیٹھے تھے وہ سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بھائی کیا ہوا۔"عبدل ستار نے پریشانی سے پوچھا۔

عالمگیر فاروقی اور فاریہ بھی وہاں پہنچے۔

"کیا ہوا؟"عالمگیر فاروقی نے ہدیہ کا چہرہ دیکھا۔اس کی آنکھوں میں پانی تھا۔اور چہرہ سرخ۔

"تم نے کیا کہا ہے ہدیہ کو؟"عالمگیر فاروقی دھاڑے۔

"سب صحیح کہا ہے۔ان دونوں بہنوں کی خواہش پوری ہو گی ہے۔"وہ پھر چلائے۔

www.novelsclubb.com

"اورنگزیب بکواس بند کرو۔" عالمگیر فاروقی اور تیز چلائے۔

"نہیں کیوں میں منہ بند رکھوں؟ آپ نے میری پہلے اس سے شادی کروائی۔" فاریہ کی طرف اشارہ کیا۔ "پھر میرے بھائی کی بچوں اور ایک طلاق یافتہ...."

چٹاخ!۔

باقی کے الفاظ ان کے منہ میں رہ گئے۔ عالمگیر فاروقی نے پوری قوت سے ان کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا۔

www.novelsclubb.com

سب ششدر رہے گئے۔ فاریہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

سارے بچے کھانا کھانے کے لیے اندر چلے گئے تھے۔ کسی نے بھی یہ روداد نہیں دیکھی تھی۔

"بابا!۔"انہوں نے بے یقینی سے اپنے باپ کو دیکھا۔

"یہ میں نے تمہاری طربیعت کی ہے ہاں۔بولو؟"وہ اور تیز چلائے۔

عبدل ستار نے انہیں روکنا چاہا۔مگر عالمگیر فاروقی صاحب بہت غصے میں تھے۔

"اب تم یہاں سے ایک بھی قدم باہر نکال کر دیکھاؤ۔"

کہتے ہوئے انہوں نے سب کو اندر جانے کا کہا۔وہ سب ان کے ساتھ اندر چلے گئے۔

مگر ان سب کے قدم ان کی بات پر تھمے۔

www.novelsclubb.com

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا ہدیہ تمہاری وجہ سے میرے بابا نے مجھ پر پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھایا ہے۔" وہ وہاں سے اونچا سا بولے۔

ہدیہ نے کچھ نہیں کہا۔ مگر عالمگیر فاروقی کے غصے کو اور ہوا دی تھی انہوں نے۔ وہ مڑے۔

"جو کرنا ہے کرو میں بھی دیکھتا ہوں!۔" کہتے ہوئے وہ پلٹے اور لمبے لمبے ڈنگ بھرتے اندر چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اور خوفناک بھی۔ ہدیہ کو پیاس لگی تو۔ وہ پانی پینے کے لیے کمرے سے باہر نکلیں۔ وہ رات پانی کا جگ بھر کر کمرے میں رکھنا بھول گئی تھیں۔

وہ کمرے سے باہر نکلیں تو راہداری میں سامنے اندھیرا تھا۔انہیں تھوڑا خوف محسوس ہوا مگر ہمت کر کے آگے بھڑ ہیں۔انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ "ماما۔ماما!۔"نیند والی آواز میں کہتی مرینا بھی ان کے ساتھ کمرے سے باہر آئی تھیں۔

"ماما!۔"اب کہ اس نے تیز پکارا۔ہدیہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔مگر راہداری اندھیری تھی۔ انہوں نے تھوڑا آگے ہونا چاہا۔وہ پہلے زینے پر کھڑی تھیں۔عین اسی وقت کسی نے انہیں پیچھے سے دکھا دیا۔ایک چیخ کے ساتھ وہ سیڑھیوں سے گرتی چلی گئیں۔اور یہ لمحا مرینا کبھی بھول نہیں سکی۔یہ لمحا اب تک مختلف قسم کے خوابوں کی صورت اس کے سامنے آتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اسی لمحے لائیٹس کھولی گئیں۔سب لوگ کمرے سے باہر نکلے۔ان سب کی نظروں کا مرکز اورنگزیب بنے جو پہلے زینے پر کھڑے تھے۔اور ان کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔

"یہ...."عالمگیر فاروقی سے کچھ بولا نہ گیا۔وہ سکتے میں تھے۔

"بابا میں نے کچھ نہیں کیا۔' وہ چلائے۔

اپکے ہاتھ میں یہ ڈنڈا کیوں ہے بھائی؟ نازیہ نے روتے پوچھا۔

"بھائی آپ کو اتنا غصہ تھا کہ میری بیوی مار دی۔" عبدل ستار روتے ہوئے چلائے۔

"نہیں یہاں کوئی تھا میں اس لیے میں ڈنڈا لیکر آیا تھا۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگے۔"

مجھے نہیں پتا تھا کہ ہدیہ یہاں ہے۔" وہ التجایا بولے۔ جیسے لوگ اپنی صفائی دینے کو بولتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

"تم یہاں سے چلے جاؤ اس سے پہلے تمہیں کوئی جیل لے جائے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔" عالمگیر فاروقی اپنی آواز کھائی سے آتی ہوئی سنائی دی۔

"بابا!۔" اورنگزیب بے یقینی سے چلائے۔

مگر وہ کچھ نہیں بولے۔

اور عالمگیر فاروقی نے اورنگزیب کو گھر سے نکال دیا۔ مگر فاریہ اپنے شوہر کے ساتھ کھڑی رہیں ۔ان کے مطابق ان کا شوہر سچا تھا۔ وہ قاتل نہیں تھا۔ وہ سب جرمنی شفٹ ہو گئے تھے۔

اور سچ کیا تھا۔ وہ آج تک کسی کو پتا نہیں چلا۔

ان کی ماضی کی سیر کا تسلسل۔ فجر کی آذان نے توڑا۔ وہ چونکی۔ انہوں نے اپنے آپ کو جائے نماز پر بیٹھا ہوا پایا۔ وہ مرینا کے کمرے میں تھیں۔ پھر وہ اٹھ کر فجر کی نماز ادا کرنے لگیں۔

مرینا کو بھی انہوں نے اٹھایا تھا۔ فجر کے لیے۔

☆☆☆☆☆

اسلام آباد کی آج کی صبح قافی اچھی تھی۔ صاف آسمان۔ سردی بھی کم تھی۔ لوگ سکون سے اپنے کام وغیرہ پر رواں دواں تھے۔

www.novelsclubb.com

خوفناک رات کے بعد، آج کی صبح خوشگوار نہیں مگر پھر بھی بہتر تھی۔ راجپوت محل کے سفید اور سنہری ڈائیٹنگ حال میں ناشتہ لگ چکا تھا۔

دیوار گیر کھڑکیوں کے آگے پردے سرکائے گئے تھے۔جن میں سے دھوپ چھن کر اندر آتی۔
اور سامنے ڈائیٹنگ ٹیبل کے وسط میں پڑے کینڈل اسٹینڈ پر پڑتی تھی۔

یہ تقریباً گیارہ بجے کے بعد کا ٹائم تھا۔جب وہ سب ناشتہ کر رہے تھے۔کیونکہ وہ لوگ کل سفر کر کے آئے تھے۔اس لیے ان کی نیند پوری ہونے کی وجہ سے ناشتہ دیر سے رکھا گیا تھا۔

سب رغبت سے ناشتہ کر رہے تھے۔بس مرینا۔ابھی تک ناشتہ کرنے نہیں آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

عبدل ستار صبح سویرے ہی آفس کے لیے نکل گئے تھے۔ان کی امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔
صدام نے اب چھوٹی لے لی تھی۔

سربراہی کرسی پر عالمگیر فاروقی۔ان کی سیدمیں اورنگزیب۔ان کے سیدھے ہاتھ پر ان کی فیملی۔ عناق کے ساتھ زارون بیٹھا تھا۔ان کے الٹے ہاتھ پر صدام اور ان کی فیملی۔

دفعتاً ایک خوشبو کا ریلا آیا جو سب کے ساتھ عناق کے نتھنوں سے ٹکرایا۔وہ جو پین کیک کھا رہا تھا۔اسنے کھاتے ہوئے ہی چہرہ اٹھایا۔اور وہ نظر پھیر نا بھول گیا۔وہ سامنے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتی ہوئی اسے دیکھائی دی۔

لیونڈر کلر کی لانگ قمیض کے نیچے پلازو۔اسی کا ہی دوپٹہ سر پر لیا ہوا۔چہرہ صاف تھا۔پھر بھی وہ حسین لگ رہی تھی۔عناق کی نظروں کا مرکز اس کے سراپے سے ہو کر اس کے سیدھے ہاتھ کی پشت پر ٹکی۔جہاں بینڈج تھی۔

وہ ایک ہاتھ میں کانٹا اور دوسرے میں چھوری پکڑے بس مہویت سا اسے تکنے لگا تھا۔ وہ اپنے آنکھوں کی پیاس بجا رہا تھا اسے دیکھ کر۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ڈائیٹنگ حال کے اندر داخل ہوئی۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ بس رسما مسکرائی۔

اس نے اپنی بیٹھنے کے لیے نظر ڈورائی۔ تبھی اس کی نظر عناق اور نگزیب پر گئی۔ وہ بھی اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے نیلی سوئیٹ شرٹ پر۔ گرے رنگ کا ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ بال جیل سے سیٹ تھے۔ وہ ہینڈسم دیکھ رہا تھا۔

لمحے بھر کے لیے۔ہیزل گرین آنکھیں۔ہیزل گرے آنکھوں سے ملیں۔پھر مرینا نے آنکھیں پھیر لیں۔

اس نے مقابل کی آنکھیں نہیں پڑھیں۔جس سے میں محبت اور خلوص ٹپک رہا تھا۔

وہ حارث کے ساتھ والی کرسی پر جا کر ٹکی۔کیونکہ وہ ہی خالی تھی۔جو عین عناق کے سامنے والی تھی۔

"یہ پلانگ تھی کیا۔"اس نے سوچا۔

عالمگیر فاروقی کھنکار۔عناق نے چونک کر نظر ہٹائی۔اور پھر پین کیک کھانے شروع ہو گیا۔مگر اب ہاتھوں میں سستی تھی۔

"گڈ مارننگ۔ جان دادا۔ کیسی طبعیت ہے اب؟" مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں اسکی طبیعت دریافت کی۔

وہ کچھ نہیں بولی بس سر خم دیا۔ البتہ اب چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔

اس کے بیٹھتے ہی حارث نے اسے جوس کا گلاس تھمایا۔ جو اس نے بے دلی سے تھاما۔ اس کا ابھی تک کچھ کھانے پینے کا من نہ تھا۔

اس نے ابھی جوس کا ایک گھونٹ لیا ہی تھا۔ جب اورنگزیب بول پڑے۔

"اسلام علیکم کیسی طبعیت ہے بیٹا؟" ان کے لہجے میں نرمی اور شفقت تھی۔

مرینا کو تعجب ہوا۔اس نے سر جھٹکا۔

اس نے گلاس واپس ٹیبل پر رکھا۔دونوں ہاتھ اپنی گود میں۔

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک۔آپ کیسے ہیں؟"اس نے احتراماً پوچھا۔ورنہ دل تو ان لوگوں کی شکل دیکھنے کا بھی نہیں کر رہا تھا۔

"الحمدللہ میں ٹھیک۔"وہ مسکرائے۔

"مرینا بیٹا تم کتنی بڑی ہو گئی ہو۔اور حسین بھی۔ماشاءاللہ!۔"فاریہ جو کب سے مرینا کو دیکھ رہی تھی اب بول پڑیں۔

www.novelsclubb.com

مرینا نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ وقت کے ساتھ ان کے چہرے پر بھی اثر ہوا تھا۔ ان میں چھجھریاں پڑھنے لگی تھیں۔ مگر وزن پھر بھی مینٹین تھا۔

مرینا نے پھر سنجیدگی سے سر کو خم دیا۔

"رپنزل! تمہاری دو فٹ لمبی زبان کہاں گئی۔ جو پہلے سب کے سامنے چلتی تھی۔" زارون تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

www.novelsclubb.com

حارث نے اسے ایک گھوری ڈالی۔ مگر وہ اثر لیے بنا کہتا گیا۔

"جو تم کہتی ہو کہ.. تم لوگوں کو بیچ آؤاور انہیں پتا بھی نہ چلے۔وہ کہاں گئی؟"معصومیت سے آنکھیں سٹپٹاہ کر جملا ختم کیا۔

مرینا کی بے ساختہ نظر عناق پر گئی۔جو سنجیدگی سے اپنا پین کیک مکمل کر رہا تھا۔ایک پین کیک پچھلے آدھے گھنٹے سے ختم نہیں ہوا تھا۔

مرینا نے لب بھینچ لیے۔مٹھیاں بھیچ لیں ورنہ ایک کھینچ کر اس کے منہ پر مکہ مارنے کا دل کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم شرافت سے نشاتہ کھاؤ گے۔یا پھر جوتے کھانے کا دل ہے؟"

صدام نے اسے ڈپٹا۔

نازیہ بیگم نے ہلکہ سا صدام کے کندھے پر مارا۔"وہ مزاق کر رہا تھا۔"پھر ساتھ زارون کو سنجیدگی سے گھورا۔

وہ منہ بنا کر پھر اپنا پراٹھا اور انڈا کھانے لگا۔

"بچے کو کیوں ڈانٹ رہے ہو۔"مسکراہٹ دبا کر اورنگزیب نے کہا۔پھر کپ اٹھا کر چائے پینے لگے۔

"ناشتہ کیوں نہیں کر رہی ہو؟بیٹا!۔"فاریہ اسے ناشتہ نہ کرتے دیکھ بولیں۔

www.novelsclubb.com

سب لوگ پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔اس مرتبہ عناق بھی تھا۔اس نے پھر پین کیک کھانے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

مرینا نے کچھ غیر آرام دہ ہو کر پہلو بدلا۔

"نہیں! تو۔جوس پی رہی ہوں۔" سامنے پڑے جوس کا گلاس جلدی سے ہاتھ میں پکڑا۔پر بدقت جبرا مسکرائی۔اس طرح جبرا مسکراتے ہوئے کسی دن اس کا جبڑا ٹوٹ جائے گا۔

یااللہ وہ کہاں پھنس گئی ہے۔

www.novelsclubb.com

"ناشتہ کرو گڑیا!۔" حارث نے تھوڑا سخت لہجے میں کہا۔اسے پتا تھا وہ نرمی سے ناشتہ نہیں کرے گی۔پھر اس نے اسکی پلیٹ میں آملیٹ اور بریڈ کے دو توس رکھے۔وہ جانتا تھا وہ پراٹھے نہیں کھاتیں تھی۔

اس نے نظر اٹھائی سب اسے دیکھ رہے تھے۔اس لیے۔بھاری دل کے ساتھ روکھا توس منہ میں دھونسا۔پھر ساتھ جوس کا گھونٹ بھرا۔

املیٹ اس نے نہیں کھایا اسے پتا تھا اگر اس نے کھایا تو ابھی الٹی کر دے گی۔

اسے کھاتے دیکھ عناق پھر اس آدھے پین کیک کے ساتھ لگ گیا۔

"حارث! مبارک ہو اب تم بھی بیوی والے ہونے والے ہو۔"اورنگزیب اب مسکراتے ہوئے حارث کی طرف متوجہ تھے۔

حارث نے سر کو خم دیا۔"شکریہ۔"

"خوش ہو!۔یا پھر زبردستی شادی کر دی جا رہی ہے؟"وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔

مگران کا سوال۔سب کے چہرے سپاٹ ہو گئے۔

"نہیں! میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

ماحول کے تناؤ کو سمجھتے ہوئے انہوں نے ہلکے سے کندھے آچکائے۔

www.novelsclubb.com

حارث پیچھے کو ہو کر بیٹھا۔وہ ناشتہ بھی کر چکا تھا۔جیسے اب سوال جواب راؤنڈ کے لیے تیار ہو۔

"نہیں! میرے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہوئی۔اپ کو کیوں لگتا ہے؟" چہرے پر نا سمجھی ظاہر کی۔پھر سادگی عناق کو ایک نظر دیکھا۔"اوہ۔نہیں میں اپنے ماں باپ کی ہر بات زور زبردستی سے نہیں مان لیا کرتا۔" طنز کیا گیا۔

عناق نے پلیٹ پرے دھکیلی۔اس میں وہ آدھ کھایا پین کیک اب بھی تھا۔اس نے کانٹا اور چھوری بھی پلیٹ میں رکھے۔

"تمہیں کس نے کہا میرے ساتھ زور زبردستی ہوئی تھی؟" اب وہ نیپکن سے ہاتھ پہنچ رہا تھا۔

"نہیں تو تیرہ سال کے بچے کو پتا تھا کہ نکاح کیا ہوتا ہے۔" وہ استہزایہ ہنسا۔

عناق نے نفی میں سر ہلایا۔"چاہیئے تیرہ سال کا بچا ہو۔یا پھر ایک تیس سال کا مرد نکاح کیا ہوتا ہے یہ اسکی اہمیت کیا ہے۔وہ سب کو معلوم ہوتی ہے۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے جوس کا گلاس لبوں سے لگایا۔چند گھونٹ بھرے۔پھر رکھ کر اٹھنے ہی لگا تھا۔کہ رکا۔

"جوس!۔"گلاس کی طرف اشارہ کیا۔

حارث نے دھیرے سے نا سمجھی سے سر نفی میں ہلایا۔ماتھے پر بل تھے۔

www.novelsclubb.com

"نہیں!تم بہت غصے میں لگ رہے ہو تو مجھے لگا تمہیں ڈھنڈھے کی ضرورت ہے۔"سادگی سے مسکراتے ہوئے کہا گیا۔تپانے کے لیے۔

حارث نے لب بھینچ کر ضبط کیا۔

"نہیں چاہیے!۔"اسے دیکھتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔پھر گلاس ٹیبل پر رکھا۔

Excuse me!.

کہتے ہوئے وہ کرسی دھکیل کر اٹھا۔اور ڈائیٹنگ حال چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

سب اس کی پشت کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

☆☆☆☆☆

سہ پہر ڈھل رہی تھی۔مرینا چھت پر کھڑی ہو کر سامنے ڈھلتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔جس میں سے پیلی اور نارنجی کرنیں پھوٹتی ہوئیں پورے آسمان پر پھیل رہی تھیں۔

سن سیٹ دیکھنا کیسے نہیں پسند اسے بھی پسند تھا۔

وہ سامنے لوہے کی ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکائے ہوئے تھی۔ سر اوپر کیے۔ ہیزل گرین آنکھیں ڈھلتے سورج پر ٹکی ہوئی تھیں۔

وہ آج کی سارے دن کی روداد سوچ رہی تھی۔ سارا دن کیا ہوا؟ اس نے کیا کیا؟ اور.....

وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے نکلی جب اسے وہ مانوس خوشبو اپنے ارد گرد محسوس ہوئی۔

دفعتاً اسے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی محسوس ہوئی۔ جیسے اس کے ساتھ آ کر کوئی کھڑا ہوا ہو۔ وہ کچھ نہیں بولی وہ اس کی خوشبو سے پہچان گئی تھی کہ وہ کون تھا۔ وہ چار سال کی عمر میں بھی اس کی خوشبو سے اسے پہچان لیتی تھی۔ اب وہ تو اس کی محبت تھا اور شاید نفرت بھی۔ وہ فیصلہ نہ کر سکی۔

چند لمحے، چند منٹ خاموشی کے نظر ہو گئے۔

پھر خاموشی کو توڑا گیا۔ جیسے اس یہ خاموشی پسند نہ آئی ہو۔

"کیسی ہو تم؟"

بہت دھیرے سے اس نے کہا۔

وہ لمحہ بھر کو چونکی۔ یہ سب اسکے لیے غیر متوقع تھا۔ اسے اس کے بولنے کی امید نہ تھی۔

"آپ کو کیسی لگ رہی ہوں؟"

ایک گہری سانس لیتے ہوئے وہ بولی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے تو ہمیشہ کی طرح حسین لگ رہی ہو۔"

سادگی سے کہتے ہوئے اس نے شانے اچکائے۔

مرینا نے بے ساختہ گردن موڑ کر اسے دیکھا، کہ گردن چٹخنے کی آواز آئی۔

اسے اپنی طرف دیکھتے عناق ہلکہ سا مسکرایا۔ مرینا کے رخسار سرخ ہوئے۔ اس نے نظریں چرائیں۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر جھوڑے سے لٹکتی ہوئی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا۔

عناق اس کا ہر عمل حفظ کرتا جا رہا تھا۔ کسی متاعِ حیات، کسی متاعِ جاں کی طرح، کسی جاندار یاد کی طرح۔ جیسے دیکھتے ہوئے وہ جیتا ہو۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ گزرتے لمحے کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

اس کی نظر اس کے ریکنگ پر ٹکے ہاتھ پر گئی جہاں بینڈج تھا۔ اسے کتنی تکلیف ہوئی ہو گی۔ کیا اسے ابھی بھی تکلیف تھی۔ ہاتھ میں درد تھا؟

وہ پھر سے آسمان کو دیکھنے لگی۔ جہاں سورج آدھا ڈوب چکا تھا۔ آدھا بچا تھا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟"

آواز دھیمی تھی۔ اب وہ بھی سامنے ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگا۔

ان کی پشت سے دیکھو تو وہ دونوں سامنے کھڑے تھے۔اور اوپر ڈھلتا ہوا سورج۔آسمان نارنجی اور سیاہ کرنوں میں ڈوبا ہوا تھا۔وہ ایک آرٹسٹ کی بہترین پینٹنگ کا منظر پیش کر رہے تھے۔

"آپ ایسا کو کیوں لگتا ہے؟"

"بس مجھے پتا ہے۔"شانے اچکائے۔

www.novelsclubb.com

"اچھا۔"اسے حیرت ہوئی۔

"ہوں۔"اس نے ہنکارہ بھرا۔

اب آسمان ہلکہ ہلکہ سیاہ ہونے لگا تھا۔رات سیاہی کی چادر دھیرے دھیرے اوڑھنے لگی تھی۔

"تمہیں سن سیٹ دیکھنا پسند ہے؟ جتنا مجھے یاد ہے۔ تمہیں پسند نہیں تھا۔"

وہ خود بات بڑھا رہا تھا۔وہ خود اس کے ساری زندگی اس طرح بات کرنا چاہتا تھا۔اس لیے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"پہلے نہیں تھا۔اب پسند ہے۔"کندھے اچکائے۔

"کیوں؟"وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

مرینا چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔

"کیوں کہ سورج اپنے ساتھ انسانوں کے سارے گناہ اور ان کا عذاب لے کر ڈھلتا ہے۔اور پھر لوگ رات کی سیاہی میں نئے گناہ کرتے ہیں۔پھر سورج نئے دن کے ساتھ ابھرتا ہے۔مگر لوگ گناہ کرنا نہیں چھوڑتے۔"اس کی آواز دھیمی تھی۔کسی خوبصورت چلتی جھیل کی طرح۔یہ عناق نے محسوس کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم بابا کو معاف...."

اس کے لبوں میں الفاظ رہ گئے۔جب مرینا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بے رکھی تھی نہیں کچھ اور نفرت نہیں عناق کا دل دہلا وہ اس سے نفرت نہیں کر سکتی اس نے سر جھٹکا۔اور چہرہ سپاٹ تھا۔نہیں مگر وہ اس کی آنکھوں سے آتے اس نفرت کے لاوے سے

کیسے منہ موڑے۔وہ لوگوں کی آنکھیں پڑھنے میں ماہر تھا۔اج اسے اس کی آنکھیں پڑھنے والی مہارت سے کوفت ہوئی۔

"معافی قاتل کی نہیں ہوتی۔اور کم از کم ایک ماں کے قتل کی نہیں۔"

اس کی آواز غصے اور غم کی شدت سے کانپی۔انکھیں گیلی ہونے لگیں۔

عناق کا پھر دل کیا۔وہ ان آنسانوں کو پہنچے۔اس نے اس کی آنکھوں سے نظریں چرائیں۔

www.novelsclubb.com

"اگر میں یہ ثبوت لے آیا کہ، بابا بے کشور ہیں تو کیا تم انہیں معاف کر دو گی؟"وہ ایک امید کے تحت بولا۔

مرینا نے آنکھیں ہاتھ کی پشت سے رگڑیں۔ پھر سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں کیوں کہ ہر جرم کرنے والا۔اپنی صفائی یا بے گناہی کے ثبوت لاتا ہے۔اور میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔"لہجا دوٹوک تھا۔

"مگر....."اس نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر مرینا نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"نہیں اگر آپ نے پھر ان کی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کی تو میں آپ سے بھی....."

وہ آگے بھی کچھ بولنے والی تھی۔ مگر عناق جھٹ سے بولا۔

"نہیں اس کے آگے کچھ مت کہنا۔" وہ ڈر گیا۔اس کا دل تیزی سے دڑ کھا اس کی بات سمجھنے سے۔اسے پتا تھا وہ کیا کہنے والی تھی۔

مرینا نے سمجھتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلایا۔پھر وہ مڑی اور لمبے لمبے ڈھگ بھرتے دروازے تک پہنچی عناق بھی چہرہ موڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔پھر ڈھب ڈھب سیڑیاں اترتے نیچے چلی گئی۔

عناق نے پھر سے چہرہ سامنے موڑ لیا جہاں سورج اب پورا نہیں مگر پھر بھی ایک کیلے جتنا ڈوبنا بچا تھا۔وہ وہیں کھڑے ہو کر اس ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگا۔

☆☆☆☆☆

رات نے ہر سو سیاہی کے پر پھیلائے۔چاند پوری آب و تاب سے فلق پر ابھرا ہوا تھا۔اس وقت اسلام آباد کی وسیع اور چوڑے روڈ پر بھاگتی ہوئی رینج رؤور دیکھائی دے رہی تھی۔روڈ کے وسط میں برے درخت لگے ہوئے تھے۔ان کے بیچ میں لگی اسٹریٹ لائیٹس روشن تھیں ۔دوسری طرف پھر روڈ تھا۔

بھاگتی ہوئی گاری تھوری سست ہوئی سامنے ٹریفک سگنل تھا۔ تھوری دیر بعد وہ گاڑی ٹریفک سگنل کے پول کے پاس رکی ہوئی دیکھائی دی۔

لال بتی چلی ہوئی تھی۔اس نے اکتاہٹ سے کلائی میں باندھی گھڑی دیکھی۔ پھر سگنل کو۔وہ اب بھی لال تھا۔

وہ اسٹیر نگ ویل۔انگلیوں سے بجانے لگا۔اوپر نیچے۔نیچے اوپر۔ جس کی آواز نہ تھی۔ مگر انگلیوں کی حرکت سے ٹھک ٹھک محسوس ہوتی تھی۔

www.novelsclubb.com

ٹریفک سگنل پیلا ہوا۔اس نے گہری سانس لے کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر بیک ویو مرر میں دیکھا۔اس کے پیچھے بھی بہت سی گاڑیاں ٹریفک سگنل کے انتظار میں کھڑی تھیں۔

تبھی ایک گاڑی آئی اور زن سے سگنل ٹور کر چلی گئی۔اس کا منہ کھل گیا۔یہ اچھا ہے وہ پچھلے ایک منٹ سے یہاں کھڑا تھا۔اور وہ آدمی بنا کوئی فرق لیے آگے بڑھ گیا۔اس نے سر جھٹکا۔

پھر سامنے دیکھا سگنل نے بلا آخر ہری جھنڈی دیکھائی۔اس نے گاڑی زن سے آگے بڑھائی۔

اب وہ سیاہ رینج رؤور پھر سے اس چوڑی اور اسٹریٹ لائیٹس میں روشن روڈز پر بھاگتی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی۔

سیاہ،نیلے رنگ سے بنا اور آراستہ ملک مینشن کی گھر کے باہر کی لائیٹس کھولی ہوئی تھیں۔ کھڑکیوں پر سے پردے سرکائے ہوئے تھے۔اندر جھانکو تو سیاہ اور نیلے رنگ کے اوپن کچن میں ارحان موجود تھا۔وہ نیلے رنگ کی ونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔شب خوابی کے لباس میں۔

اس کے سامنے سیاہ کاؤنٹر ٹاپ پر لیپ ٹاپ کھولا ہوا تھا۔اور مسلسل اس پر کیس دبا رہا تھا۔

"پتا نہیں آج اس انٹرنیٹ کو لیا ہو گیا ہے۔" وہ خود سے بڑبڑایا۔لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

لیپ ٹاپ کی اسکرین پر گول دائرہ گھوم رہا تھا۔گول گول۔

اس کے ساتھ دو اور ونگ چیئرز رکھی ہوئی تھیں۔کاؤنٹر ٹاپ کے وسط میں واش بیسن تھی۔ اس کے تھوڑا آگے۔پھلوں سے بھری ہوئی بھوری ٹوکری۔جس میں سے۔لال۔سبز۔پیلے۔ پھل جھلک دیکھا رہے تھے۔

واش بیسن کے آگے جھانکو تو سامنے۔کچن آراستہ تھا۔ساتھ دو کافی مشینس رکھی تھی۔اسی کونے میں پڑا۔ڈبل ڈور سیاہ فرج۔

انصر ملک انٹر پرائز کے کچھ کام کی وجہ سے شہر سے باہر تھا۔چھوٹے موٹے کاموں کے لیے انصر اِدھر اُدھر بھٹکتا تھا۔ارحان ان کاموں کے لیے نہیں جایا کرتا تھا۔

وہ سیاہ رینج رؤور ملک انٹر پرائز سس کے برے سیاہ جالی دار گیٹ کے سامنے رکی۔گارڈ نے اسکی گاڑی دیکھتے ہوئے گیٹ کھولا۔اس نے سر کے خم کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔پھر گاڑی پورچ میں روکی۔

پھر وہ باہر نکلا۔سفید ٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ چینز میں ملبوس۔بال جیل سے سیٹ کیے ہوئے ۔پیروں میں سفید سنیکرز۔

وہ لکڑی کا دروازا دھکیل کر اندر آیا۔ سامنے خوابیدہ سی روشن رہدری تھی۔ جس کی دیوار کے ساتھ۔ ٹیبل لگی ہوئی تھی۔ اس کے اوپر ایک شیشہ۔ وہاں سے وہ گزرا تو اس شیشے میں اس کا عکس دیکھائی دیا۔

"سر کہاں ہے؟" سامنے کھڑے ملازم سے پوچھا۔

اس نے انگلی سے بائیں طرف اشارہ کیا۔ وہ سر کو خم دیتا آگے بڑھ گیا۔

سامنے اسے وہ ونگ چیئر پر بیٹھا دیکھائی دیا۔ اس کی طرف ارحان کی پشت تھی۔ مگر یہاں سے بھی وہ اس کے بکھرے ہوئے بال دیکھ سکتا تھا۔ اس نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

ارحان اپنے کام میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ اسے کسی کہ آنے کے بارے میں پتا نہ چل سکا۔

وہ مسکراہٹ دبائے آگے بڑھا۔ پھر ونگ چیئر قدرے آواز سے دکھیلی۔

کرسی دیکھلنے کی آہٹ پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اگلے پل وہ ساکت۔ جامد۔ شل۔

اس کے سامنے اپنی پوری وجہہ پر سنیلٹی لیے عناق اور نگزیب کھڑا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ منہ کھولے۔ آنکھیں پھیلائے۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو؟" عناق نے اس کے آگے چٹکی بجائی۔ وہ ہوش میں آیا۔

پھر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورنے لگا۔

"کیا؟" کہتے ہوئے وہ اس کی ساتھ والی ونگ چیئر دکھیل کر بیٹھا۔

وہ اب بھی اسے گھور رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہوتا ہے ارحان تم اکیلے ہو۔ شاید اس لیے۔

Hallucinat

کر رہے ہو۔'

وہ اپنے آپ سے بولا۔ پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

جہاں اب بھی۔ وہ دائرہ گھوم رہا تھا۔ گول گول۔

عناق نے رکھ کر اس کے کندھا پے ایک مکہ جھرا۔

"آہ۔' وہ کڑہا اٹھا۔ "تم؟" پھر بے یقینی سے چیخا۔ اور کھڑا ہو گیا۔

"نہیں! میرا بھوت۔" عناق نے دانت پیسے۔

www.novelsclubb.com

"تم اندر کیسے آئے؟" وہ اب بھی حیرت زدہ تھا۔

"بھوت لوگوں کے گھروں میں کسی سے پوچھ کر داخل نہیں ہوتے۔" پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

سامنے کافی مشین تھی۔"میں تھک گیا ہوں۔کافی پلاؤ۔"پھر رکا۔

"یا مہمان کی خاطر داری کرنا تک بھول گئے ہو؟"طنز تھا۔

ارحان بے ساختہ اس تک آیا۔"کھڑے ہو!۔"

وہ سنجیدہ تھا۔

عناق نے آبرو نا سمجھی سے اکھٹے کیے کھڑا ہوا۔

ارحان نے اسے کھینچ کر گلے لگایا۔وہ مسکرایا۔پھر اس کے گرد کس کے بازوؤں باندھے۔

www.novelsclubb.com

"عناق میرے بھائی۔تم آ گئے۔پتا ہے تمہیں میں نے کتنا مس کیا؟۔آئی لو یو۔"

خوشی میں اسے معلوم نہ ہوا وہ کیا بولتا گیا۔

عناق اسے الگ ہوا۔

"بس تم میری بیوی نہیں ہو جو مجھ سے اتنا چپک رہے ہو۔اور اظہار محبت کر رہے ہو۔" ناگواری سے کہتے ہوئے۔کندھے جھارے۔

"میں نے اپنی بیوی کے الاوہ اپنے آپ سے کسی کو گلے لگانے کی اجازت نہیں دی۔"

ارحان نے اسے گھورا۔

www.novelsclubb.com

"جسٹ شٹ اپ۔" پھر وہ فرج کی طرف گیا۔فرج کھولا۔کریمر نکالا۔

پھر مڑ کر اسے دیکھا جو ونگ چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے۔اپنے اطراف کے جائزہ لے رہا تھا۔

"ویسے مجھے یقین ہے۔بیوی کے گلے لگنا کا شرف تمہیں کبھی نصیب نہیں ہوا ہو گا۔"

مسکراہٹ دبائے وہ بولا۔پھر واپس مڑ کر کیبنٹ کھول کر کافی بینز کا جار نکالا۔

عناق نے اس کی پشت کو گھورا۔

“Americano or decaf.”

کافی مشین میں بینز ڈالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"بلیک کافی۔ساتھ ون شوٹ ملک۔"

"صاف بولو امریکانو۔پوچھا تو صحیح۔"ارحان نے اسے دیکھ کر گھورا۔

"صاف بات نہ کرنا تم کبھی زندگی میں۔"

"میری مرضی۔"

عناق نے سادگی سے کندھے اچکائے۔

ارحان نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

www.novelsclubb.com

"تم میرا ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔ تو وہ ہو؟" اس نے پیپ ٹاپ دکھیل کر اپنے سامنے کیا۔ جس میں وہ دائرہ گھوم رہا تھا۔

"عناق! کچھ مت کرنا اس کے ساتھ۔اس میں میرے امپورٹنٹ ڈوکیومنٹس ہیں۔"

وہ وہیں کھڑے ہو کر چلائیا۔کافی مشین کے نیچے نیلے رنگ کا مگ رکھا تھا۔جس میں ٹپ ٹپ۔بوندے۔براؤن رنگ کی کافی کے گرنے لگے۔

"رکو میں دیکھتا ہوں!۔"اب وہ مختلف کیس دبا رہا تھا۔

اب کے ارحان کچھ نہیں بولا اسے پتا تھا۔وہ اپنا کام کر کے ہی مانے گا۔

www.novelsclubb.com

نیلا مگ بلیک کوفی سے بھر گیا۔پھر اس نے۔ایک میجر اسپون لیا۔اس میں کریمر بھرا پھر مگ میں انڈیلا۔یہ اس کی کافی تھی۔

تب تک دوسرا مگ بھی بلیک کافی سے بھر گا۔اس میں اس نے ایک چمچ کریمر ڈالا۔دونوں مگ کافی کے ریڈی ہو گئے۔

پھر ان مگس کو لیکر وہ واپس اپنی جاگا پر آ کر بیٹھا۔مگ سامنے رکھے۔

عناق نے اپنا مگ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔"اوں ہوں۔" نفی میں سر ہلایا۔

ارحان چونکہ۔"کافی اچھی نہیں ہے کیا؟"

"نہیں! میں اس کی بات کر رہا ہوں یہ ہو کیوں نہیں رہا۔" ساتھ پھر سے چند بٹن دبائے۔

www.novelsclubb.com

ارحان اپنے مگ سے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔

"یہ ہے کیا چیز۔جو کھول نہیں رہی۔نیٹ کے سگنلز تو فل ہیں۔"اسے تعجب ہوا۔

"پتا نہیں۔ایک میل آئی تھی۔اس میں ویڈیو تھی۔وہ ہی نہیں کھول رہی۔"ارحان کندھے جھٹک کر پھر گھونٹ لینے لگا۔

www.novelsclubb.com

اس نے اب ایک کی دبائی۔دائرہ گھومنہ بند ہو گیا۔ایک وڈیو کھولنے لگی۔

"یہ دیکھو۔" عناق تیزی سے بولا۔اس نے مگ میں سے صرف ایک گھونٹ لیا تھا۔وہ اب وہیں کاؤنٹر ٹاپ پر پڑا تھا۔

اسکرین کالی تھی۔بس پیچھے چھت پر سے لٹکتا بلب وسط میں زرد روشنی بکھیر رہا تھا۔جو اس آدمی کے چہرے تک نہیں پہنچتی تھی۔وہ آواز عجیب سی تھی مشینری۔موٹی اور رہ رہ کر ابھر رہی تھی۔

"عناق اورنگزیب مجھے پتا ہے۔تم واپس آ گئے ہو۔تم واپس چلے جاؤ۔ورنہ اپنی بیوی۔یا سالے سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔جس طرح بیس سال پہلے ساس سے دھوئے تھے۔"

اتنا کہتے ہوئے وہ وڈیو ختم ہو گئی۔

ارحان نے تیزی سے کیس دبائیں مگر وہ وڈیو واپس نہیں کھولی۔وہ کریک ہو گئی تھی۔

عناق ساکت تھا۔جامد۔

اس ایک ویڈیو سے وہ سمجھ گیا تھا۔کہ یہ کس نے بھیجی ہے۔

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔غصے کے باعث ماتھے پر بل پر گئے۔

www.novelsclubb.com

ارحان نے لیپ ٹاپ پوری قوت سے پٹخ کر بند کیا۔پھر اس کی طرف مڑا۔

"عناق میری طرف دیکھو۔"اس نے اس کے ہاتھ پکڑے۔عناق نے اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھا۔جہاں۔فکر مندی تھی۔ڈر تھا۔

"تم کچھ نہیں کروگے۔اسے جو کرنا ہے۔وہ کرے تم اس میں نہیں پڑوگے۔میں نہیں چاہتا تمہیں کچھ ہو۔تم میری بات سمجھ رہے ہو۔"وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

اس نے بے خیالی میں سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

اس کے اعصاب پر غصا غالب تھا۔وہ جانتا تھا۔اسے کیا کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆

"کیا ٹائم ہو رہا ہے؟"

وہ سنیمن رول کی ٹرے آون میں رکھ رہی تھی۔ جس میں ٹوٹل آٹھ موجود تھے۔ دائیں طرف چار۔ بائیں طرف چار۔

زارون جو سلیب سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑا تھا۔ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ وہ دونوں راجپوت محل کے کچن میں کھڑے تھے۔

"گیارہ بج کر نو منٹ۔"

"ہوں۔" مرینا نے سر ہلایا۔ "تیس منٹ کے اندر یہ بیک ہو جائیں گے۔"

اس نے اندازہ لگایا۔

www.novelsclubb.com

زارون کے آبرو تعجب سے اکھٹے ہوئے۔

"ہم نے جو وڈیو دیکھی تھی۔اس میں تو چالیس منٹ رکھنا تھا۔ نہیں؟"

وہ جیسے خود یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مرینا نے اثبات میں سر ہلایا۔"ہاں!۔ مگر میں نے یہ فرسٹ ٹائم بنائیں ہیں۔ سو اس لیے احتیاطاً کہ یہ اؤر بیکڈ نہ ہو جائیں۔"

www.novelsclubb.com

"تم نے رپنزل۔"اس نے آبرو آچکا کر پوچھا۔

کیونکہ مرینا نے صرف رول کی فلنگ کی تھی۔اس کا آٹا گوندنا۔اور گلیز زارون نے بنایا تھا۔وہ کچن میں اچھا تھا۔مرینا نے بس دار چینی جوان کے اندر بھرنی تھی،وہ مسالا تیار کیا تھا۔

مرینا نے خفا نظروں سے اسے دیکھا۔"مطلب ہم نے۔"پھر خفیف سی سر کو جنبش دی۔

کل حارث کی برتھ ڈے تھی۔مگر وہ آج رات بارہ بجے اسے سرپرائز دینے کا سوچ رہے تھے۔ مرینا تو کیک بنانے سے رہی۔سو انہوں نے، سنیمن رولز بنانے کا سوچا۔

www.novelsclubb.com

سنیمن رولز دراصل دار چینی کا رول ہے۔ایک میٹھا پکا ہوا آٹا۔جس میں دار چینی بھری ہوئی ہوتی ہے۔خمیر کے ساتھ خمیر والے بھرپور آٹے سے بنا ہوا ہوتا ہے،ان کی خصوصیت آٹے کی چادر کو رول کرنے کی وجہ سے ہے جس میں میٹھی دار چینی بھری ہوئی ہوتی ہے۔

پھر اس کے اوپر دودھ سے بنا ہوا گلیز لگاتے ہیں۔

یہ 20ویں صدی کے اوائل میں سویڈن میں نمودار ہوا تھا پھر دھیرے دھیرے پوری دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔

"تم نے اس میں چینی ڈالی تھی؟"

اب وہ دُودھ سے بنی گلیز کو چمچ سے ہلا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

زارون نے سر کھجایا۔"ہاں....."پھر رکا۔"شاید۔"

مرینا نے حیرت سے اسے تکا۔"شاید مطلب؟"

اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں اب کے غصا ابھرا۔

"مجھے شاید کا مطلب شاید پتا ہے۔"اس نے کندھے آچکائے۔

مرینا کا دل کیا اس کا یہ تھوبڑا توڑ دے۔

"ابھی کے ابھی میری نظروں کے سامنے سے دفاع ہو جاؤ۔اس سے پہلے میں یہ گرم چمچا تمہارے خوبصورت تھوبرے پر دے ماروں۔"

وہ غرائی۔

زارون مسکرایا۔چڑانے والی مسکراہٹ۔

"تم مانتی ہو نہ کہ میرا تھو برا خوبصورت ہے۔"

"اِدھر آؤ۔" وہ آگے بھری۔ مگر پہلے ہی زارون دروازے پار کر کے باہر بھاگ گیا۔

"موٹا سانڈ۔" وہ تیز بڑبڑائی۔

اسی وقت دروازے کے فریم میں وہ نمودار ہوا۔

www.novelsclubb.com

"میں موٹا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی سانڈ۔ روز جم جاتا ہوں۔" اس کے علم میں اضافہ کیا۔

مرینا اب کہ پلٹی اسکے ہاتھ میں بیلن تھا۔

اس نے پھنکا۔ مگر اسی وقت زارون تھورا سڑک کر باہر ہوا۔اور وہ بیلن سیدھا۔عناق کے پاس گیا۔جو بدوقت اس نے کیچ کیا۔

"یہ کیچن سے اماوں کے اصلاح باہر کیوں آرہے ہیں۔" وہ حیرت سے بیلن کو دیکھتے ہوئے بولا۔

پھر سامنے دیکھا۔جہاں مرینا آنکھیں میچے کھڑی تھی۔

صبح کی نسبت۔اب اس نے ہلکہ پیلے رنگ کی شلوار قمیض پہنے ہوئی تھی۔اسی کا پیلا دوپٹہ سر پر لیا ہوا تھا۔سادگی میں بھی حسین لگ رہی تھی۔

وہ ابھی ارحان کے گھر سے آیا تھا۔تو اس نے کیچن سے آتی آوازوں کی وجہ سے یہاں کا رخ کیا۔ کہ اس وقت کون کچن میں ہے؟

وہ کچن کی چوکھٹ پر کھڑا تھا۔اس نے تھوڑا سر اندر کر کے دیکھا۔بس ایک کچن سلیب خراب تھا۔اس پر آٹا اور کچھ دودھ کی بوندے گری ہوئی تھیں۔چند برتن واش بیسن میں بھی تھے۔

"یہ تم دونوں نے کچن میں کشتی کھیلی ہے؟"اس نے دونوں کو حیرت سے باری باری دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں!۔ہم کچھ بنا رہے تھے۔"مرینا خود کو اپنی کاروائی سے کمپوز کر چکی تھی۔تبھی پر سکون سی بولی۔

"کیا؟"اس نے آبرو اٹھا کر پوچھا۔وہ اب بھی چوکھٹ میں کھڑا تھا۔زارون اس کے بائیں طرف۔مرینا سامنے۔

"دیکھیں۔"اس کی جگہ زارون آگے ہو کر بولا۔"رپنزل کو کوکنگ کا سی تک نہیں آتا۔مگر وہ بیکنگ کا بی ٹرائے کر رہی تھی۔"اس نے کہا پھر مرینا کو دیکھا جو اس گھور رہی تھی۔

"مطلب کر رہے تھے۔"پھر تصحیح کر کے پیچھے ہوا۔

www.novelsclubb.com

"اتنی رات کو کوکنگ...."

"بیکنگ۔"زارون نے ٹوکا۔

عناق نے اسے ہیزل گرے آنکھیں چھوٹی کر کے خفگی سے گھورا۔اسکی آنکھیں اور پر کشش لگنے لگی۔مرینا کو یہ محسوس ہوا تھا۔

"ہاں وہی رات کو بیکنگ کابی کیوں ٹرائے کر رہے تھے۔تم دونوں۔"

اب اس نے مرینا کو دیکھا۔ماتھے پر نا سمجھی کی لکیریں تھیں۔

"آپ بھول گئے ہیں۔کل حارث بھائی کا برتھ ڈے ہے۔سو ہم دونوں انہیں سرپرائز دے رہے تھے۔"زارون پھر بیچ میں کودا۔

عناق کی ماتھے کی لکیریں ختم ہوئی۔مگر اب ان کی جگہ حیرت کی لکیروں نے لے لی۔

"آج حارث کا برتھ ڈے ہے؟" قدرے بے یقینی سے پوچھا۔

زارون نے نفی میں سر ہلایا۔ مرینا نے ماتھا پیٹا۔ اسے پتا تھا وہ موٹا بھالو کیا کہے گا۔

"آج نہیں بارہ بجے کے بعد۔" تصحیح کی گئی۔

عناق نے اس کا کان کھینچا۔

www.novelsclubb.com

"آہ بھائی درد ہو رہا ہے چھوڑیں۔" وہ نکلی درد سے کڑھانے لگا۔ کیونکہ عناق کی گرفت ہلکی تھی ۔جو بس پکڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کھینچتی ہوئی نہیں۔

"تو نو ٹنکی باز میں نے بھی تو یہ ہی بولا تھا نہ۔" عناق نے دانت کچکچائے۔

زارون نے نفی میں سر ہلا کر منہ کھولنا ہی چاہا تھا۔ کہ اس سے پہلے ہی عناق نے اس کی منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

وہ "اوں، اوں" کرتا رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

مرینا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

عناق نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کو ہنستے دیکھ اس کے دل اور وجوف میں ایک سکون کی لہر تھی جو ڈور گئی۔ وہ بس اسے دیکھے گیا۔ بنا پلکھ جھپکے۔

چند لمحے گذرے۔وہ دیکھے گیا۔

زارون نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی وہ جیسے چونک کر ہوش میں آیا۔

پھر اسے دیکھا۔"کیا ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں ہے۔شاید آپ کہیں اور چلے گئے تھے۔"اس نے اور پر زور دیا۔

www.novelsclubb.com

مریناب واپس کچن کی طرف مڑ گئی،وہ گلیز کے اندر چینی ڈال رہی تھی۔عناق کو اس کی پشت سے اس کے ہاتھ میں پکڑے جار کی جھلک دیکھائی دی۔جس پر بڑا سا ایس لکھا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

راجپوت محل کے چمنی والا سفید سنہری ڈرائینگ روم کی ایک دیوار سیاہ اور سرخ رنگ کے گباروں کے فریم کے ساتھ سجائی گئی تھی۔

جسلن میں سے کچھ غبارے زمین پر بھی گرائے گئے تھے۔دیوار پر سیاہ پردا لگایا گیا تھا۔جس پر بڑا سالا ئیٹس کی مدد سے،پیپی پر تھ ڈے لکھا ہوا تھا۔

چھت سے لٹکتے فانوس بھی روشن تھے۔جو سنہری روشنی پورے ماحول میں بکھیرے ہوئے تھے۔

وہاں کے ایل شپ صوفوں پر گھر کے سب لوگ براجمان تھے۔

www.novelsclubb.com

"حارث کب تک آئے گا؟" عالمگیر فاروقی نے ایک نظر گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بابا! وہ دوستوں کے ساتھ گیا تھا۔ میں نے تو کہا تھا جلدی آجانا اب پتا نہیں کب آئے؟" صدام کی لاعلم سی آواز ابھری۔

عالمگیر فاروقی نفی میں سر ہلاتے ہوئے پھر اورنگزیب سے بات کرنے لگے۔ وہ دونوں ساتھ بیٹھے تھے۔

www.novelsclubb.com

اس دیوار کے آگے تین لمبی اور پتلی میزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کی ترقیب کچھ اس طرح کی تھی کہ بیچ والی تھوری لمبی۔ اور اس کے ارد گرد وہ دونوں اس سے تھوری چھوٹی۔

دائیں طرف والی پر بکے۔ جند گفٹس رکھے ہوئے تھے۔ بیچ میں رکھی لمبی والی کھالی تھی۔ جس پر کیک رکھنا تھا۔ بائیں طرف والی پر مرینا اور زارون کی کارکردگی رکھے جانے والی تھی۔

"کیک میں نے آرڈر کر لیا تھا۔ آتا ہی ہو گا۔" اورنگزیب نے کہا۔

ان کی بات پر فاریہ جو نازیہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے انہیں دیکھا۔

"کب تک آئے گا؟ بارہ ہونے ہی والے ہیں۔ اگر کیک سے پہلے حارث آگیا تو؟" ان کی آواز میں تشویش تھی۔

"دیکھتے ہیں۔' انہوں نے کندھے اچکائے۔

www.novelsclubb.com

کوئی مسلئہ نہیں مرینا کے بنائے ہوئے رول کاٹ دیں گے۔"نازیہ بیگم ان تینوں کو اندر داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

جہاں مرینا کے ہاتھ میں سنہری ٹرے تھی۔وہ سنیمن رولز کو سنہری ٹرے میں شفٹ کر چکی تھی۔

وہ ان کی بات پر مسکرائی۔

"ہاں کیوں نہیں۔'خوشی دلی سے کہا۔

www.novelsclubb.com

زارون کا منہ بگڑا۔

"ہم نے۔'تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔

مرینا اسے نظر انداز کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ٹرے اس چھوٹی والی میز پر رکھی۔پھر مڑی تب تک زارون عناق وہ دونوں بھی صوفوں پر بیٹھ چکے تھے۔

"بھائی کب تک آئیں گے۔"اس نے صدام کو دیکھا۔

"پتا نہیں بچے۔"وہ لاعلمی سے مسکرائے۔

اہم جگہ پر دیر سے پہنچنا اسکی پرانی عادت میں شامل ہے۔"عناق نے موبائل دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

سب خاموش ہو گئے

۔

خاموشی پر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

ان سب کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا۔

“Spitting the fact.”

مسکراتے ہوئے کندھے اچکائے۔ہاب سب کو سچ بتانا اس کی ذمے داری تھی۔

تبھی گاڑی کے ہارن بجنے کی آواز آئی۔

مرینا ہارن سنتے ہی چونکی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

“So everyone take your places.

زارون بھائی جب داخل ہونگیں تم ان پر پارٹی پوپر پھینکو گے۔" پھر وہ صدام کی طرف مڑی۔

پاپا آپ لائیٹس اون کرو گے۔باقی کھڑے ہو کر انہیں وش کریں گے اوکے۔"

سب نے بدقت سر ہلایا۔

"اور میں۔" عناق نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ مرینا نے اسے ایک نظر دیکھا۔

"آپ چپ چاپ کھڑے رہیں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ بتی بند کرنے گئی۔

وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ سب لوگ دبی دبی ہنسی ہنسے۔

www.novelsclubb.com

کہتے ہوئے وہ سوئچ بورڈ کی طرف گئی لائیٹس بند کیں۔

حارث جو داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔اس نے ڈرائیونگ روم کا دروازا کھولے دیکھ اسے تعجب ہوا وہ اس کی طرف بڑھا۔عین اسی وقت اس نے بتیاں کھول دیں۔کمرا روشن ہوا۔

سب ایک ہی آواز میں چلائے۔

"ہیپی برتھڈے ٹو یو۔"عناق بھی ان میں شامل تھا۔

کیک ابھی تک نہیں آیا تھا۔

حارث کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیلیں۔لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"یہ سب کیا ہے۔"اس نے بے یقینی سے اپنی ارد گرد سجاوٹ دیکھی۔

بھائی۔آپ کی برتھے ڈے ہے ناں تو سجاوٹ کی ہے۔"زارون پھر بیچ میں بولا۔

عناق نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہیں بیچ میں بولنے والے کیڑے نے کاٹا ہے؟"

زارون منہ بسور کر چپ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"کیک تو آیا ہی نہیں۔" فاریہ بیگم کی پریشان آواز ابھری۔

سب کے منہ سے پھر یکجا "اوہ" نکلا۔

"کوئی بات نہیں ہم رولز کاٹ لیتے ہیں۔" نازیہ بیگم نے اپنی بات پھر دہرائی۔

حارث مسکراتا ہوا اس سجاوٹ کی دیوار تک پہنچا پھر مرینا کا سر چوما۔

"یہ سب میری گڑیا نے کیا ہے ناں۔" وہ پر یقین تھا۔

مرینا نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

اس نے اسے گلے لگایا۔ "تھینک یو گڑیا۔"

"یہ سب ہو گیا ہو تو۔ پارٹی شروع کریں۔" عناق نے ناگواری سے کہا۔

اس کا اشارہ گلے لگنے اور سر چومنے کی طرف تھا۔ اسے حارث کو مرینا کو گلے لگانا اور سر چومنا چبھا تھا۔

www.novelsclubb.com

حارث نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔وہ سب اب اس دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔

مریناتب تک ان رولز پر کینڈل لگا چکی تھی۔

حارث نے کینڈل پھونک مار کر بجائی۔سب لوگ پھر سے گانے لگے۔اس نے پہلا ٹوکرا عالمگیر فاروقی کی طرف بڑھایا۔انہوں نے کھایا۔

وہ چونکے۔منہ کا ذائقہ بگڑا۔ان رولز میں نمک تھا۔البتہ چہرے کے تاثرات صحیح رکھے۔

مریناور زارون نے امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔وہ بدقت مسکرائے۔پھر اسے جبرا نگلا۔

حارث نے سب سے پہلے گھر کے مردوں کو کھلایا۔

وہ سب چپ رہے۔تاثرات تک نہیں بدلنے دیے اپنے۔

حارث نے ابھی خود نہیں کھایا تھا۔عناق کو بھی نہیں کھلایا تھا اس نے۔حارث نے جیسے ہی زارون کے منہ میں ٹکڑا رکھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے کھایا۔تاثرات بگھرے۔

"اس میں چینی نہیں نمک ہے۔" وہ بے یقینی سے چلایا۔

"کیا؟" مرینا نے بے یقینی سے چلاتے ہوئے اس نے رول اٹھایا۔ منہ میں رکھا۔ پورے منہ نمک کا ذائقہ پھیل گیا۔ اس نے کھینچ کر اسے ہلک سے اتارا پھر سب کو دیکھا۔

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اب کہ عناق حارث فاریہ اور نازیہ وہ سب بھی چکھ چکے تھے۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔ پریشان نہیں ہو۔ کیک آتا ہو گا۔" اس کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر فاریہ بیگم نے تسلی دینی چاہی۔

"ہاں! میں نے کیک آرڈر کر لیا ہے۔ اورنگزیب نے تائید کی۔

اسکی ہیزل گرین آنکھوں میں نمی اور غصا ساتھ اترا۔ وہ پورے جارہانا طریقہ سے زارون کی طرف مڑی۔ زارون کچھ سہم کر دو قدم پیچھے ہوا۔

"تم نے کہا تھا۔ تم نے اس میں چینی نہیں ڈالی۔ تو اس میں اتنا نمک کیسے گیا۔" وہ غرائی۔

زارون نے تھوک نگلا۔ "سچی مجھے نہیں پتا تھا۔ نمک کیسے گیا۔ میں تو چینی ڈالنا تک بھول گیا تھا۔" اس کی ہلک سے پھسی پھسی آواز نکلی۔

"کوئی بات نہیں گڑیا۔ میں سارے کھالوں گا۔ ویسے بھی مجھے چیزوں میں زیادہ نمک پسند ہے۔" حارث اس کو پر سکون کرنے کے لیے بولا۔

"ہوں کوئی مسلئہ نہیں ہے۔ میں بھی کھا سکتا ہوں س انہیں۔" عناق نے تائید کی۔ اسے اس کا اس طرح چہرہ بجھنا پسند نہیں آیا تھا۔ اس لیے بولا۔

"ایک سیکنڈ تم نے تو اس میں چینی ڈالی تھی۔" زارون پھر بھی باز نہ آیا۔

مرینا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے کس جار سے چینی ڈالی تھی۔ بڑے ایس والے سے۔ یا چھوٹے ایس سے؟" نازیہ بیگم نے پوچھا۔ نئے جار وہ لائی تھیں۔ سو اس لیے۔

www.novelsclubb.com

اس نے انہیں دیکھا۔ "بڑے ایس والے سے۔" معصومیت سے کہا۔

عناق کا دل تیزی سے دھڑکا۔ اس نے یہ معصومیت بہت مس کی تھی۔

نازیہ بیگم نے ماتھا چھوا۔"بیٹا بڑے ایس والے میں نمک تھا۔ چھوٹے والے میں چینی۔ مجھے سے پوچھ تو لیتی۔"وہ بے بسی سے بولیں۔انہیں اسکی محنت ذایع ہونے پر دکھ ہوا تھا۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ ہی کھولا تھا کہ.....

"کیا ہوا اگر ان سنیمن رولز میں نمک ڈل گیا ہے۔ ہم کیک لائے ہیں نہ۔"اس آواز پر سب کی نظر دروازے پر گئی۔

www.novelsclubb.com

حارث ساکت ہوا۔ مرینا کو شرمندگی۔ باقی سب کے چہروں پر بے حد حیرت ابھری۔

دروازے کی چوکھٹ میں وہ دونوں کھڑی تھیں۔

نشات اور رحیمہ مغل۔ تیار ہوئیں۔ نئے جورے۔ میک اپ میں ملبوس۔ نشات کے ہاتھ میں کیک کا ڈبہ تھا۔ رحیمہ کے ہاتھ میں بھی ایک ڈبہ تھا۔ شاید گفٹ۔ وآہ کنجوس مکھی چوس گفٹ لائی تھی۔

اپنے داماد کے لیے اس کا دل شاید وسیع تھا شاید؟

www.novelsclubb.com

سب لوگ حیرت اور کچھ بے یقینی سے انہیں دیکھے گئے۔

ان میں سے تو کسی نے انہیں نہی بلایا تھا۔ پھر وہ کیسے یہاں آئیں؟

☆☆☆☆☆

رات گہری تھی۔ بادل بھی گہرے تھے جن کی وجہ سے آسمان میں چاند دیکھائی نہ دیتا تھا۔ مگر دھندھلا سا آسمان میں کچھ چمکتا ہوا نظر آتا۔

ارحان اپنے بیڈ روم کے کاوچ پر براجمان تھا۔ کمرے کی ساری بتیاں کھولی ہوئی تھیں۔ منظر صاف تھا۔ مگر کھڑکیوں کے آگے بلائینڈز گرے ہوئے تھے۔ وہ کاونچپر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے سے دیکھو تو ٹانگ پر ٹانگ جمائی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے اس کے گھٹنے پر اس کا آئی پیڈ تھا۔ اب اس کی پشت سے دیکھو تو وہ اس کی اسکرین پر انگلیاں چلاتے ہوئے کسی کو وڈیو کال ملا رہا تھا۔

رابطہ مل گیا۔ نوادر نے کال اٹھالی۔ وہ انصر تھا۔

www.novelsclubb.com

"اسلام علیکم سر! خیریت اتنی رات کو فون کی؟"انصر نے پریشانی سے پوچھا۔وہ ہوٹل روم کی بالکنی میں کھڑا تھا۔لوحے کی ریلنگ سے ٹیک لگائے ہوئے۔باہر شہر کی جگمگاتی ہوئی بڑی اور لمبی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔اور نیچے چنٹیوں کی طرح گزرتی ہوئی گاڑیاں۔

"وعلیکم اسلام! میں ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں۔"ارحان نے بنا تمہید کے سنجیدگی سے کہا۔

انصر اس کی بات پر چونکہ تھا۔"مطلب کس نتیجہ کی بات کر رہے ہیں؟"اسکی آواز میں حیرانی نہیں تھی۔تشویش تھی۔

"وہ لوگ میری بہن کو ایسے مجھے نہیں دیں گے اس لیے...."اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

www.novelsclubb.com

انصر نے گہری سانس لی۔اسے دور کہیں اس بات کا خدشہ تھا۔کہ ارحان یہی بات کرے گا۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں سر؟"اس نے تکان سے پوچھا۔وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے تھک چکا تھا۔اس لیے حار مان لی۔

"میں چاہتا ہوں کہ..."

لمحے کا توقف کیا۔انصر غور سے اس کی بات سن رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم صدام عالمگیر کے بیٹے زارون صدام کو اٹھالو،ان سب کو بھی تو پتا چلے کسی سے اس بیٹا یا بھائی چھننا کیسا ہوتا ہے۔"اس نے اطمینان سے اپنی بات ختم کی۔اس کے چہرے پر کسی سوچ کی کوئی لکیریں نہ تھیں۔وہ پر سکون تھا۔

دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔اب بس گہری خاموشی تھی۔

انصر کچھ بول نہ سکا۔وہ بس بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔اسے اس سے اس چیز کی توقع نہ تھی۔

جاری ہے۔

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: